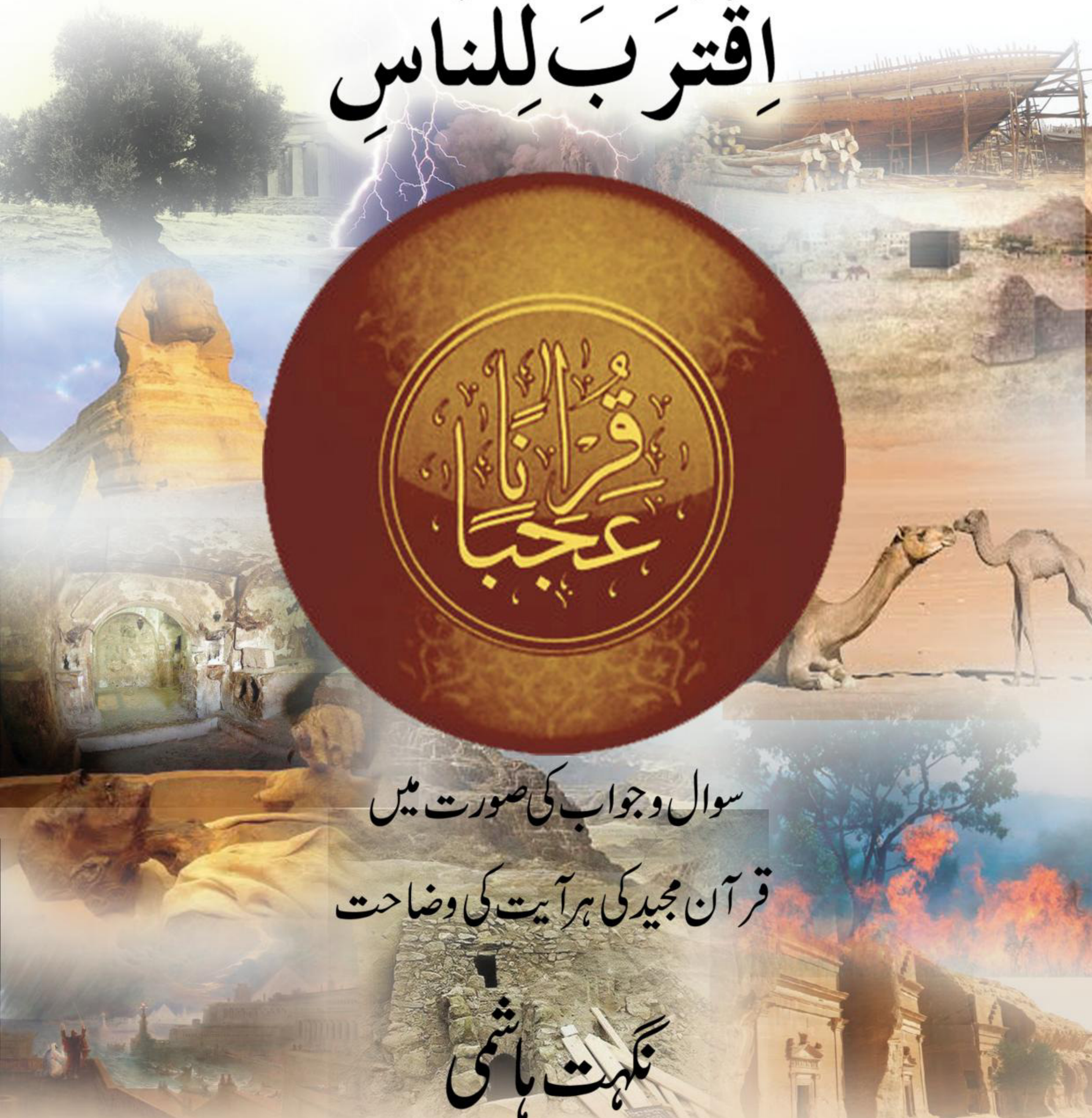
فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 17

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : "قرآنًا عَجَبًا" (پارہ ۱۷)
نام مؤلفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : جنوری 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42
فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050، 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi
Alnoor international

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمھیں کس نے خبر دی کے دوزخ کیا ہے؟''(27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾﴾

''نہ وُہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتہ مقرر ہیں۔''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾
اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وُہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: أَیُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَیْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: یَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَیْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیات میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآن حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قرآنا عجبا** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیات کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿ سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورہ الانبیاء

سوال 1: یہ سورت کب نازل ہوئی؟اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔اس سورت کے سات رکوع اور 112 آیات ہیں۔

سوال 2: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: ترتیب نزولی کے اعتبار سے 73 ویں نمبر پر ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اکیسویں نمبر پر ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورہ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ اور انبیاء اگلی بہت فصیح سورتوں میں سے ہیں (جو مکہ میں اتری تھیں) اور میری پرانی یاد کی ہوئی ہیں۔'' (بخاری:4739)

رکوع نمبر 1

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾

''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں'' (1)

سوال 1: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔'' یہ آیت قرب قیامت کی دلیل ہے۔ (تفسیر منیر:13/9)

(2) اللہ تعالیٰ متنبہ فرما رہا ہے کہ قیامت سر پر کھڑی ہے لیکن افسوس لوگوں کو اس کی پرواہ نہیں، اس سے بالکل غافل ہیں، اس کی تیاری نہیں کرتے اور اس کٹھن منزل سے گزرنے کے لیے سامان سفر مہیا نہیں کرتے، لوگ دنیا کی دلدل میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1197)

(3) ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ ''لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آ گیا'' حساب کے وقت سے مراد قیامت ہے۔ قیامت کے وقت کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ وقت قریب آ لگا ہے۔ حساب سر پر ہے اور لوگوں کو اس خطرے کا شعور نہیں۔

(4) ''حساب'' کے قریب ہونے سے مراد موت کا قریب ہونا ہے، نیز یہ کہ جو کوئی مر جاتا ہے، اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے

اعمال کی جزاوسزا کے لئے دارالجزا میں داخل ہوجاتا ہے اور یہ تعجب ہر اس شخص پر ہے جو غافل اور روگرداں ہے۔اسے معلوم نہیں کہ صبح یا شام، کب اچانک موت کا پیغام آجائے۔تمام لوگوں کی یہی حالت ہے سوائے اس کے جس پر عنایت ربانی سایہ کناں ہے۔پس وہ موت اوراس کے بعد پیش آنے والے حالات کے لئے تیاری کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1655,1656/2)

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۭ﴾ ''یقیناً وہ اُسے دُور سمجھتے ہیں۔اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں۔'' (المعارج:7،6)

(6) رب العزت نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر قیامت کے قریب ہونے اور اچانک آجانے کے بارے میں بتایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ؀ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ؀ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ؀﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟ نہیں وہ انتظار کرتے مگر ایک ہی چیخ کا جو اُن کو پکڑ لے گی اور وہ جھگڑتے ہی رہ جائیں گے۔پھر نہ وہ وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے۔'' (یٰسین:48-50)

(7) ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا سو اس کو تم جلدی طلب نہ کرو، وہ پاک ہے، اور بے حد بلند ہے اس سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (النحل:1)

(8) ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''بہت قریب آگئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔'' (القمر:1)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس زمانے میں مبعوث کیا گیا ہے کہ میں اور قیامت کا دن اس طرح ساتھ ساتھ ہیں۔اور آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو اکٹھا کر کے دکھایا۔'' (بخاری)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کے ساتھ انصار کا ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا، جسے محمد کہا جاتا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو ہوسکتا ہے کہ اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے قیامت (موت) قائم ہوجائے۔'' (مسلم:7410)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے نہ نکلے گا۔جب سورج مغرب سے نکلے گا اور لوگ دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے یہی وہ وقت ہوگا جب کسی کے لیے اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا یا جس نے ایمان کے بعد عمل خیر نہ کیا ہو۔پس قیامت آجائے گی اور دو آدمی کپڑا درمیان میں (خرید وفروخت کے لیے) پھیلائے ہوئے ہوں گے۔ابھی خرید وفروخت بھی نہیں ہوچکی ہوگی اور نہ انہوں نے اسے لپیٹا ہی ہوگا (کہ قیامت قائم ہوجائے گی) اور قیامت اس حال میں قائم ہوجائے گی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر آرہا ہوگا اور اسے پی بھی نہ سکے گا اور قیامت اس حال میں قائم ہوجائے گی کہ ایک شخص اپنا حوض تیار کرار ہا ہوگا اور اس کا پانی بھی نہ پی پائے گا۔قیامت اس حال میں قائم

ہوجائے گی کہ ایک شخص اپنا لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھائے گا اور اسے کھا بھی نہ پائے گا۔'' (بخاری:6506)

(12) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت صرف بدترین لوگوں پر ہی قائم ہوگی۔'' (مسلم:7402) یعنی جب قیامت آئے گی اس سے پہلے نیک لوگوں کو اٹھالیا جائے گا۔

(13) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں کیونکر آرام کروں حالانکہ نرسنگے والا نرسنگا منہ میں لیے ہوئے ہے (یعنی صور) اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لٹکائے ہوئے پھونکنے کے حکم کا منتظر ہے کہ فوراً پھونک دے۔'' مسلمانوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيلُ تَوَكَّلۡنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا'' کہو ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور کیا اچھا وکیل ہے ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا وہ ہمارا پروردگار ہے۔'' اور کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا'' ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا۔'' (ترمذی:3243)

(14) ﴿وَهُمۡ فِي غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُونَ﴾ ''اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں'' قیامت اور حساب کتاب کے تذکرے سے غافل لوگ منہ پھیرتے ہیں۔ (15) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿وَهُمۡ فِي غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُونَ﴾ میں غفلت سے دنیا میں پھنسنا مراد ہے۔ (جامع البیان:3/17)

(16) یہ لوگوں کے احوال پر تعجب کا اظہار ہے اور اس امر کی آگاہی کہ انہیں کوئی وعظ ونصیحت فائدہ دیتی ہے نہ وہ کسی ڈرانے والے کی طرف دھیان دیتے ہیں اور یہ کہ ان کے حساب اور ان کے اعمال صالحہ کی جزا کا وقت قریب آ گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں پڑے روگردانی کررہے ہیں، یعنی وہ ان مقاصد سے غافل ہیں جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے اور ان کو جو تنبیہ کی جاتی ہے وہ اسے درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ گویا کہ انہیں صرف دنیا کے لئے تخلیق کیا گیا ہے اور وہ محض اس دنیا سے فائدہ اٹھانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نئے نئے انداز سے انہیں وعظ ونصیحت کرتا ہے اور یہ ہیں کہ اپنی غفلت اور اعراض میں مستغرق ہیں۔ (تفسیر سعدی:1655,1656/2)

(17) حساب کتاب یعنی غور وفکر سے منہ موڑتے ہیں۔ (بیضاوی:81/4)

(18) بعث کے بعد حساب کتاب ہوگا اور حساب کتاب کی خواہش رکھنا انسان کے لیے انتہائی مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو احساس دلایا ہے کہ اسی کے بعد تمہیں بلندی درجات تک لے جائیں گے اور غافلوں کو ان کے ٹھکانے تک لے جائیں گے۔ (تفسیر قاسمی:228/11)

سوال 2: قیامت کو قریب کیوں کہا گیا؟

جواب: (1) گزرے ہوئے زمانے کے مقابلے میں اب باقی رہ جانے والا عرصہ کم رہ گیا ہے اس لحاظ سے قیامت کو قریب کہا گیا۔

(2) ہر انسان کے لئے اس کی موت قیامت ہی ہے۔ اس لحاظ سے کہ موت قریب ہے قیامت کو قریب کہا گیا۔

(3) ہر انسان زندگی سے زیادہ موت سے قریب ہے۔ اس لحاظ سے ہر کسی کے حساب کتاب کا وقت اس کے سر پر ہے۔

سوال 3: قیامت کے تذکرے سے کون لوگ منہ پھیرتے ہیں؟

جواب: قیامت اور حساب کتاب کے تذکرے سے غافل لوگ منہ پھیرتے ہیں جن کا دل دنیا میں لگا ہوا ہے جو حساب کتاب سے بے نیاز ہیں اور جو اپنی بھول چوک اور اپنی غفلت میں منہ موڑے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

﴿مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾

''ان کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر ان کے پاس نہیں آتا مگر وہ اس کو مشقت سے سنتے ہیں، اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں'' (2)

سوال 1: ﴿مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾ ''اُن کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر اُن کے پاس نہیں آتا مگر وہ اُس کو مشقت سے سنتے ہیں، اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ﴾ ''اُن کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر اُن کے پاس نہیں آتا'' من ذکر سے مراد قرآن ہے یعنی جو نصیحت بھی قرآن میں سے آتی ہے۔ محدث سے مراد نئی اترنے والی سورت ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 3426/7)

(2) قتادہ کا قول ہے: قرآن حکیم میں سے جو بھی چیز ان پر نازل ہوتی ہے۔ (ابن ابی حاتم: 2444/8)

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے ہر حکم سے طرح طرح کی کچھ وعیدیں بیان کی ہیں، شاید کہ لوگ ڈر جائیں یا وہ (قرآن) ان کے لیے کوئی نصیحت پیدا کر دے۔'' (طٰہٰ: 113)

(4) یعنی ان کے پاس کوئی ایسی بات نہیں آتی جو انہیں ایسی باتوں کی یاد دہانی کراتی اور ان کی ترغیب دیتی ہے جو انہیں فائدہ دیتی ہے اور ان باتوں کی بھی، جو ان کے لئے نقصان دہ ہیں اور ان سے ان کو ڈراتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1655/2)

(5) ﴿إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾ ''مگر وہ اُس کو مشقت سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔'' کھیل کود میں سننے سے مراد مذاق اُڑانا اور سنجیدگی سے نہ لینے کے ہیں۔

(6) یعنی وہ اسے اس طرح سنتے ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1655/2)

(7) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿رُّبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٢﴾ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے! آپ چھوڑ دو انہیں وہ کھائیں اور فائدے اُٹھائیں اور اُمیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' (الحجر: 2-3)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (الوسیط: 229/3)

(9) وہ قرآن کی بات پر اعتبار نہیں کرتے، اس کے وعدے اور وعیدوں پر غور وفکر نہیں کرتے بلکہ وہ اس کو کھیل تماشا بنا لیتے ہیں۔ (جامع البیان:3/17)

(10) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جب کبھی ان کے پاس نیا ذکر آتا ہے، نئی سورت آتی ہے تو وہ اور زیادہ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ (القرطبی:268/11)

(11) ان کی مثال ایسی ہے جیسے جانور ہوتے ہیں اور جیسے جانور کسی بات کو سنتے ہیں تو اس سے نصیحت قبول نہیں کرتے نہ غور وفکر کرسکتے ہیں تو ان کا سننا بھی ایسا ہی ہے کہ گویا وہ سن کر بھی بہرے ہی رہ جاتے ہیں یعنی بات ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ (غرائب القرآن:5/5)

(12) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور آپ چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنا دین کھیل اور دل لگی بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور آپ اس (قرآن) کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے رہیں کہ کوئی جان اس کی وجہ سے جو اس نے کمایا ہلاکت میں نہ ڈال دی جائے، اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے لیے کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا اور اگر وہ فدیہ دے، ہر فدیہ تو بھی اس سے نہیں لیا جائے گا، یہ لوگ ہیں جو اُس کے بدلے ہلاکت میں ڈالے گئے جو انہوں نے کمایا، ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہوگا اور دردناک عذاب ہوگا اس کی وجہ سے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:70)

(13) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔'' (الاعراف:51)

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (6) وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (7) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ (8)﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں۔'' (لقمان:6-8)

(15) آج بھی جو لوگ اسلام اور رسولِ اسلام کی عداوت میں اسی ابوجہلی روش پر چلیں ان ہی میں شامل ہیں۔ (تفسیر ماجدی:282/3)

سوال 2: نصیحت پر توجہ کیوں نہیں دی جاتی؟

جواب: (1) جو لوگ بے مقصد زندگی گزارتے ہیں وہ کسی چیز کو سنجیدگی سے نہیں لیتے اس لیے وہ نصیحت کی طرف بھی توجہ نہیں دیتے (2) جو لوگ لہو ولعب میں ڈوبے ہوتے ہیں اُن کے پاس نصیحت کے لیے وقت نہیں بچتا۔

(3) جو لوگ غور و فکر نہیں کرتے اُن کے دل بُجھ جاتے ہیں اس لیے وہ نصیحت پر غور و فکر نہیں کرتے۔

سوال 3: قرآن حکیم کو غفلت سے سننے کا کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب: لہو ولعب غافلوں کا کام ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لیے کوئی چیز ہلکی ہو جائے تو اہمیت کی حامل نہیں ہوتی۔ پھر اس کے بارے میں سوچنا، فکر کرنا، اس پر توجہ دینا، اس کی عزت کرنا، اس کے ادب کا خیال کرنا اور اس کی دعوت دینا ممکن نہیں رہ جاتا۔

سوال 4: ''لعب'' اور ''لہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: لعب سے مراد ہر وہ عمل ہے جس کی وجہ سے انسان کو کوئی نفع نہ ملے یعنی یوں ہی دل بہلاوے کے لیے کوئی انسان کر لے۔ (لسان العرب: 4039/5) جرجانی کہتے ہیں ''لہو'' سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسان کو لذت تک پہنچائے، یعنی تفریح یا اس کی وقتی خوشی کے لیے یعنی خوشی کا سبب بن جائے۔ (التعریفات: 204) لہو سے مراد حق سے اعراض کرنا ہے اور لعب باطل کی طرف بڑھنا ہے۔ (الکلیات للکفوی: 799)

﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾

''اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنہوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے؟ تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو۔'' (3)

سوال 1: ﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنہوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے؟ تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ﴾ ''اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں'' یعنی ان کے دل لہو ولعب میں مشغول ہو کر غافل ہیں۔ (الاساس: 3426/7)

(2) (i) دلوں کے غافل ہونے سے مراد قیامت کی تیاری سے غافل، ایمان کے تقاضوں سے غافل ہونا ہے۔ (ii) اس سے مراد قرآن مجید کے سننے اور سیکھنے سے بے پرواہ ہونا ہے۔ (iii) اس سے مراد اعلیٰ مشن کی ادائیگی کے قابل نہ رہنا ہے۔

(3) مناوی نے کہا: غفلت سے مراد جس چیز کو سمجھنے کا حق ہو وہاں شعور کا مفقود ہونا ہے۔ (التوقیف: 540)

(4) ﴿وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ق صلے الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنہوں نے خفیہ سرگوشی کی'' ظالم رسول اللہ ﷺ اور ان کے لائے ہوئے کلام کے بارے میں سرگوشیاں کرتے تھے۔

(5) وہ مشرک تھے جو آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر: 911)

(6) پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ ظالم کفار عناد اور باطل کے ذریعے سے حق کا مقابلہ کرنے کی خاطر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے ہیں۔ (سعدی: 1655،1656/2)

(7) ﴿هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے'' یعنی محمد تو تمہاری طرح کا انسان ہے۔ تم اس پر کیسے ایمان لاتے ہو اور کیسے اس کی پیروی کرتے ہو جو وہ لے کر آیا ہے۔ وہ ایک جادوگر کے سوا کچھ نہیں۔ اس کی تصدیق نہ کرنا، اس کی بات نہ ماننا۔

(8) ﴿اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ جسے آپ کلام اللہ سمجھ کر قبول کرنے لگے ہو وہ تو جادو کا زور ہے۔ (9) یعنی تمہاری عقلیں کہاں چلی گئی ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 911)

(10) رسول اللہ ﷺ نے جب رب کی طرف بلایا تو اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا۔ یہی کلام تھا جو دلوں کو متاثر کر رہا تھا۔ سرداران مکہ کو اپنی قیادت کا خطرہ لاحق تھا اس لیے اُنہوں نے لوگوں کی توجہ بٹانے کے لیے یہ کہا کہ تم آنکھوں دیکھتے جادو میں پھنس رہے ہو ورنہ یہ تو ہمارے جیسا بشر ہی ہے۔

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ج صلے مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ "ہائے افسوس بندوں پر! اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں۔'' (یٰسین: 30)

(12) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم اہل کتاب سے اس بارے میں پوچھتے ہو جو ان کے پاس ہے، حالانکہ انہوں نے اس میں تحریف کردی، اسے بدل دیا اور اس میں کمی بیشی کردی ہے، جبکہ تمہاری کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کتابوں میں سے جدید ترین کتاب ہے، تم اسے بالکل اصل اور خالص حالت میں پڑھتے ہو، اس میں کسی چیز کی آمیزش نہیں ہے۔'' (بخاری: 2685)

سوال 2: لہو ولعب کے نقصانات کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) بندے اور رب کا تعلق اسی سے متاثر ہوتا ہے۔

(2) جو شخص لہو ولعب میں مبتلا ہوتا ہے وہ شیطان کی رسی کو تھام لیتا ہے اور رحمن کے ذکر سے دور ہو جاتا ہے۔

(3) لہو ولعب والے کام ہی ایسے ہیں جو مسلمان کو رب سے دور اور باطل کاموں کی طرف لے جاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں اس سے کیا فرق پڑے گا اگر ہم وقتی طور پر تھوڑی دیر کے لیے یہ (لہو ولعب کا کوئی کام کرلیں)۔ تھوڑی دیر کی تو بات ہے پھر بعد میں نیک بن جائیں گے پھر

بعد میں وہی کام کرتے رہیں گے۔لیکن پھر ہوتا یہ ہے کہ بعد میں بھی وہی کام کرتے رہتے ہیں۔بات یہ ہے کہ انسان کی ایک بار کی اٹھی ہوئی نظر اس کی ساری زندگی کو خراب کرسکتی ہے۔ایک نظر،ایک ساعت،ایک قول،ایک عمل کوئی ایک چیز۔انسان کہاں چلا جائے؟انسان خطرے میں ہے۔انسان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں۔انسان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔اس نے محتاط رہنا ہے۔جہاں پروہ غلطی کرتا ہے اس کا نتیجہ اس کے سامنے آکر رہتا ہے۔اسی وجہ سے احتیاط ہماری ضرورت ہے،یہی تقویٰ ہے۔تقویٰ کے لیے ہی تو ساری عبادات کروائی جاتی ہیں کہ انسان متقی ہوجائے اور اپنے اقوال،افعال اور اعمال کے بارے میں محتاط ہوجائے۔

(4) پھر لہولعب کے کام ایسے ہیں جو ایک مسلمان کا بہت زیادہ وقت ضائع کرتے ہیں کیونکہ یہ بے فائدہ اعمال ہیں۔اور پھر آپ دیکھئے کہ وہی وقت اگر اطاعت کے کاموں میں گزرے،نیکی کے کاموں میں گزرے تو اس کا کتنا فائدہ نصیب ہوسکتا ہے۔آج اگر دس برس کے بچے حدیث یاد نہیں کرتے،قرآن حکیم کا علم حاصل نہیں کرتے تو پھر ظاہر ہے امام بخاری اور ان کے ہم عصروں جیسے مقام کو بھی نہیں پہنچتے۔ آج علم کیوں اٹھ گیا؟اگر دیکھنا چاہیں تو ہمارے ہر گھر کے اندر لہوولعب نے ڈیرے جمالیے۔ہمارے بچوں کے ذہن قید کرلیے۔یوں لگتا ہے پوری امت کے وقت کو لہوولعب نے اپنے حصار میں لے رکھا ہے۔اور ایک پوری فلاسفی ہے اس کے پیچھے،لوگ کہتے ہیں کہ انٹرٹیمنٹ تو ہمارا حق ہے۔لائف تو ملی ہی انجوائے منٹ کے لیے ہے۔اب اتنی سی انٹرٹیمنٹ بھی نہ ہو تو زندگی خوش گوار کیسے ہوسکتی ہے؟آخر ہم بھی انسان ہیں،کبھی ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ انجوائے کریں۔کیا ایک انسان کے مال کو آگ لگ رہی ہو تو وہ انسان انجوائے کرسکتا ہے؟گھر جل رہا ہو انسان کا تو وہ انجوائے کرسکتا ہے یا اس کے وجود کو آگ کی لپٹیں گھیرلیں اور انسان کو آگ کی لپٹوں کی وجہ سے جھلسنا پڑ رہا ہو تو وہ انجوائے کرے گا؟جو آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہو اس کے لیے انجوائے منٹ کس چیز میں ہے؟یعنی آگ بڑھتی چلی آرہی ہے تو فہم کا تقاضا تو یہ ہے کہ آگ بجھ جائے۔پھر زندگی ہے ہی کتنی جس کو لہوولعب میں سرف کرلیں۔

(5) پھر اسی طرح سے لہولعب جو ہے یہ دلوں کے اندر نفاق کو بودیتا ہے۔نفاق کی کھیتی ہے۔نفاق کا بیج لہوولعب ہے۔پھر کس طرح سے شیطان کے لیے آسانی ہوجاتی ہے۔شیطان اس بیج کو بوتا ہے اور انسان کے لیے لہوولعب کے کام خوب صورت بنادیتا ہے۔حتیٰ کہ انسان خالص منافق بن جاتا ہے۔

(6) ایسی شخصیات جو لہوولعب میں مصروف رہتی ہیں،معاشرے کے اجتماعی بھلائی کے کام نہیں کرسکتیں۔آج اگر دیکھنا چاہیں سترہ برس کا محمد بن قاسم تھا اور انڈیا میں آکر لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا تھا۔اس نے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی تھی۔آج سترہ سال کے بچوں کو دیکھئے کہ ان کی کیا مصروفیات ہیں؟ظاہر ہے لہوولعب میں مصروف ہونے والے بڑے کام کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔آپ بڑے کام کی بات تو چھوڑیے اپنی ماں اپنے باپ کے ساتھ تھوڑا سا تعاون کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔ہر اس کام سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں کسی کی خدمت کرنی پڑ جائے۔ہر وہ کام جس کی وجہ سے کسی کو فائدہ پہنچے اس سے گریز پا ہوتے ہیں۔ایسے لگتا ہے کہ بیکار وجود ہیں اور بیکار

وجود یعنی انسانوں کا کھیت ہے یہ اسلام کا کھیت ہے یہاں ساری جڑی بوٹیاں اگ آئی یہاں اصلی پودے اگے ہی نہیں ہم نے کیا بودیا اور ہم کیا کاٹیں گے؟ سوچئے تو سہی پوری امت کس جانب سفر کر رہی ہے؟ اپنی ذہانتیں، اپنی قوتیں، اپنی نسلیں کس راستے پر لگا دیں؟ سارا وقت بچے کن کاموں میں مصروف عمل نظر آتے ہیں؟ اگر یہ جاننا چاہیں کہ ہم کس طرح سے لہو ولعب میں مبتلا ہوتے ہیں تو آپ اپنے کاموں پر نظر ڈالیں کون سے کام مفید ہیں؟ آخرت کے لیے نفع دینے والے کام تو دلوں کو زندگی عطا کریں گے اور وہ سارے کام جن کی وجہ سے آخرت میں کوئی نفع ہونے والا نہیں وہ دلوں کو زنگ ضرور لگائیں گے۔ وہ نفاق کی کھیتی ضرور بوئیں گے۔ غیر ممکن ہے کہ ایک انسان کے دل پر اثرات نہ ہوں۔ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان نے کوئی چیز کھائی ہو اور اس کے اس پر اثرات مرتب نہ ہوں۔ ایک چیز کھانے میں اتنا متاثر کرتی ہے اور ایک کام جو انسان نے پورے طور پر کیا ہو، جس کے لیے اس کی پوری عقل، صلاحیت، قوت ہر چیز لگ گئی ہو وہ انسان کو متاثر نہیں کرے گی؟ ایک غیبت، ایک جھوٹ، ایک ذرا سا غافل ہونا انسان کو کتنا پیچھے کر دیتا ہے۔ شیخ سعدی نے کہا: ایک لمحے کی غفلت انسان کو سو برس پیچھے کر دیتی ہے، سو سالہ منزل انسان سے دور ہو جاتی ہے۔ تو غفلت میں مبتلا کرنے والی چیز یہ لہو ولعب ہی تو ہیں۔

(7) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن موت کو نمکین رنگ کے ایک دنبے کی شکل میں لایا جائے گا۔'' ابو کریب کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اس دنبے کو جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اللہ فرمائے گا: اے جنت والو! کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ جنتی اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے، جی ہاں یہ موت ہے۔ پھر اللہ کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ اسے ذبح کر دیا جائے (پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا) پھر اللہ فرمائے گا: اے جنت والو! اب جنت میں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب تمہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے، اب موت نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿وانذرھم یوم الحسرۃ﴾ ''اور ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب ہر بات کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ غفلت میں پڑے ہیں ایمان نہیں لاتے۔'' اور آپ ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے دنیا کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ (مسلم:7181)

(8) یسیرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''لازم پکڑو تم تسبیح اور تہلیل اور تقدیس کو اور گنو انگلیوں کے پوروں پر اس لیے کہ ان سے سوال کیا جائے گا اور حکم ہو گا ان کو بولنے کا یعنی قیامت کے دن اور غافل نہ ہو کہ بھول جاؤ گے تم رحمت کو یعنی اسباب رحمت کو۔'' (ترمذی:3583)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ۚ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا﴾ ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزر رہا ہے۔'' (الکہف:28)

سوال3: زندہ دل کیسے ہوتے ہیں؟

جواب: زندہ دل قبول کرنے والے، اثر لینے والے ہوتے ہیں۔

سوال4: دل کیسے غافل ہوتے ہیں؟

جواب: (1) لاپرواہی سے دل غافل ہوجاتے ہیں۔ (2) لاپرواہ انسان کہیں بھی محتاط نہیں ہوتا۔ (3) لاپرواہ انسان غیر سنجیدہ ہوتا ہے۔ (4) لاپرواہ انسان کی زندگی ڈھیلی ہوجاتی ہے اور وہ غافل ہوجاتے ہیں۔ (5) انسان کے اخلاق گر جاتے ہیں تو وہ غافل ہوجاتا ہے۔ (6) جو لوگ کسی اصول کے پابند نہیں رہتے ان کو اچھائی بُرائی کا شعور نہیں ہوتا اس طرح وہ غافل ہوجاتے ہیں۔ (7) جب زندگی کا کوئی مقصد نہیں رہتا تو دل غافل ہوجاتے ہیں۔ (8) غافل دل لہو ولعب میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ (9) غافل دلوں کے فکر وشعور کی کھڑکیاں بند ہوجاتی ہیں۔ (10) غافل دل بجھ جاتے ہیں۔ جو ایک رات میں 50 آیتیں پڑھے وہ غافلوں میں نہیں ہوتا۔ (دارمی:2/55)

﴿قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ز وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

''رسول نے کہا میرا رب آسمان میں اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (4)

سوال1: ﴿قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ز وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''رسول نے کہا میرا رب آسمان میں اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قٰلَ﴾ رسول نے کہا۔ (2) ﴿رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ﴾ ''میرا رب ہر بات کو جانتا ہے'' کھلی اور چھپی ہر بات کو جانتا ہے۔ (3) ﴿فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمان میں اور زمین میں'' یعنی ہر اس جگہ کو میرا رب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے جو زمین میں ہے۔ (4) کفار نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب پر اعتراض کیا تھا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ج فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا (۴)﴾ ''اور جن لوگوں نے کُفر کیا اُنہوں نے کہا ہے کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔'' (الفرقان:4)

(5) اللہ رب العزت نے اس کا جواب دیا: ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ اس پر گواہی دیتا ہے جو کہ اُس نے آپ پر اُتارا ہے کہ اُس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔'' (النساء:166)

(6) ﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے'' یعنی لوگوں کی زبانوں کے اختلافات اور ان کی

متنوع حاجات کے باوجود ان کی آوازیں سنتا ہے۔

(7)﴿الْعَلِيْمُ﴾ ''سب کچھ جاننے والا'' وہ دلوں کے بھید کو بھی جانتا ہے۔(سعدی:2/1656،1657)

﴿بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ﴾

''بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ وہ اس نے گھڑلیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، چنانچہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جیسا کہ پہلے (رسولوں) کو بھیجا گیا تھا'' (5)

سوال1:﴿بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ وہ اس نے گھڑلیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، چنانچہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جیسا کہ پہلے (رسولوں) کو بھیجا گیا تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ﴾ ''بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ وہ اس نے گھڑلیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے۔'' (i) رسالت کو مشتبہ بنانے کے لیے اہل مکہ یہ کہہ رہے تھے کہ یہ شاعرانہ کلام ہے بلکہ وہ پراگندہ خواب ہیں بلکہ اُس نے اُسے گھڑلیا ہے۔(ii) اہل مکہ یہ کہہ رہے تھے اگر یہ پیغمبر ہے تو معجزہ کیوں نہیں لاتا۔

(2) یعنی کافر اپنی سرکشی کی وجہ سے کبھی قرآن کو پراگندہ خیالات، کبھی جادو، کبھی شعر بتاتے ہیں، کبھی گھڑا ہوا بتاتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾﴾ ''اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو۔اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا۔تو یقیناً ہم اُس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔پھر یقیناً ہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے۔پھر تم میں سے کوئی بھی اُس سے روکنے والا نہ ہوتا۔'' (الحاقۃ:41-47)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾﴾ ''اور ہم نے اُس کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ اُس کے لائق ہے، یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور واضح قرآن۔تاکہ وہ ہر اُس شخص کو خبردار کردے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہوجائے۔'' (یٰسین:69-70)

(4) رب العزت نے چیلنج کیا:﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیراللہ سے گھڑلیا گیا ہولیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہےاور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑلیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (یونس:37,38)

(5)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو؟'' (ہود:13)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ط مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑلی گئی ہولیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہےاور ہر چیز کی تفصیل ہے اور اُن لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (یوسف:111)

(7)﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾ پس آپ نصیحت کریں کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔ (طور:29)

(8) کفار کا مطالبہ رب العزت نے نقل کیا:﴿فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جیسا کہ پہلے (رسولوں) کو بھیجا گیا تھا۔'' یعنی جیسے موسیٰ، عیسیٰ، سیدنا صالح کو معجزات عطا کیے گئے آپ بھی ایسا ہی معجزہ لے کر آؤ۔

(9)رب العزت نے جواب دیا:﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ج اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا قف مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کیا تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے؟ وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے۔'' (سبا:46)

(10)رب العزت نے کفار کے شکوک اور نہ ماننے کی اصل وجہ بتائی:﴿اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ط بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہےاور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔'' (المومنون:69,70)

(11) کسی قوم کو ایمان نہ لانے کے بعد اس وقت ہلاک کر دیا جاتا ہے جب وہ معجزات آنے کے بعد بھی ایمان نہ لائے۔

﴿مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا وہ لوگ ایمان لائیں گے؟'' (6)

سوال 1: ﴿مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا وہ لوگ ایمان لائیں گے؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا﴾ ''ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی جسے ہم نے ہلاک کیا'' اہل مکہ سے کہا گیا کہ اگر پچھلے لوگ معجزات کی وجہ سے ایمان نہیں لائے تھے تو کیا یہ لوگ ایمان لائیں گے؟

(2) ﴿اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ لوگ ایمان لائیں گے؟'' یعنی جس بستی کے لوگوں کو بھی رسولوں کی وضاحت سے کوئی معجزہ دیا گیا وہ ایمان نہیں لائے، انہوں نے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' (یونس: 96,97)

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور آپ سے پہلے نہیں بھیجا ہم نے مگر کچھ مردوں کو، ہم جن کی طرف وحی کرتے تھے چنانچہ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے'' (7)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور آپ سے پہلے نہیں بھیجا ہم نے مگر کچھ مردوں کو، ہم جن کی طرف وحی کرتے تھے چنانچہ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ﴾ ''اور آپ سے پہلے نہیں بھیجا'' یعنی اے ہمارے رسول آپ ﷺ سے پہلے ہم نے نہیں بھیجا۔

(2) ﴿اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ ''مگر کچھ مردوں کو، ہم جن کی طرف وحی کرتے تھے'' جو پیغام ہم اپنے بندوں کو پہنچانا چاہتے تھے وہ رسولوں کے توسط سے پہنچایا جو مرد تھے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے، تو کیا اُنہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟ کہ وہ دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور یقیناً آخرت کا گھر ان کے لیے ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو۔'' (یوسف:109)

(4) رب العزت نے کفار کے شکوک کے جواب میں زبان رسالت سے کہلوایا: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہہ دو میں رسولوں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو محض ایک صاف صاف خبردار کردینے والا ہوں۔'' (الاحقاف:9)

(5) کفار کو رسول کے انسان ہونے پر بھی اعتراض تھا رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے تو اُنہوں نے کہا: ''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' چنانچہ اُنہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی اُن سے بے پرواہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تمام خوبیوں والا ہے۔'' (التغابن:6)

(6) ﴿فَسْـَٔــلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے'' یعنی اہل کتاب یہودیوں کے علماء اور نصاریٰ کے درویشوں سے پوچھ لو اگر آپ نہیں جانتے کہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے رسول آئے سب انسان تھے۔ (ایسر التفاسیر:912)

(7) یعنی اگر گزشتہ رسولوں کے بارے میں تمھیں علم نہیں تو پہلی کتابیں رکھنے والوں سے پوچھ لو۔

﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے''۔(8)

سوال1: ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ﴾ ''اور ہم نے اُن کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں'' اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت کی ہے کہ وہ رسول، اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضوں کے مطابق انسان تھے، جسم رکھتے تھے، کھانا کھاتے تھے اور ہمیشہ رہنے والے نہیں تھے۔

(2) رب العزت نے بتایا کہ رسول کا انسان ہونا ہی تمھارے حق میں بہتر ہے: ﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا

لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ(۸) وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (۹)﴾ ''اورانہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور کام ہی ختم ہو جاتا، پھر وہ مہلت نہ دیے جاتے اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں۔'' (الانعام:8-9)

(3) رب العزت نے مزید سمجھایا: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے اُن پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔'' (بنی اسرائیل:95)

(4) یہ شبہ انبیاء ورسل کو جھٹلانے والوں کے دلوں میں ہمیشہ رہا ہے۔ چونکہ اہل تکذیب کفر میں ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے نظریات بھی ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کفار کو جو رسول اللہ ﷺ کو تو جھٹلاتے ہیں اور گزشتہ رسولوں کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں اگر چہ صرف سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی نبی ہوتے جن کی نبوت کا تمام گروہ اقرار کرتے ہیں، بلکہ مشرکین تو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ان کی ملت پر ہیں۔ ان کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ محمد ﷺ سے پہلے بھی تمام رسول بشر ہی تھے، جو کھانا کھاتے تھے، جو بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، ان پر موت وغیرہ اور تمام بشری عوارض طاری ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوموں اور امتوں میں مبعوث فرمایا ان قوموں میں سے کسی نے ان کی تصدیق کی اور کسی نے ان کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ان کے متبعین سے نجات اور سعادت کو جو وعدہ کیا تھا اس نے پورا کر دیا اور اس نے حد سے بڑھنے والے اہل تکذیب کو ہلاک کر ڈالا، تو محمد ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کے انکار کے لئے باطل شبہات قائم کیے جاتے ہیں، حالانکہ یہی شبہات دیگر انبیاء ومرسلین پر بھی وارد ہوتے ہیں جن کی رسالت کا یہ لوگ اقرار کرتے ہیں جو محمد ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں۔ پس ان پر یہ الزامی جواب بالکل واضح ہے۔ اگر وہ کسی بشر رسول کا اقرار ہر گز نہیں کریں گے تب ان کے شبہات باطل ہیں انہوں نے ان شبہات کے فساد اور اپنے تناقص کا اقرار کر کے خود ان شبہات کا ابطال کر لیا ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ لوگ سرے ہی سے کسی بشر کے نبی ہونے کے منکر ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ صرف دائمی زندگی رکھنے والا فرشتہ ہی نبی ہو سکتا ہے جو کھانا نہیں کھاتا۔ (سعدی:2/1658،1660)

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (الفرقان:20)

(5) ﴿وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾ ''اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے'' کوئی نبی دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، سو کیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔ (الانبیاء:34)

﴿ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ﴾

''پھر ہم نے اُن سے وعدہ سچا کر دیا تو ان کو اور جس کو ہم نے چاہا، ہم نے نجات دی اور حد سے گزر جانے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا'' (9)

سوال 1: ﴿ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن سے وعدہ سچا کر دیا تو ان کو اور جس کو ہم نے چاہا، ہم نے نجات دی اور حد سے گزر جانے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ﴾ ''پھر ہم نے اُن سے وعدہ سچا کر دیا'' یعنی دشمنوں پر غلبے کا جو وعدہ اللہ رب العزت نے کیا وہ سچا کر کے دکھایا۔ (2) ﴿فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ﴾ ''تو ان کو اور جس کو ہم نے چاہا، ہم نے نجات دی'' یعنی ہم نے رسولوں اور ان لوگوں کو بچا لیا جو ان پر ایمان لا کر نیک عمل کرتے رہے۔

(3) ﴿وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''اور حد سے گزر جانے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا'' رسولوں کا انکار کرنے والے ہلاک کر دیئے گئے اور اقرار کرنے والوں نے نجات پائی۔ ﴿حَتّٰۤى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّىَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور حد سے گزر جانے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا'' حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یقیناً ان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا تو ان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے ہم نے چاہا اُسے بچا لیا گیا اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا۔'' (یوسف:110)

(4) ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھیں کہ وہ اپنے رسولوں سے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، انتقام لینے والا ہے۔'' (ابراہیم:47)

(5) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ (۱۳) وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِىْ وَخَافَ وَعِيْدِ (۱۴)﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یقیناً ہم تمہیں ضرور اپنی زمین سے نکال دیں گے یا لازماً تم ضرور ہماری ملت میں واپس آ ؤ گے، تو ان کے رب نے اُن کی طرف وحی کی یقیناً ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔ اور یقیناً ہم ان کے بعد تمہیں ضرور زمین میں بسائیں گے، یہ اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔'' (ابراہیم:13،14)

﴿لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں''؟(10)

سوال1:﴿لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴾''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ﴾''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔'' قرآن مجید کی فضیلت کا بیان ہے اور مسلمانوں کو اس کی قدر پہچاننے کا حکم دیا گیا ہے۔

(2)اے وہ لوگو! جن کی طرف محمد(ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، ہم نے تمہاری طرف ایک جلیل القدر کتاب اور ایک واضح قرآن نازل کیا۔(سعدی:1661,1660/2)

(3) کتاب اللہ ہماری زبان میں ہے۔ کتاب اللہ انسانی زندگی کو درست کرتی ہے۔ کتاب اللہ تعمیر و تربیت کرتی ہے۔ کتاب اللہ نصیحت اور یاددہانی ہے۔ کتاب اللہ، اللہ تعالیٰ کا منصوبہ ہے جو انسانیت کے حق میں پورا ہو کر رہتا ہے۔

(4)﴿اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴾''تو کیا تم سمجھتے نہیں'' کیا تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتے جن میں تمہارا نفع و نقصان ہے؟ تم اس چیز پر کیوں عمل پیرا نہیں ہوتے جس میں تمہارا ذکر اور جس میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کا شرف ہے؟ اگر تم میں عقل ہوتی تو تم اسی راستے پر گامزن ہوتے۔ چونکہ تم اس راستے پر نہیں چلے بلکہ تم نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے جس میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی ذلت اور تحقیر ہے اور جس کی منزل تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بدبختی ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ تم صحیح معقولات اور راجح آراء سے تہی دامن ہو، جو کچھ واقع ہوا یہ آیت کریمہ اس کا مصداق ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے اہل ایمان نے اس قرآن سے نصیحت پکڑی تو انہیں غلبہ، سربلندی، عظیم شہرت اور بادشاہوں پر سرداری حاصل ہوئی اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے ہر شخص جانتا ہے جیسے اس شخص کے بارے میں معلوم ہے جس نے اس قرآن کے ذریعے سے سربلندی حاصل نہیں کی، اس کی راہنمائی قبول نہیں کی اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو پاک نہ کیا، اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی، ذلت و رسوائی، گمنامی اور بدبختی ہے۔ پس دنیا و آخرت کی سعادت تک رسائی صرف اس کتاب عظیم کے ذریعے نصیحت پکڑنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔(سعدی:1661,1660/2)

رکوع نمبر 2

﴿وَكَمۡ قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ كَانَتۡ ظَالِمَةً وَّاَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ﴾

''اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تہس نہس کر دیا اور اُن کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں۔''(11)

سوال 1: ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تہس نہس کر دیا اور اُن کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے محمد ﷺ اور قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو پچھلی قوموں کے انجام سے ڈرایا ہے، جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔

(2) ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً﴾ ''اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تہس نہس کر دیا۔'' یعنی کتنی ہی ظالم قوموں کو ہم نے جڑ کاٹنے والے عذاب سے ہلاک کر دیا جنہوں نے اسے جھٹلانے کی پرواہ نہ کی۔ ہٹ دھرمی انسانوں کو لے ڈوبتی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کے لیے ﴿قَصَمْنَا﴾ کا لفظ استعمال کیا جس کے معنی ہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دینا، شدت سے کاٹنا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ظالم بستیوں کو بڑی شدت سے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا گیا، پیس دیا گیا۔

(4) ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا﴾ ''اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔'' (بنی اسرائیل:17)

(5) رب العزت نے مزید مقامات پر پچھلی قوموں کا انجام بیان کیا: ﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۙ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۙ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ ان سے پہلے قومِ نوح عاد اور ثمود جھٹلا چکے ہیں۔ اور قومِ ابراہیم اور قومِ لوط اور اہلِ مدین بھی (جھٹلا چکے ہیں) اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا تو کافروں کو میں نے ڈھیل دی پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا، تو کیسا تھا میرا عذاب! چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (الحج:42.46)

(6) ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا﴾ ''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے اُنہیں سزا دی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔ تو اُنہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا۔'' (الطلاق:9-8)

(7) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک ان کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

سوال 2: پچھلی قومیں کیسے تباہ کی گئیں؟

جواب: (1) قوم عاد اس خوف ناک ہوا سے تباہ کی گئی جو سات راتیں اور آٹھ دن چلتی رہی حتیٰ کہ وہ مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ ﴿كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ﴾ ''عاد نے جھٹلایا تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟ اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تند و تیز ہوا بھیج دی۔ وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے ہوں۔'' (القمر:18۔20)

(2) ﴿وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿٦﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔'' (الحاقۃ:6,7)

(3) عاد ہی کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُم بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''تو جب انہوں نے بادل کی شکل میں اسے اپنی وادیوں میں آتے ہوئے دیکھا تو کہا: ''یہ ہم پر بارش برسانے والا بادل ہے۔'' بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جسے تم نے جلدی طلب کیا تھا، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔'' (الاحقاف:24)

(4) عاد کو ریت میں دفن کر دیا گیا۔ عبار میں ہونے والی کھدائیاں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ ایک فرانسیسی رسالہ لکھتا ہے کہ عبار کا شہر طوفان کے نتیجے میں 12 میٹر ریت کی تہہ کے نیچے دب گیا۔

(5) ثمود کیسے تباہ ہوئے؟ ایک چنگھاڑ نے ان کے دل پھاڑ دیے۔

(6) ثمود کے بارے رب العزت نے فرمایا: ﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٧٨﴾﴾ ''چنانچہ انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے، اور انہوں نے کہا: ''اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔ تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے۔'' (الاعراف:77،78)

(7)﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوۡا كَهَشِيۡمِ الۡمُحۡتَظِرِ﴾ "بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے۔" (القمر:31) (8) قوم نوح کو سیلاب سے تباہ کیا گیا۔

سوال3:﴿وَّاَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ﴾ "اور اُن کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: "اور اُن کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں۔" رب العزت نے ہلاک ہونے والی قوموں کے بعد دوسری قومیں پیدا کر دیں۔

سوال4: اللہ رب العزت نے چلتی پھرتی قوموں کو کیوں تباہ کر دیا؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ ۞ ثُمَّ بَدَّلۡنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الۡحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوۡا قَدۡ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾ "اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ تاکہ وہ گڑگڑائیں۔ پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی کو بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انہوں نے کہا: "بلاشبہ دُکھ سکھ تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچے تھے۔ پھر ہم نے اُن کو اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔" (الاعراف:94,95)

(2) جب تنگ دستی اور خوش حالی دونوں ہی انسانوں کے حالات کی درستگی کے لئے موثر نہیں ہوتیں، انسان ان کے پیچھے قدرت الٰہی کی کار فرمائی کو نہیں مانتا تو انسان کا تکبر اسے لے ڈوبتا ہے یہی زمین میں فساد پھیلانے کا سبب بنتا ہے۔ اسی وجہ سے باقی ساری انسانیت کو بچانے کے لئے انسانیت کے سرطان کاٹ کر رکھ دیے جاتے ہیں۔

(3) جب لوگ زلزلوں، سیلابوں اور سونامیوں کے پیچھے اپنی اخلاقی کمزوریوں، کاروباری بددیانتیوں کو نہیں دیکھتے، بلکہ اسے موسمی تبدیلیوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ایک کے بعد ایک عذاب دیتے چلے جاتے ہیں۔

(4) قرآن وسنت کی تعلیمات یہ واضح کرتی ہیں کہ جب دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں عام ہوجائیں، جب قتل وغارت کا بازار گرم ہوجائے، جب عریانی اور فحاشی انسانوں اور جانوروں میں فرق نہ رہنے دے، جب عدل وانصاف ختم ہوجائے، جب ظلم حد سے بڑھ جائے، جب بے حیائی کو فیشن کا نام دیا جائے، جب دین کا مذاق اڑایا جائے تب زمین انسانوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے سے عاجز آجاتی ہے۔ پھر کبھی آتش فشاں پھٹتے ہیں، کبھی زلزلے آتے ہیں، کبھی سونامی آتی ہے اور کبھی آسمانی بجلی گرتی ہے۔

(5) خوف ناک طوفانوں کی آمد میں عبرت ہے۔ ایسے واقعات اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی یاد دلاتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے جیسے طوفان نوح اور قیامت کا زلزلہ جو آنے والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ‌ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ۞ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى وَلٰـكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيۡدٌ﴾ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم

اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہوجائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔'' (الحج:1,2)

﴿فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ﴾

''تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تب وہاں سے وہ بھاگ رہے تھے۔'' (12)

سوال1:﴿فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ﴾''تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تب وہاں سے وہ بھاگ رہے تھے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:''تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تب وہاں سے وہ بھاگ رہے تھے۔''(1) پھر جب اُنہوں نے حواس کے ذریعے سے عذاب یا اس کے آثار کو دیکھ لیا یا آوازوں سے، کڑک سے، گرج سے اندازہ لگالیا تو اس سے بچنے کے لیے فرار کا راستہ اختیار کرنے لگے۔

(2) عذاب کو دیکھ کر ظالم بھاگنے لگے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ گویا وہ بھاگ دوڑ کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں یعنی وہ بھاگ کر اتنا آگے نکل سکتے ہیں کہ عذاب ان سے پیچھے رہ جائے گا۔

﴿لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ﴾

''بھاگو مت! اور واپس جاؤ اُس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔'' (13)

سوال1:﴿لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ﴾''بھاگو مت! اور واپس جاؤ اُس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''بھاگو مت! اور واپس جاؤ اُس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔'' فرشتے ان سے طنزیہ کہتے ہیں بھاگو مت، اپنے عیش و آرام اور لذتوں بھری زندگی کی طرف لوٹ کر دکھاؤ۔

(2) اب کیوں بھاگ رہے ہو؟ اپنے عیش و آرام کی جگہوں کو، اپنے بھرے گھروں کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ واپس لوٹ جاؤ۔ یہی لذتیں تھیں جنہوں نے تم سے جرائم کا ارتکاب کروایا۔ یہی لباس کھانے اور مجلسیں تھیں جنہوں نے تمہیں دھوکے میں ڈال کر غافل کر رکھا تھا اور تم اطمینان کے ساتھ بڑے بن رہے تھے۔ اب جاؤ دنیا میں ڈیرے ڈالو پھر تم سے جواب دہی کی جائے گی۔

(3) تم سے تمہارے کاموں اور دنیا کے معاملات کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (ایسر التفاسیر:913)

(4) وقت تو ہاتھ سے نکل گیا اور عذاب بھی نازل ہوگیا اور دنیا بھی چلی گئی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے عذاب دیکھ کر بھاگنے والوں کو کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) بھاگنے والوں کو یہ شعور دلایا گیا کہ یہ وہی سامان عیش وعشرت ہے جس نے تمہیں غافل رکھا تھا، جس کے اندر تم چین میں تھے۔ ان سے مت بھاگو۔ یہ تمہارے گھر ہیں اُن سے مت بھاگو۔ اس منظر میں انسان کو یہ شعور مل جاتا ہے کہ گھروں کی دعوت ہلاکت کی دعوت ہے۔

(2) بھاگنے والوں سے کہا جاتا ہے کہ واپس جاؤ شاید تم سے پوچھا جائے۔ اس طرح سے یہ شعور دلایا گیا ہے کہ جن عیش پرستیوں میں ہو اُن کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ دولت کہاں سے حاصل کی اور کن کاموں میں خرچ کر ڈالی۔

(3) یوں اس منظر سے اللہ تعالیٰ نے گھر اور دولت پر ملکیت کے احساس کو توڑا ہے کہ جنہیں تم اپنا سمجھتے ہو، جن کے پیچھے زندگی کے مقصد تک کو بھول جانا چاہتے ہو، جنہوں نے تمہیں غافل کر رکھا ہے وہ تمہیں کس مقام پر پہنچانے والے ہیں۔

﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا کہ ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔'' (14)

سوال 1: ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا کہ ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''انہوں نے کہا کہ ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔'' ظالم جب عذاب سے بھاگ بھاگ کر تھک جائیں گے تو انہیں سمجھ آئے گی کہ وہ عذاب الٰہی میں گھر چکے اور بھاگنے دوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سمجھ کے بعد وہ بدل جائیں گے اور اعتراف کریں گے کہ یقیناً ہم ظالم تھے پھر وہ اپنے گناہوں پر توبہ کریں گے۔

(2) وہ یہ کہتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل ہو جائے گا اور انہیں ہلاک کر دے گا۔ (جامع البیان: 11/17)

﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ﴾

''تو اُن کی ہمیشہ یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹا ہوا، بجھا ہوا بنا دیا۔'' (15)

سوال 1: ﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ﴾ ''تو اُن کی ہمیشہ یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹا ہوا، بجھا ہوا بنا دیا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ﴾ ''تو اُن کی ہمیشہ یہی پکار رہی'' وہ پکار پکار کر کہتے رہے ہائے ہم ظالم تھے۔ ہم برباد ہو گئے۔ وہ پکارتے ہی رہے یہاں تک کہ وہ کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کا ڈھیر ہو گئے جس میں کوئی حرکت، کوئی توانائی نہ رہی۔

(2) ﴿حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ﴾ ”یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹا ہوا، بجھا ہوا بنا دیا۔“ یہاں تک کہ ان کی پکار، ان کی آوازیں، ان کی حرکت بجھ گئیں ختم ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا بھس اڑا دیا۔ وہ ایسے مٹا دیے گئے کہ نہ آواز رہی، نہ تذکرہ۔ اس لئے تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلانے سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر اسی طرح نازل ہو جائے جیسے پہلے لوگوں پر ہوا تھا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے آباد بستیوں کی تباہی کے منظر کو ہمارے شعور میں لا کر کیا سمجھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے آباد بستیوں کی تباہی کے منظر کو ہمارے شعور میں لا کر یہ سمجھایا ہے کہ آج حرکت اور زندگی ہے۔ آج دُنیا کا ساز و سامان ہے تو تم حق کو نظر انداز کر رہے ہو۔ کل جب یہ ساز و سامان کام نہیں آئے گا تو تمہاری آنکھ کھلے گی لیکن اس وقت کی توبہ کسی کام نہیں آئے گی۔ جب انسان کی قوتیں، صلاحیتیں، مال، عمل کا وقت سبھی کچھ کھو چکا ہوگا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ زندگی کے کھیت کے کٹ جانے کے بعد اعمال کام نہیں آئیں گے لہٰذا آج وقت سے فائدہ اٹھالو۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾

”اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ان کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔“ (16)

سوال 1: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ ”اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ان کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ”اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ان کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔“ (1) اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ کائنات کو عدل وانصاف سے ایک مقصد کے لئے بنایا ہے۔ اسے بے فائدہ اور عبث پیدا نہیں کیا۔ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کائنات بچوں کا کھیل ہو ادھر بنایا اور ادھر بگاڑا۔

(2) اللہ تعالیٰ کے عدل کا تقاضا ہے کہ وہ نیک لوگوں کو ان کی بھلائیوں کی جزا دے اور بروں کو ان کی برائیوں کی سزا دے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ”اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اُس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے اور یقیناً اگر آپ کہیں کہ بلاشبہ تم موت کے بعد اٹھائے جانے والے ہو تو جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔“ (ھود:7)

(3) رب العزت نے انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا مقصد بتایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔“ (الذاریات:56)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴾ ''اور ہم نے آسمان کواور زمین کواور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا سو جنہوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے۔'' (ص:27)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (۱۹۰) الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔'' (آل عمران:190,191)

(6) اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے زمین اور آسمان کو کھیل تماشے کے طور پر عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا بلکہ ان کو حق کے ساتھ اور حق کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ بندے اس کائنات سے استدلال کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، عظمت والا، کائنات کی تدبیر کرنے والا، حکمت والا اور رحمان ورحیم ہے، جو کمال کلی، ہر قسم کی تعریف اور تمام تر عزت کا مالک ہے۔ وہ اپنے قول میں سچا ہے۔ اس کے رسول بھی اس کی طرف سے خبر دینے میں سچے ہیں۔ وہ قادر ہستی جو زمین وآسمان کو ان کی وسعت اور عظمت کے ساتھ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ جسموں کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے تاکہ نیک کو اس کی نیکی کی جزا اور بد کو اس کی بدی کی سزا دے۔ (سعدی:1662/2)

(7) جو لوگ حق کی دعوت کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہوتے وہ دُنیا کو کھلونا سمجھتے ہیں جس کا مقصد کھیل اور تفریح کے سوا کچھ نہیں۔

(8) اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو بامقصد بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اتفاقی طور پر نہیں اپنی حکمت سے بنایا ہے۔ جیسے حکمت سے زمین وآسمان بنائے ہیں ایسے ہی اپنی حکمت سے رسولوں کو بھیجا، کتابیں نازل کیں اور انسان کی زندگی کا مقصد مقرر کیا۔ مقصدیت اس کائنات کی بنیاد ہے۔

﴿ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾

''اگر ہم ارادہ کرتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اسے اپنے ہی پاس سے بنالیتے اگر ہم کرنے ہی والے ہوتے۔'' (17)

سوال1: ﴿ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ ''اگر ہم ارادہ کرتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اسے اپنے ہی پاس سے بنالیتے اگر ہم کرنے ہی والے ہوتے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اگر ہم ارادہ کرتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اسے اپنے ہی پاس سے بنالیتے اگر ہم کرنے ہی والے ہوتے۔'' (1) یعنی اگر ہم کھیل

تماشے اور شغل کا ارادہ کرتے تو ہم اپنے پاس سے ہی بنا لیتے تمہیں اطلاع بھی نہ دیتے۔اس کے لئے نہ زندگی کو پیدا کرتے، نہ موت کو، نہ موت کے بعد کی زندگی کو، نہ جنت بناتے، نہ جہنم، نہ ہی اس مقصد کے لئے حساب کتاب کا سلسلہ قائم کرتے۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے پاس سے کچھ چیزیں کھیل کی بنا لیتے۔اس کے لیے اتنی وسیع کائنات اور بے شمار مخلوقات بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾

''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔'' (18)

سوال 1: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس کا مطلب ہے حق اور باطل کے درمیان کی کشمکش اور تصادم جو مقاصد کائنات میں سے ہے۔

(2) اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھایا ہے۔اسی مقصد کے لیے وہ فرماتا ہے:

(3) ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ﴾ ''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں'' یعنی ہم حق کو باطل کے دماغ پر دے مارتے ہیں۔

(4) ﴿فَيَدْمَغُهٗ﴾ ''تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اس مقصد کے لئے حق کو نازل فرماتے ہیں جس سے باطل پر چوٹ لگتی ہے۔اور اس کا باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

(5) ﴿فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ ''چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے'' یعنی حق کی چوٹ سے باطل کا دماغ چورا چورا ہو جاتا ہے۔جب بھی کوئی باطل کو حق ثابت کرنے کے لئے یا حق کو رد کرنے کے لئے دلیل لے کر آتا ہے تو حق کے دلائل جو رب العزت کی جانب سے آئے ان میں اتنا زور ہوتا ہے کہ وہ باطل کا قلع قمع کر دیتے ہیں اور یوں باطل کا بطلان واضح ہو جاتا ہے۔

(5) کتاب اللہ یعنی قرآن حق ہے اور ابلیس باطل ہے۔اور یہ بھی کہا گیا کہ حق نصیحت ہے اور باطل نافرمانی کے کام ہیں۔(فتح القدیر: 3/502)

(6) حق اور باطل کی باہمی کشمکش کا مقصد یہ ہے کہ حق غالب آ جائے اور باطل یعنی شر مغلوب ہو جائے۔

(7) عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں (فتح کے بعد) داخل ہوئے تو کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے۔ نبی ﷺ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ہر ایک کو ٹکراتے جاتے اور پڑھتے جاتے: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ

زَهُوْقًا﴾ حق آیا اور جھوٹ نابود ہوا بیشک جھوٹ نابود ہونے والا ہی تھا۔ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾ ''کہہ دو کہ حق آ گیا ہے اور باطل نہ آغاز کرسکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کرسکتا ہے۔'' (صحیح بخاری:4720)

(8) ﴿وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾ ''اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔'' (i) انسان کی فضول اور لایعنی باتیں مثلاً کائنات ایک کھیل تماشا ہے یا یہ کہ یہ ایک کھلنڈرے کا شوق ہے۔ (ii) فضول اور لایعنی باتوں کی وجہ سے انسان حق سے گریز کرتا ہے اور باطل کو اختیار کرنے میں اُسے ہچکچاہٹ نہیں ہوتی۔ (iii) یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی جان کو یا کسی اور کو شریک ٹھہراتے ہیں ان کے لئے تباہی اور بربادی ہے۔ کافروں کی تمام کوششوں کا انجام حسرت و ناکامی پر ہوا، وہ اسلام کی ترقی کو نہ روک سکے، نہ اسلام میں داخل ہونے والوں کو مرتد بنا سکے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے آباء کے رسوم و رواج کو تباہ شدہ اور ہلاکت زدہ دیکھ لیا۔

سوال 2: حق اور باطل کی کشمکش کیا ثابت کرتی ہے؟

جواب: (1) حق اور باطل کی کشمکش یہ ثابت کرتی ہے کہ کوئی ایسا وقت آنے والا ہے، جب یہ کھل جائے گا کہ حق کیا تھا اور باطل کیا تھا۔

(2) ایسا وقت آنے والا ہے جب حق کا ساتھ دینے والوں کو کامیاب اور باطل کا ساتھ دینے والوں کو ناکام کردیا جائے گا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یا لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے؟ تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر کردے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کردیتا ہے۔ یقیناً وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔'' (الشوریٰ:24)

سوال 3: حق اور باطل کی کشمکش میں انسان کا کیا کردار ہے؟

جواب: (1) انسان حق اور باطل میں سے کوئی ایک راستہ انتخاب کرسکتا ہے۔ (2) انسان حق کا ساتھ دے اور باطل کا مقابلہ کرے۔

(3) انسان اپنی کامیابی کے لیے آج کوشش کرے اور حق کی کامیابی کو اپنی کامیابی بنالے۔

(4) انسان کی فطرت سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ فطرت کے اندر خیر اور شر کی، حق اور باطل کی تمیز پائی جاتی ہے۔

﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اُسی کا ہے اور جو اُس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔'' (19)

سوال 1: ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ ''اور

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اُسی کا ہے اور جو اُس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اُسی کا ہے'' اللہ رب العزت کی شان کا اندازہ لگاؤ کہ وہ آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان والی تمام چیزوں کا مالک ہے۔

(2) آسمانوں اور زمین کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں سب اس کی مملوک اور غلام ہیں۔

(3) آسمانوں اور زمین کا اقتدار اس کی ملکیت میں ہے۔ اس میں نہ کوئی اس کا مددگار ہے، نہ حصہ دار پھر کیسے کسی اور کو معبود بنایا جاسکتا ہے اور کیسے کسی کو اس کی اولاد قرار دیا جاسکتا ہے؟ پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز کی مالک ہے، جو عظیم ہے جس کے آگے ساری مخلوقات کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔

(4) ﴿وَمَنۡ عِنۡدَهٗ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسۡتَحۡسِرُوۡنَ﴾ ''اور جو اُس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں'' اور اس کے پاس والے مقرب فرشتے اس کی عبادت سے نہیں شرماتے۔ جیسے کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَنۡ يَّسۡتَنۡكِفَ الۡمَسِيۡحُ اَنۡ يَّكُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰهِ وَلَا الۡمَلٰٓئِكَةُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ وَمَنۡ يَّسۡتَنۡكِفۡ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَيَسۡتَكۡبِرۡ فَسَيَحۡشُرُهُمۡ اِلَيۡهِ جَمِيۡعًا﴾ مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اس کی عبادت سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔ (النساء: 172)

(5) جو اس کی عبادت کو محبت شوق اور شدت رغبت سے کرتے ہیں۔ وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں نہ عبادت کرتے ہوئے اکتاتے اور تھکتے ہیں۔ فرشتے اس کی عبادت سے لطف اور لذت حاصل کرتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے، زمین اور آسمان کی ساری مخلوق اس کی عبادت کرتے ہیں، انسان اپنے مالک کا حق کیسے ادا کرسکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے، اس کا انسان پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی غلامی کرے، اس پر والہانہ طریقے سے فدا ہو۔ اس کی عظمت کے یقین کے ساتھ اس کی پرستش کرے، اس کے گن گائے، اس کی حمد کرے، اس سے بھلائی کی امید لگائے، اس کی گرفت سے ڈرے، اس سے نیکی کی جزا کی امید رکھے، اس سے برائی کی سزا کا اندیشہ رکھے، اس کو اپنا مالک اور مختار سمجھے، اس کے مطالبوں کو پورا کرے۔ وہ جس کام سے روک دے اس سے رک جائے، وہ جو اصول مقرر کردے اس کی پابندی کرے، وہ جو حدود مقرر کرے اس کے اندر رہے، وہ جو حلال و حرام مقرر کردے اس کو دل کی خوشی کے ساتھ مانے، اسے اپنے لئے ہدایت کا سرچشمہ تسلیم کرے، وہ جن سے محبت رکھتا ہے ان سے محبت کرے، وہ جن سے دشمنی رکھتا ہے ان کی مخالفت کرے۔ اس کے اشاروں پر اپنا سب کچھ وار دے۔ وہ اعلان کرے

کہ میں اللہ تعالیٰ کی کے سوا کسی کی عظمت کو تسلیم نہیں کرتا، کسی کے بنائے ہوئے اصول ضابطے مجھے قبول نہیں، میں کسی کی بالادستی کو قبول نہیں کرتا، میں کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا، میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر دوسری خدائی کا انکار کرتا ہوں۔

سوال 3: جب کوئی انسان یہ سوچ لیتا ہے کہ میرے اوپر کوئی مالک، کوئی حاکم نہیں، میں آزاد ہوں جو چاہوں کروں تو اس کی وجہ سے اس کے رویے میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے اُوپر کوئی حاکم، کوئی مالک نہیں میں آزاد ہوں جو چاہوں کروں تو پھر انسان سرکشی کرتا ہے۔

(1) جو لوگ رب کو نہیں مانتے ہیں وہ کسی کو وسیلہ یا شفیع مان کر سرکشی کرتے ہیں۔

(2) وہ کسی کو رب کا مقرب مان کر اس سے عقیدیت کا اظہار کر کے سرکشی کرتے ہیں۔

﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾

''وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وہ وقفہ نہیں کرتے۔'' (20)

سوال 1: ﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ ''وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وہ وقفہ نہیں کرتے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وہ وقفہ نہیں کرتے۔'' یعنی وہ فرشتے کبھی عبادت بند نہیں کرتے۔

(2) وہ اپنے تمام اوقات میں دم لئے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی حمد اور تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔

(3) فرشتے اپنے ارادے سے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔ وہ کبھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

(4) ﴿لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ ''وہ وقفہ نہیں کرتے'' وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح سے نہیں تھکتے۔

(5) عبداللہ ابن حارث کہتے ہیں کہ میں نے کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا باتیں، پیغام رسانی اور دیگر کام فرشتوں کی تسبیح میں مزاحم نہیں ہوتے؟ پوچھا یہ لڑکا کون ہے؟ لوگوں نے کہا: آل عبدالمطلب کا ایک بچہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے میری پیشانی چوم کر فرمایا: بیٹا ان کی تسبیح تمہاری سانس کی طرح ہے کیا تم بات چیت میں اور چلتے پھرتے سانس نہیں لیتے؟ جیسے سانس میں کوئی کام مزاحم نہیں ہوتا، اسی طرح تسبیح میں مزاحم نہیں ہوتا۔ (السراج المنیر:1202/2)

سوال 2: فرشتوں کے بارے میں غلط عقیدہ کی اصلاح کے لئے رب العزت نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے؟

جواب: جو لوگ فرشتوں کو اپنا شفیع اور وسیلہ بنا لیتے ہیں اُن کے غلط عقیدے کی اصلاح کے لیے رب العزت نے وضاحت کی ہے کہ جن کا تم اختیار سمجھتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور دن رات تسبیح کر رہے ہیں۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ﴾

''یا اُنہوں نے زمین سے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ کسی کو زندہ کریں گے؟'' (21)

سوال1: ﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ﴾ ''یا اُنہوں نے زمین سے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ کسی کو زندہ کریں گے؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ﴾ ''یا اُنہوں نے زمین سے معبود بنا رکھے ہیں'' اللہ رب العزت نے اپنی عظمت، اپنے اقتدار کامل اور ملکیت کامل کی حقیقت بیان کرنے کے لئے بعد اور یہ واضح کرنے کے بعد کہ ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے مشرکوں سے پوچھا کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا پتھر، سونے، چاندی اور پیتل کے معبود بنا لئے ہیں، جو ہر قدرت سے محروم ہیں۔

(2) ﴿هُمْ يُنْشِرُوْنَ﴾ ''کہ وہ کسی کو زندہ کریں گے؟'' یعنی وہ حشر ونشر پر قدرت نہیں رکھتے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اٹھائے جانے کا۔ (الفرقان:3)

(3) ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ (۷۴) لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (۷۵)﴾ اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تا کہ اُن کی مدد کی جائے۔ وہ اُن کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں۔ (یاسین:74,75)

(4) جو نہ کسی کو زندگی دے سکتے ہیں، نہ کسی کو موت سے بچا سکتے ہیں پھر کس وجہ سے معبود بنائے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کئے گئے ہیں؟

سوال2: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود فرض کرنا کس بنیاد پر ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود فرض کرنا جہالت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ (i) انسان معبود بنانے کی حقیقت سے لاعلم ہوتے ہیں۔ (ii) اُن کے پاس جھوٹے معبودوں کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن

سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (22)

سوال1: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ ''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا'' اگر زمین اور آسمان میں کئی معبود ہوتے تو ان کا نظام تباہ و برباد ہو جاتا۔

(2) کائنات کا نظام کامل ہے جو کہ Error free ہے۔ اس میں کوئی نقص اور کوئی خلل نہیں۔

(3) اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات میں کوئی اور تدبیر کرنے والا، فیصلے کرنے والا، انتظام کرنے والا مان لیا جائے تو زمین میں امن رہے نہ آسمانوں میں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ ۢبِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿91﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا، پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (المؤمنون:91,92)

(4) اگر دو معبود ہوتے تو کائنات کا نظام چلانے والی دو ہستیاں ہوتیں، دو کے ارادے ہوتے، دو کے فیصلے چلتے تو یہ کائنات کیسے قائم رہ سکتی تھی؟ کیونکہ دونوں کا ارادہ ٹکراتا، دونوں کی مرضی ٹکراتی، دونوں کے اختیارات ایک دوسرے کی مخالفت میں استعمال ہوتے اور کائنات میں فساد برپا ہو جاتا چونکہ ایسا نہیں ہوا اس کے معنی یہ ہیں کہ کائنات میں ایک ہستی کا ارادہ کارفرما ہے۔ سب کچھ اس کے حکم پر ہوتا ہے۔ اس کے دیئے ہوئے کو کوئی روک نہیں سکتا، اگر وہ اپنی رحمت کو روک لے تو اُس کو کوئی دینے والا نہیں ہو سکتا۔

(5) ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ پاک ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے، وہ ایک ہے، وہی کمال کا مالک ہے۔

(6) ﴿رَبِّ الْعَرْشِ﴾ ''عرش کا رب'' یعنی وہ عرش جو ساری مخلوقات سے بڑا ہے، اس کا رب بھی وہی ہے۔

(7) ﴿عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' یعنی جو کافر اور مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اس کی کوئی بیوی ہے، اس جیسا کوئی نہیں، وہ ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے۔

﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾

''وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا اور اُن سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔'' (23)

سوال1:﴿لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ﴾ ’’وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا اور اُن سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔‘‘ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ﴾ ’’وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا‘‘ اللہ تعالیٰ ایسا مالک اور ایسا حاکم ہے جس کی قوت، قدرت اور غلبے کی بنیاد پر کوئی اس کا حکم ٹال نہیں سکتا۔

(2) اس کے جلال، اس کی کبریائی، اس کی عظمت، اس کے علم، عدل، حکمت اور لطف و کرم میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

(3) اس نے ہر چیز کو انتہائی احسن طریقے سے تخلیق کیا، اس سے کوئی سوال نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی کسی تخلیق میں کوئی عیب اور کوئی خلل نہیں۔

(4)﴿وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ﴾ ’’اور اُن سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔‘‘ اور ساری مخلوقات سے ان کے اعمال کی جواب طلبی ہوگی، کیونکہ وہ عاجز ہیں، محتاج ہیں، غلام ہیں، وہ نہ اپنی ذات پر اختیار رکھتے ہیں اور نہ دوسروں کے بارے میں ذرہ برابر اختیار رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَوَ رَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۹۲) عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۹۳)﴾ ’’سو قسم ہے آپ کے رب کی! یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ اس کے متعلق جو وہ عمل کرتے تھے۔‘‘ (الحجر:93,92)

(5)﴿وَّ هُوَ یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ﴾ ’’اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی ہے۔‘‘ (المؤمنون:88)

سوال2: رب العزت نے﴿لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ﴾ سے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب:﴿لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ﴾ ’’وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا‘‘ (1) رب العزت نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حاوی ہے۔ (2) اس سے یہ ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادے میں آزاد ہے۔

(3) اس سے یہ ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اُوپر کوئی قید و بند نہیں، نہ کوئی دوسرا ارادہ آڑے آسکتا ہے۔

(4) اس کے ارادے کے سامنے وہ قانون بھی رکاوٹ نہیں جو اُس نے خود جاری کیا۔

(5) سوال تو کسی معیار اور حدود کے مطابق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو خود پیمانے بنانے والا ہے اس کو کوئی سوال نہیں کر سکتا۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

’’یا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں؟ آپ کہہ دیں اپنی دلیل لاؤ، یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر حق نہیں جانتے، چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں۔‘‘ (24)

سوال:﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

لَا يَعْلَمُوْنَ لا الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''یا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنار کھے ہیں؟ آپ کہہ دیں اپنی دلیل لاؤ، یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر حق نہیں جانتے، چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً﴾ ''یا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنار کھے ہیں؟'' یعنی مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا بہت سے معبود بنا لئے ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔

(2) ﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں اپنی دلیل لاؤ'' اپنے مؤقف پر دلیل پیش کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی ہے جو عبادت کا حق رکھتا ہے تو قرآن اور ساری آسمانی کتابیں مشرکوں کے خلاف دلائل دے رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(3) مشرک اپنے مؤقف کی حجت پر کوئی دلیل اور حجت پیش نہیں کر سکتے۔

سوال 2: ﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر حق نہیں جانتے، چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ﴾ ''یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں'' یعنی قرآن کریم جس میں شرک کے باطل ہونے پر دلائل ہیں، جس میں عقلی اور نقلی دلیلوں کے ساتھ ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

(2) ﴿وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ﴾ ''اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے'' اور پہلی آسمانی کتابیں، تورات، زبور اور انجیل وغیرہ میرے مؤقف کی صحت پر متفق ہیں۔

(3) ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ﴾ صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، وہ صرف اپنے آباء اور بڑوں کی تقلید کی وجہ سے اپنے مؤقف پر قائم ہیں اور علم کے بغیر، ہدایت کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں۔

(4) ﴿فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں'' یعنی اگر وہ حق کے علم سے محروم ہیں تو اپنے اعراض کی وجہ سے۔ اگر وہ حق کا علم حاصل کرتے تو حق ان پر واضح ہو جاتا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (25)

سوال1:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو'' تمام انبیاء علیہم السلام کی مرکزی دعوت توحید رہی ہے، آج تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہو گئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ (النحل:36)

(2) اگر چاہتے ہو تو تحقیق کر لو۔ ﴿وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے؟ (الزخرف:45)

(3) سارے انبیاء اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید ہی کی دعوت دینے کے لیے آئے۔

(4)﴿فَاعْبُدُوْنِ﴾ چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو، لہٰذا اخلاص کے ساتھ میری عبادت کرو۔

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے کہا رحمٰن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں۔'' (26)

سوال1:﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا رحمٰن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا رحمٰن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے'' یہاں مشرکین عرب کے غلط عقیدے کی طرف اشارہ ہے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔

(2) مشرکوں کا گمان تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، رب العزت نے ان کی تردید کرتے ہوئی فرمایا:

(3)﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ ''وہ اس سے پاک ہے۔'' وہ تو اولاد سے پاک ہے۔

(4)﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں۔'' فرشتے تو اللہ تعالیٰ کی عزت والی مخلوق ہیں۔فرشتے تو اس کے غلام ہیں، ہاں فرشتوں کی شان اور مقام بلند ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے فرماں بردار ہیں جو کبھی نافرمانی نہیں کرتے۔

(5) فرشتوں کی عزت وعظمت کا کیا کہنا! قرآن خود جنہیں معزز قرار دے، ان کے اعزاز واکرام کا کیا پوچھنا! (تفسیر ماجدی:292/3)

﴿لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ﴾

''وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔'' (27)

سوال1:﴿لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ﴾ ''وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ﴾ ''وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے'' یہ فرشتوں کی عبودیت کا کمال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے بارے میں کوئی بات نہیں کرتے جب تک کہ وہ خود حکم نہ دے۔

(2)﴿وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں'' یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔کبھی اس کے حکم کی خلاف ورزی کی جرأت نہیں کرتے۔(3) فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانے میں جلدی کرتے ہیں۔

(4) فرشتے جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کا علم انہیں گھیرے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔

(5) فرشتے کمال درجے کا ادب کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت اور کمال علم سے پوری طرح واقف ہیں۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ (١٠) كِرَامًا كَاتِبِیْنَ (١١) یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (١٢)﴾ ''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں۔معزز لکھنے والے۔وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' (الانفطار:10-12)

﴿یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾

''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' (28)

سوال1:﴿یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''وہ جانتا ہے جواُن کے سامنے ہے اور جواُن کے پیچھے ہے'' اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ماضی، حال اور مستقبل سے باخبر ہے۔

(2)فرشتے اللہ تعالیٰ کے علم کے احاطے سے نکل نہیں سکتے۔(3)فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی تدبیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔

(4)فرشتے اللہ تعالیٰ سے کسی بات میں سبقت نہیں کرتے۔

سوال2:﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے''فرشتے اسی کی سفارش کریں گے جس سے اللہ رب العزت راضی ہوگا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس کی جناب میں سفارش کرے'' (البقرۃ:255) (3)﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔'' (سبا:23)

(4) جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اجازت دیتا ہے تب وہ سفارش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی سے راضی ہوتا ہے جس کا عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور محمد ﷺ کی اتباع میں ہو۔

(5)﴿وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾''اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں'' یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

(6)فرشتے اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے خوف زدہ رہتے ہیں۔ اور اس کے کمال پر وہ دہشت کے مارے سہمے رہتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور ان میں سے جو کہتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں تو اسی کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ظالموں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔''(29)

سوال1:﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾''اور ان میں سے جو کہتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں تو اسی کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ظالموں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے فرشتوں کی الوہیت اور ربوبیت کی نفی کرنے کے بعد واضح فرمایا ہے کہ الوہیت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

(2)ان میں سے یعنی فرشتوں میں سے فرض کیا کوئی دعویٰ کرتا ہے:﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾''اور ان میں سے جو کہتا

ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں'' کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کا حق رکھتا ہوں۔

(3)﴿فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو اسی کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ظالموں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں'' رب العزت نے فرمایا کہ ایسا دعویٰ کرنے پر ہم اسے جہنم میں جھونک دیں گے۔اور ظالموں کو تو ہم ایسی سزا دیا کرتے ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے ایسا دعویٰ کبھی نہیں کر سکتے۔کیونکہ اگر وہ دعویٰ کریں تو جہنم میں جھونک دیے جائیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الزمر:65)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِیْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ۔'' وہ کہے گا:'' آپ پاک ہیں،میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا،آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے،بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔'' (المائدہ:116)

(6)﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا﴾ ''مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اس کی عبادت سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔'' (النساء:172)

رکوع نمبر 3

﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا،تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' (30)

سوال1:﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں

نے دیکھانہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں'' کیا ان لوگوں نے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا؟ وہ دیکھتے تو جان لیتے۔(جامع البیان:20/17)

(2) یعنی جو اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی قدرت، اس کے علم اور اس کی عبادت کے واجب ہونے کا انکار کرتے ہیں، جب کہ اس کا علم، اس کی قدرت اور اس کی حکمت، اس کی علوی و سفلی مخلوقات میں، آسمانوں اور زمین میں ظاہر ہے۔

(3)﴿اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰهُمَا﴾ ''کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا'' کیا ان لوگوں نے جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا اور عبودیت کو اس کے لئے خالص کرنے سے انکار کیا ان نشانیوں کو نہیں دیکھا جو عیاں طور پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رب محمود و کریم اور معبود ہے۔ وہ زمین و آسمان کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ان کو ایک دوسرے سے جڑا ہوا پاتے ہیں، آسمان میں کوئی بادل ہوتا ہے نہ بارش، زمین مردہ، بے آب و گیاہ اور بنجر دکھائی دیتی ہے، پھر ہم دونوں کو جدا کر دیتے ہیں، آسمان کو پانی کے ذریعے سے اور زمین کو نباتات کے ذریعے سے۔(تفسیر سعدی:1669/2)

(4) رتق کے معنی دو چیزوں یا کئی چیزوں کا مل کر جڑ جانا اور چسپیدہ ہونا ہے اور ''فتق'' کے معنی ایسی گڈمڈ شدہ اور جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کر دینا ہے۔(تیسیر القرآن:102/3)

(5) شروع میں آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے تہہ بہ تہہ چمٹے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین کو جدا فرمایا اور سات آسمان بنائے اور سات ہی زمینیں اور دنیاوی آسمان و زمین کے درمیان حد فاصل ہوا بنائی۔

(6) دنیا کے سارے سائنس دان کہتے ہیں کہ وہ کائنات جس میں ہم رہتے ہیں وہ 15 بلین سال پہلے ایک زبردست دھماکے کے بعد وجود میں آئی، جسے عام طور پر Big Bang بڑے دھماکے کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ دھماکہ جس سے بہترین نظام وجود میں آیا اللہ رب العزت کے حکم سے ممکن ہوا۔

سوال 2:﴿وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' اس سے مراد یہ ہے کہ پانی زندگی کی بنیاد ہے۔ نباتات، حیوانات اور انسان کی زندگی کی بنیاد پانی بنتا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جانور کو پانی سے پیدا کیا۔'' (النور:45)

(3)﴿اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کیسے وہ بادلوں کو وجود میں لاتا ہے پھر اسے مردہ زمین پر لے جاتا ہے، پھر وہاں بارش برساتا ہے۔ حتیٰ کہ وہاں خوش منظر نباتات اُگ آتی ہیں۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہی حق ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

سوال 4: آسمان اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے کیسے جدا کیا؟

جواب: آسمان اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے، اپنے حکم، اپنے فیصلے سے جدا کیا۔

﴿وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے اور اس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راہ نمائی پائیں'' (31)

سوال 1: ﴿وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے اور اس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راہ نمائی پائیں۔'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ﴾ ''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے'' پہاڑوں کی تخلیق کا مقصد زمین کو رہنے کے قابل بنانا ہے۔ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین ایک جگہ قرار نہ پکڑ سکتی یوں وہ انسانوں کے لیے مستقر نہ بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو گاڑ کر زمین کو ڈانواں ڈول ہونے سے بچا لیا۔

(2) پہاڑوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ط وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی۔'' (لقمان:10)

(3) یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے کمال، اس کی وحدانیت اور رحمت پر دلیل ہے کہ جب زمین میں پہاڑوں کے بغیر ٹھہراؤ نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے سے اس میں ٹھہراؤ پیدا کیا تاکہ وہ بندوں کے ساتھ جھک نہ جائے یعنی زمین میں اضطراب پیدا نہ ہو اور بندے سکون اور کھیتی باڑی کرنے سے محروم نہ رہ جائیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین میں ٹھہراؤ نہ رہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے سے زمین کو ٹھہراؤ عطا کیا تب اس سبب سے بندوں کو جو بہت سے مصالح اور منافع حاصل ہوئے، وہ محتاج وضاحت نہیں۔ چونکہ پہاڑ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور ان میں بہت زیادہ اتصال ہے۔ اگر اسی حالت اتصال میں بڑے بڑے پہاڑ اور بلند چوٹیاں ہوتیں تو بہت سے شہروں کا آپس میں رابطہ نہ رہتا، اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بندوں پر اس کی رحمت ہے کہ اس نے

پہاڑوں کے درمیان راستے بنائے، یعنی آسان راستے جن پر چلنا مشکل نہ ہو، تاکہ وہ اپنی مطلوبہ منزلوں تک پہنچ سکیں اور شاید وہ اسی طرح احسان کرنے والی اس ہستی کی وحدانیت پر اس سے استدلال کر کے راہ ہدایت پالیں۔ (تفسیر سعدی:1669,1670/2)

(4)﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا﴾ ''اور اس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے'' یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے کہ اس نے پہاڑوں کے درمیان آسان راستے بنائے، آسان راستوں پر چلنا مشکل نہیں ہوتا۔

(5) کشادہ راستوں سے مراد دریاؤں کے ساتھ بننے والے راستے اور پہاڑوں کے درمیان درّے ہیں جن کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا آسان ہو گیا۔

(6)﴿لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ﴾ ''تاکہ لوگ راستہ معلوم کریں'' یعنی اپنے سفر کے مقاصد کے لیے راہ نمائی پائیں۔

(7) ہدایت حاصل کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی معیشت کے لیے اپنی تجارت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاسکیں۔

﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾

''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔'' (32)

سوال 1:﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا﴾ ''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا'' اللہ تعالیٰ نے زمین پر آسمانی گنبد بنایا ہے۔ اسی لئے رب العزت نے اسے محفوظ چھت فرمایا۔

(2)(i) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو زمین کی چھت بنایا۔ (ii) یہ چھت محفوظ ہے جس کی وجہ سے آسمان زمین پر نہیں گرتے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے شیاطین سے محفوظ کر دیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے آسمان کے ستاروں کو شیطان سے محفوظ کر دیا۔﴿وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ﴾ ''اور ہم نے ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی ہے۔'' (الحجر:17)

(4) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو گرنے سے محفوظ کر دیا۔﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں۔'' (فاطر:41)

(5) مزید مقامات پر رب العزت نے فرمایا:﴿وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ''اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے۔'' (الحج:65) (6)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''اور اُس کی

نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اورزمین اُس کے حکم سے قائم ہیں۔'' (الروم:25)

(7)﴿وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ج وَلَا يَئُوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا ج وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ﴾''اس کی کرسی آسمانوں اورزمین کو سموئے ہوئے ہے اوران دونوں کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی اوروہی سب سے بلند،سب سے بڑا ہے۔'' (البقرۃ:255)

(8)اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں ہے فرمایا:﴿فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ لا هَلۡ تَرٰى مِنۡ فُطُوۡرٍ﴾''پھرتم نگاہ لوٹاؤ!کیاتم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟'' (الملک:3)

(8)لیکن لوگ ان نشانیوں سے منہ موڑتے ہیں رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُمۡ عَنۡ اٰيٰتِهَا مُعۡرِضُوۡنَ﴾''اوروہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سورج ، چاند،دن اور رات سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ﴾''آسمانوں اورزمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں اوروہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔'' (یوسف:105)

(9)لوگ آسمان کی حیران کن بلندی، کشادگی، ستارے، سیارے اورسورج کی حرکت پرغوروفکرنہیں کرتے۔جس کی وجہ سے انسانوں کے مصالح پورے ہوتے ہیں۔مثلاً موسموں کی تبدیلی،رات اوردن کا آنا،جاناوغیرہ۔اللہ تعالیٰ نے ان کوایک مقررمدت کے لئے بنایاہے۔پھراس وقت کے بعدوہ اسے فنا کردے گا۔جس نے انہیں حرکت دی ہے وہ انہیں ساکن کردے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا تُغۡنِى الۡاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ(۱۰۱)﴾''اورنشانیاں اورڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جولوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (یونس:101)

سوال 2:لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں پرغورکیوں نہیں کرتے؟

جواب:(1)لوگ لہوولعب میں مصروف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پرغوروفکرکرنے کاوقت نہیں پاتے۔

(2)لوگ غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونوں پردھیان نہیں دیتے۔

﴿وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ط كُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ﴾

''اوروہی ہے جس نے رات کواوردن کواورسورج اور چاندکو پیداکیا،سب ایک مدارمیں تیررہے ہیں۔'' (33)

سوال 1:﴿وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ط كُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ﴾''اوروہی ہے جس نے رات کواوردن کواورسورج اور چاندکو پیداکیا،سب ایک مدارمیں تیررہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ﴾''اوروہی ہے جس نے رات اوردن کو پیداکیااورسورج اور چاند کو''دن رات اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیاں ہیں۔(i)اللہ تعالیٰ نے رات آرام کے لیے بنائی۔(ii)اللہ تعالیٰ نے دن کومعاش کے لیے بنایا۔

(iii) اللہ تعالیٰ نے سورج کو دن کی اور چاند کو رات کی نشانی بنایا۔(iv) اللہ تعالیٰ نے مہینوں اور سالوں کا حساب ان ہی کے ساتھ منسلک کر دیا۔

(2) دن میں روشنی اور ہنگامہ ہوتا ہے، رات میں سکون اور اندھیرا ہوتا ہے۔کبھی دن بڑے، کبھی راتیں بڑی، کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے دن میں روشنی کے لئے سورج اور رات کے لئے چاند بنایا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ﴾ ''بڑا بابرکت ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک چمکتا ہوا چاند بنایا۔'' (الفرقان:61)

(4)﴿ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴾ ''سب ایک مدار میں تیر رہے ہیں'' سورج اور چاند اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾ ''سورج اور چاند ایک حساب سے ہیں۔'' (الرحمٰن:5) دونوں کی رفتار اور انداز جدا جدا ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴾ وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ (الانعام:96)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴾ ''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔'' (یٰسین:40)

﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، سو کیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟'' (34)

سوال1:﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، سو کیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی'' دنیا میں ہمیشہ کی زندگی کسی کو نہیں ملی۔رب العزت نے فرمایا:﴿ كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ (۲۶) وَّیَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۲۷) ﴾ ''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے، اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو بڑی شان والا اور عزت والا ہے۔'' (الرحمٰن:26-27)

(2) نبی ﷺ کے دشمن کہتے تھے، محمد ﷺ کے بارے میں انتظار کرو۔تو رب العزت نے جواب دیا:

(3)﴿ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴾ ''سوکیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟'' اے نبی ﷺ آپ اگر دیگر انبیاء کی طرح موت سے ہم کنار ہونے والے ہو تو کیا یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ ''یقیناً تم بھی مرنے والے ہو اور یقیناً یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔'' (الزمر:30)

(4)﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ ''ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے اور یقیناً تم قیامت کے دن ہی اپنے پورے اجر دیئے جاؤ گے، چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔'' (آل عمران:185)

(5)(i) یہ بات کفار کے جواب میں ہے۔ کفار نبی ﷺ کے بارے میں کہتے تھے کہ ایک دن مر ہی جانا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ پہلے بھی کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں ملی۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے موت کے اُصول کو واضح کیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ انسان ہیں اور انسان کے لیے ہمیشگی نہیں لہٰذا یہ کوئی عجیب بات نہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اس بات کا کیا جواب دیا کہ نبی ﷺ نے ایک دن مر ہی جانا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اگر نبی ﷺ نے مرجانا ہے تو کیا یہ کہنے والے خود نہیں مریں گے؟

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴾

''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم تمہیں اچھی اور بری حالت میں آزماتے ہیں اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے'' (35)

سوال 1: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ ''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم تمہیں اچھی اور بری حالت میں آزماتے ہیں اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ ''ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے'' یعنی کسی کو خواہ کتنی ہی طویل عمر مل جائے، آخر موت کے گھاٹ اترنا ہے۔

(2) سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ میری موت کے آرزومند ہیں تو کیا اس بارے میں میں ہی اکیلا ہوں؟ یہ وہ ذائقہ نہیں جو کسی کو چھوڑ دے۔ (ابن کثیر:401/3)

(3)﴿ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ﴾ ''اور ہم تم کو اچھی اور بُری حالت سے آزماتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کبھی نعمتیں عطا کر کے

آزماتے ہیں کہ کون، صحت، مال اور جوانی پر شکر ادا کرتا ہے اور کبھی وہ مصائب میں مبتلا کر کے آزماتا ہے کہ کون فقر، بیماری اور بڑھاپے میں صبر کرتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُنہیں اچھے اور بُرے حالات سے آزمایا تا کہ وہ پلٹ آئیں۔'' (الاعراف:168)

(5) ﴿وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور ہماری طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' پھر تم لوٹ کر تو ہمارے پاس آؤ گے۔ پھر ہم تمہیں تمہارے اعمال کی جزا و سزا دیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (حٰم سجدہ:46)

سوال 2: ''ہر ایک کو مرنا ہے، کسی کو دوام نہیں'' اس اُصول نے انسانوں کی کیسے اصلاح کی ہے؟

جواب: انسانوں کے عقیدے کی اس اصول سے اس طرح اصلاح ہوئی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ دیوتا یا انبیاء یا اولیاء وفات نہیں پاتے اس اصول نے اُن پر واضح کر دیا ہے کہ حیات جاوداں کسی کو حاصل نہیں۔

سوال 4: شکر اور صبر انسان کو کیا دیتے ہیں؟

جواب: شکر اور صبر کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا سیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ انسان سے راضی ہو جاتے ہیں۔

سوال 5: ناشکری اور بے صبری سے انسان کس چیز کا مستحق بنتا ہے؟

جواب: ناشکری اور بے صبری سے انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق بن جاتا ہے۔ انسان سے اُس کا رب ناراض ہو جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کا مذاق ہی بناتے ہیں کہ کیا یہی ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟ حالانکہ وہ خود بھی رحمٰن کے ذکر کا انکار کرنے والے ہیں۔'' (36)

سوال 1: ﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کا مذاق ہی بناتے ہیں کہ کیا یہی ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟ حالانکہ وہ خود بھی رحمٰن کے ذکر کا انکار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں مذاق ہی بنا لیتے ہیں۔'' مشرکین جب نبی ﷺ کو دیکھتے تو آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے مثلاً ابوجہل آپ ﷺ کو دیکھتے ہی کہنے لگتا۔ اچھا تو یہ لوگ ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے رہتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًاط اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا﴾''اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق بنا لیتے ہیں کہ کیا یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' (الفرقان:41)

(2)﴿اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ﴾ ''کیا یہی ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟'' یعنی یہ وہ شخص ہے جو ہمارے معبودوں کی مذمت کرتا ہے۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔

(3) وہ کہتے تھے کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ اگر ہم اپنے معبودوں کی عبادت پر جمے نہ رہتے تو یہ ہمیں ہمارے راستے سے ہٹا دیتا۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ خود رحمٰن کے ذکر کا انکار کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے خالق کو نہیں پہچانتے اور رسول پہچان کروانے کے لیے آیا ہے اس کے باوجود یہ اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

(5) سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور مشرکوں کے درمیان میں صلح نامہ لکھ دیجیے، پس نبی ﷺ نے کاتب کو بلایا اور نبی ﷺ نے اس سے فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سہیل نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ کون ہے، لہٰذا آپ یوں لکھوایے:﴿بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ﴾ جیسا کہ آپ پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھوائیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ (اس پر اصرار نہ کرو)۔ ﴿بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ﴾ لکھ دو۔'' (بخاری:2731)

(6) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ابتداء میں کس حقارت سے اسلام کو اور نبی ﷺ کو دیکھتے تھے اور کس بے خوفی سے آوازیں کستے تھے! کہتے تھے کہ یہ محمد ﷺ ہے! جو تمہارے بتوں کی مذمت کرتا ہے۔ مگر ایک وقت آپہنچا جب کہ ان کو نبی ﷺ کی عظمت کا سچا احساس ہوا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ جس کو ہم حقارت سے دیکھتے تھے وہ کائنات میں سب سے بڑا انسان ہے۔ (تفسیر سراج البیان:776/3)

سوال 2: کافر رحمٰن کے ذکر کا کیوں انکار کرتے ہیں؟

جواب: کافر اپنی جہالت، ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے رحمٰن کا انکار کرتے ہیں۔

﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ط سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ﴾

''انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے، میں جلد ہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سوتم جلدی طلب نہ کرو'' (37)

سوال 1: ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ط سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ﴾ ''انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے، میں جلد ہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سوتم جلدی طلب نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ ''انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے'' انسان کی فطرت میں عجلت اور جلد بازی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ط وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا﴾ ''اور انسان شر کے لیے بھی ویسے ہی دُعا کرتا ہے جیسے اس کی بھلائی کی دعا ہوتی ہے۔ اور انسان ہمیشہ سے بڑا ہی جلد باز ہے۔'' (بنی اسرائیل:11)

(2) رب العزت نے کفار کا قول نقل کیا ہے: ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

(3) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے عذاب کے مطالبے پر انسان کی جلد باز فطرت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان چونکہ جلد باز ہے اس لیے وہ عذاب کے مطالبے میں بھی جلدی کرتا ہے۔

(4) کفار نزول عذاب کے لئے جلدی مچاتے تھے۔

(5) اہل ایمان بھی یہ کہتے تھے کہ کفار پر عذاب بھیجنے میں دیر کر دی گئی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ پھر جب اُن کا وقت آ جاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ (الاعراف:34)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے ایک آدمی اشج رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، ایک حلم و بردباری اور دوسری جلد بازی نہ کرنا۔'' (مسلم:17/25)

(7) ﴿سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ﴾ ''میں جلد ہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سوتم جلدی طلب نہ کرو۔'' (i) یہاں نشانیوں سے مراد عذاب بھی ہو سکتا ہے۔ (ii) ان سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سچائی کے دلائل بھی ہو سکتے ہیں۔

(8) یعنی جس نے میری نافرمانی کی میں اس سے انتقام لینے کے لئے نشانیاں دکھاؤں گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے آ رہے ہیں؟ تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' (الانبیاء:44)

(9) رب العزت نے فرمایا جلدی نہ کرو: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ط وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ط

وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ”اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔“ (العنکبوت:53)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہاں انسان کی جلدی بازی کا تذکرہ کس حوالے سے کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے عذاب کے مطالبے پر انسان کی جلد باز فطرت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان چونکہ جلد باز ہے اس لیے وہ عذاب کے مطالبے میں بھی جلدی کرتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے عذاب کے مطالبے پر کیا جواب دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جلدی نہ کرو عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

”اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟“ (38)

سوال 1: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ”اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟“ کافر کہتے تھے کہ اگر سچے ہو تو عذاب کا وعدہ پورا کرو۔

(2) وہ اس لئے یہ بات کہتے تھے کہ ابھی سزا مقرر نہیں ہوئی تھی اور ابھی عذاب نازل نہیں ہوا تھا۔

﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾

”کاش! جن لوگوں نے کفر کیا وہ جان پائیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی“ (39)

سوال 1: ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ”کاش! جن لوگوں نے کفر کیا وہ جان پائیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ”کاش! جن لوگوں نے کفر کیا وہ جان پائیں“ یعنی کافر اگر جان لیتے:

(2)﴿حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ﴾ ''جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے''یعنی جب عذاب چھا جائے گا تو وہ اپنے جسموں سے آگ اور عذاب کو ہٹا نہ سکیں گے۔

(3) اللہ رب العزت نے کئی مقامات پر اس آگ کا ذکر فرمایا ہے:﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی۔ یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو۔'' (الزمر:16)

(4)﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔ (المومنون:104)

(5)﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ''ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔'' (ابراہیم:50)

(6)﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپیٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکھف:29)

(7)﴿وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔''یعنی وہ نہ کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے، نہ وہ خود کسی کی مدد کر سکیں گے۔

﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾

''بلکہ وہ اچانک ان پر آ جائے گی چنانچہ انہیں بدحواس کر دے گی پھر وہ اسے دفع کرنے کی طاقت نہ رکھیں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔''(40)

سوال1:﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ اچانک ان پر آ جائے گی چنانچہ انہیں بدحواس کر دے گی پھر وہ اسے دفع کرنے کی طاقت نہ رکھیں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً﴾ ''بلکہ وہ اچانک ان پر آ جائے گی''یعنی جہنم کی آگ انہیں اچانک دبوچ لے گی۔

(2)﴿فَتَبْهَتُهُمْ﴾ ''چنانچہ انہیں بدحواس کر دے گی''یعنی ناگہانی آفت سے وہ گھبرا جائیں گے، دہشت زدہ ہو جائیں گے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے انسان کو خطرے کا احساس دلایا ہے کہ آپ کسی لمحے بھی خطرے سے باہر نہیں ہیں۔
(4) ﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا﴾ ''پھر وہ اسے دفع کرنے کی طاقت نہ رکھیں'' اس عذاب کو دور کرنے کی ان کے پاس کوئی تدبیر نہیں ہو گی، وہ عاجز اور کمزور ہوں گے۔
(5) ﴿وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ﴾ ''اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی'' یعنی انہیں مہلت نہیں دی جائے گی، ان کے لئے عذاب کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔
(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم ہوگی اور آدمی اونٹنی کا دودھ نکال رہا ہوگا اور برتن اُس کے منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور ان کی خرید و فروخت مکمل ہونے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی آدمی اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا اور وہ اس سے دُور نہ ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔'' (بخاری:6505)

سوال 2: قیامت کے اچانک آجانے سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا احساس دلایا ہے؟
جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو خطرے کا احساس دلایا ہے کہ آپ کسی لمحے بھی خطرے سے باہر نہیں ہیں۔

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اُڑایا گیا تو اُن میں سے جن لوگوں نے مذاق اُڑایا تھا انہیں اسی نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' (41)

سوال 1: ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اُڑایا گیا تو اُن میں سے جن لوگوں نے مذاق اُڑایا تھا انہیں اسی نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اُڑایا گیا'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ کو جھٹلانے کا معاملہ نیا نہیں ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے رسولوں کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا تھا۔
(2) ﴿فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ ''تو اُن میں سے جن لوگوں نے مذاق اُڑایا تھا انہیں اسی نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' جس عذاب کو وہ بعید از قیاس سمجھتے تھے اس نے انہیں آگھیرا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اُس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آگئی۔'' (الانعام:34)

(3) مذاق اڑانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو ان کے سارے اسباب کٹ گئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

سوال 3: رسولوں نے مذاق اُڑانے پر کیا ردعمل ظاہر کیا؟

جواب: رسولوں نے تکلیفوں پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی۔

سوال 4: کفار کو رسولوں کا مذاق اُڑانے پر کیا تنبیہ کی گئی؟

جواب: کفار کو یہ تنبیہ کی گئی کہ ہنسی اُڑانے والوں کو اُسی چیز نے گھیر لیا جس کی وہ ہنسی اُڑاتے تھے۔

رکوع نمبر: 4

﴿قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

"آپ کہہ دیں کون ہے جو رات کو اور دن کو تمہیں رحمٰن سے بچا سکتا ہے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں۔ (42)"

سوال 1: ﴿قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ "آپ کہہ دیں کون ہے جو رات کو اور دن کو تمہیں رحمٰن سے بچا سکتا ہے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے ان انسانوں کی بے بسی کو ان کے سامنے رکھا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رات دن اپنی نعمتوں اور رحمتوں کی بارش کر رہا ہے۔

(2) ﴿قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ﴾ "آپ کہہ دیں کون ہے جو بچا سکتا ہے" یعنی یہ بتاؤ تمہاری حفاظت اور نگرانی کون کرتا ہے؟

(3) ﴿بِالَّيْلِ﴾ "رات کو" یعنی جب تم آرام کر رہے ہوتے ہو۔

(4) ﴿وَالنَّهَارِ﴾ "اور دن کو" یعنی جب تم اپنی روزی کے حصول کے لیے مصروف ہو جاتے ہو؟

(5) ﴿مِنَ الرَّحْمٰنِ﴾ "رحمٰن سے" یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو تمہاری حفاظت کرتا ہو۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ج وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ "اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" (یونس:107)

(7) ﴿بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ "بلکہ وہ اپنے رب کی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں۔" یعنی قرآن اور اللہ تعالیٰ

کی نصیحت سے وہ منہ موڑتے ہیں ان سے سبق نہیں لیتے۔(8) اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ رات اور دن میں کون ہے جو تمہاری حفاظت کرتا ہے؟ تمہارے کام تو ایسے ہیں کہ کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کی عذاب کی پکڑ میں آسکتے ہو پھر رحمٰن کے سوا اور بھی ہے جو تمہاری حفاظت کرے؟ جب اور کوئی نہیں تو سوچو کہ آخر کس وجہ سے اس کے ذکر سے منہ پھیرے ہوئے ہیں؟

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾ ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ایک وقت مقررہ کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہیں جس سے اُنہیں ڈرایا گیا ہے۔(الاحقاف:3)

(10) اگر وہ نصیحت قبول کرتے تو انہیں توفیق دے دی جاتی، ہدایت سے نواز دیا جاتا۔

﴿اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ﴾

”یا ہمارے سوا ان کے معبود ہیں جو انہیں بچاتے ہیں؟ وہ تو اپنی جانوں کی مدد کی بھی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی ہماری جانب سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے۔(43)“

سوال1: ﴿اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ﴾ ”یا ہمارے سوا ان کے معبود ہیں جو انہیں بچاتے ہیں؟ وہ تو اپنی جانوں کی مدد کی بھی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی ہماری جانب سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا﴾ ”یا ہمارے سوا ان کے معبود ہیں جو انہیں بچاتے ہیں؟“ رب العزت نے سوال کیا ہے کہ کیا تمہارے خودساختہ معبودوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مصائب سے بچائے اور ان کی حفاظت کرے؟

(2) ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ﴾ ”وہ تو اپنی جانوں کی مدد کی بھی طاقت نہیں رکھتے“ تمہارے خودساختہ معبود اپنی مدد کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔

(3) ﴿وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ﴾ ”اور نہ ہی ہماری جانب سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے“ یعنی خودساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ پناہ دی جاتی ہے، نہ ان کی مدد کی جاتی ہے۔ انہیں تو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے وہ نہ خود کو نفع پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں نہ نقصان دور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

(4)(i) اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجھوڑا ہے کہ کیا کوئی اور معبود ہے جو تمہیں مصیبتوں سے بچا سکتا ہو؟ انسان اس سوال پر حیرت زدہ رہ

جا تا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایسا کوئی نہیں۔(ii) تب اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ دیکھو کوئی اپنی مدد کی طاقت بھی نہیں رکھتا۔جب غیر اللہ کے بے زور ہونے کو سامنے رکھا جاتا ہے تب شک کا آخری کا نشا بھی نکال دیا جاتا ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی نہیں دیا جاتا پھر خود بتاؤ جو اپنے لیے کچھ کرنے کے قابل نہ ہو، جس کی رب مدد نہ کرے وہ مصیبتوں کو کہاں سے دور کر سکتا ہے اور وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟

(5)﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔'' (الانبیاء:98)

(6)﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ط قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ط عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پہ رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' (الزمر:38)

﴿بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ط اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾

''بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو سامانِ حیات دیا یہاں تک کہ ان کی عمریں لمبی ہوگئیں تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے آرہے ہیں؟ تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' (44)

سوال1:﴿بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ ''بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو سامانِ حیات دیا یہاں تک کہ ان کی عمریں لمبی ہوگئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو سامانِ حیات دیا یہاں تک کہ ان کی عمریں لمبی ہوگئیں۔'' مشرکوں کو جس چیز نے گمراہی پر آمادہ کیا تھا وہ یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے لمبی عمریں عطا کی تھیں۔وہ لہو ولعب میں اور مال اور اولاد سے نفع اٹھانے میں مشغول ہوگئے۔پھر جب طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور سرکشی بڑھ گئی اگر وہ ہلاک ہونے والی قوموں کے فریب میں مبتلا ہونے کو سمجھ لیتے تو اتنے سرکش نہ ہوتے۔

سوال2: جو چیز کفر اور شرک پر جمے رہنے کا باعث بنی وہ کیا تھی؟

جواب: مال اور اولاد جن کی وجہ سے وہ ان مقاصد کو چھوڑ بیٹھے جن کے لیے انہیں پیدا کیا گیا تھا۔ لہو ولعب کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو گئے۔

سوال3: ﴿اَفَلَا يَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَـنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا‌ ؕ اَفَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ﴾ ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے آرہے ہیں؟ تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے آرہے ہیں؟ تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں' اس سے مراد سرزمین میں کفر کا گھٹنا ہے۔ یعنی کفر کے لیے دائرہ تنگ ہو رہا ہے اور اسلام کے لیے یہی دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ کفر کے پاؤں تلے سے زمین کھسک رہی ہے اور اسلام کی فتوحات بڑھ رہی ہیں۔

(2) یعنی ہم زمین کو اہل زمین کی موت اور ان کو فنا کرنے کے ذریعے آہستہ آہستہ کم کر رہے ہیں یہاں تک کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی زمین اور زمین کے رہنے والوں کا وارث ہوگا اور وہ بہترین وارث ہے۔ اگر وہ اپنی اس حالت کو دیکھیں تو کبھی فریب میں مبتلا نہ ہوں اور کبھی اپنے کفر وشرک کے موجودہ رویے پر جمے نہ رہیں۔ (تفسیر سعدی:1675/2)

(3) ﴿اَفَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ﴾ ''تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' جو اپنے زور سے اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کو روک سکتے ہوں اور اپنی طاقت سے موت سے بچ سکتے ہوں؟ کیا یہ ان کا وصف ہے کہ جس کی بنا پر وہ طول بقاء کے فریب میں مبتلا ہیں؟ یا ان کی حالت یہ ہے کہ جب ان کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے ان کے رب کا فرشتہ ان کے پاس آئے گا تو اس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور ادنیٰ سی مزاحمت پر بھی قادر نہ ہوں گے؟ (تفسیر سعدی:1675/2)

(4) اللہ تعالیٰ نے غالب ہونے کا سوال اس لیے کیا ہے کہ یہ تمہاری سمجھ کی کجی ہے کہ تم کفر کو سمٹتا دیکھ کر بھی اسے غالب سمجھو حالانکہ وہ مغلوب ہے۔ اس کو مفتوح دیکھ کر بھی فاتح سمجھو حالانکہ وہ معزز نہیں، اب ذلت وخواری اس کا مقدر ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ زندگی کی عیش وآرام میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو کیسے بیدار کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زندگی کا تھوڑا عیش وآرام پا کر تمہیں لگا کہ عمر اچھی گزر گئی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اصول مہلت کے تحت ہوا ہے اس سے یہ دھوکہ نہ کھاؤ کہ صحیح راستے پر ہو۔

﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اُنۡذِرُكُمۡ بِالۡوَحۡىِ ‌ۖ وَلَا يَسۡمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنۡذَرُوۡنَ﴾

''آپ کہہ دیں میں تو وحی کے ذریعے ہی تمہیں ڈراتا ہوں اور بہرے پکار نہیں سنتے جب کبھی انہیں خبردار کیا جاتا ہے۔ (45)

سوال1: ﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اُنۡذِرُكُمۡ بِالۡوَحۡىِ ‌ۖ وَلَا يَسۡمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنۡذَرُوۡنَ﴾ آپ کہہ دیں میں تو وحی کے ذریعے ہی تمہیں ڈراتا ہوں اور بہرے پکار نہیں سنتے جب کبھی انہیں خبردار کیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اے محمد! آپ لوگوں سے کہہ دیں۔
(2)﴿اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ﴾ ''میں تو وحی کے ذریعے ہی تمہیں ڈراتا ہوں'' یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اس کے ذریعے عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔ اگر تم میری دعوت قبول کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہو گے۔ وہ اس پر تمہیں جزا دے گا اور اگر تم مخالفت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرو گے، وہ تمہیں اس کی سزا دے گا۔ میرے ہاتھ میں اختیار نہیں، اختیار تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔
(3)﴿وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ﴾ ''اور بہرے پکار نہیں سنتے جب کبھی انہیں خبردار کیا جاتا ہے'' بہرے کو آواز سنائی نہیں جا سکتی۔ آواز تو تبھی سنی جا سکتی ہے جب کوئی سننا قبول کرے۔ جس کا دل اندھا ہو جائے، اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ جس کے دل اور کانوں پر مہر لگ چکی ہو اس کو میری نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی۔ بہروں کو ڈرانے سے فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ سنتے ہی نہیں۔
(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے، وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے۔'' (البقرۃ:171)
(5)﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور بہرے گونگے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔'' (الانفال:22)

سوال 2: قرآن مجید کی نصیحت کا کس پر اثر نہیں ہوتا؟

جواب: جن لوگوں کے کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حق سننے سے بہرہ کر دیا ہو، جن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہو، جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہو اُن پر قرآن کی نصیحت سننے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

سوال 3: قرآن مجید سنا کر نصیحت کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: (1) نصیحت کرنا ذمہ داری ہے۔ (2) نبی اس ذمہ داری پر رب کی طرف سے فائز ہوتا ہے۔
(3) امت کے ہر فرد پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہے۔ (4) نصیحت کرنے سے لوگ کفر سے پلٹ سکتے ہیں اس لیے نصیحت کرنا ضروری ہے۔

﴿وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ کے رب کے عذاب کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی انہیں چھو جائے تو وہ ضرور کہنے لگیں ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔ (46)''

سوال1:﴿ وَلَئِنۡ مَّسَّتۡهُمۡ نَفۡحَةٌ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوۡلُنَّ يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴾ ’’اور یقیناً اگر آپ کے رب کے عذاب کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی انہیں چھو جائے تو وہ ضرور کہنے لگیں ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَئِنۡ مَّسَّتۡهُمۡ نَفۡحَةٌ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّكَ ﴾ ’’اور یقیناً اگر آپ کے رب کے عذاب کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی انہیں چھو جائے‘‘ اگر وحی کو جھٹلانے والوں پر عذاب کا ایک ہلکا سا جھٹکا بھی آجائے تو اپنے گناہوں اور ظلم کا اعتراف کر لیں گے۔

(2)﴿ لَيَقُوۡلُنَّ يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴾ ’’تو وہ ضرور کہنے لگیں ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے‘‘ وہ عذاب کو محسوس کرتے ہی پکارنے لگیں گے، ہائے ہماری بربادی! ہم تباہ ہو گئے، ہائے ہم نے ظلم کیا۔ ان کی پکار ان کے ظلم کا اعتراف ہوگی۔

﴿ وَنَضَعُ الۡمَوَازِيۡنَ الۡقِسۡطَ لِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَيۡـئًا ؕ وَاِنۡ كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَيۡنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيۡنَ ﴾

’’اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں‘‘ (47)

سوال1:﴿ وَنَضَعُ الۡمَوَازِيۡنَ الۡقِسۡطَ لِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَيۡـئًا ؕ وَاِنۡ كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَيۡنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيۡنَ ﴾ ’’اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَنَضَعُ الۡمَوَازِيۡنَ الۡقِسۡطَ لِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ﴾ ’’اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے‘‘ اللہ رب العزت نے اپنے عدل کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن وہ عدل کے ساتھ فیصلے کرے گا۔

(2) اس دن ایسے ترازو قائم کیے جائیں گے جن پر ذروں کا بھی وزن ہو سکے گا۔ وہ ترازو اعمال کا وزن کریں گے۔

(3)﴿ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَيۡـئًا ﴾ ’’پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا‘‘ یعنی کسی پر بھی ظلم نہیں ہوگا خواہ کوئی مرد ہو یا عورت، نیک ہو یا بد، مسلمان ہو یا کافر۔ (4) یعنی کسی شخص کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی نہ کسی شخص کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿ وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰهَا ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ ’’اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب

کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

سوال 2: ﴿وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ ''اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہو گا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ ''اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' کسی کا عمل اگر رائی کے دانے کے برابر ہوگا خواہ وہ نیک عمل ہو یا عمل شر۔

(2) ﴿اَتَيْنَا بِهَا﴾ ''تو ہم اُسے لے آئیں گے'' ہم اس عمل کو لے آئیں گے یعنی کسی کا عمل ضائع نہیں ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ڄ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ ''یقیناً ہم نے تمہیں اُس عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو قریب ہی ہے، جس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور کافر کہے گا: ''اے کاش میں مٹی ہوتا!'' (النباء:40)

(4) ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:8,7)

(5) ﴿وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ ''اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' اللہ تعالیٰ حساب لینے والا کافی ہے۔ اس نے حساب کے لیے بندوں کے اعمال کا ریکارڈ تیار کروایا ہے۔ ہر انسان کے اعمال دو معزز فرشتے لکھتے ہیں۔ وہ ذاتی طور پر ہر ایک کے اعمال کا علم رکھتا ہے۔ وہ ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق جزا عطا کرے گا۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو کلمے، جو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں (ازروئے ثواب) بھاری ہیں (وہ یہ ہیں): ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ (میں اللہ تعالیٰ کی تمام عیوب ونقائص سے) پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف وتحمید کرتا ہوں۔ بے شک وہ باعظمت اللہ (تمام عیوب ونقائص سے) پاک ہے۔ (بخاری:7563)

(7) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے میری امت کے ایک شخص کی پکار ہوگی اور اس کے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے۔ ہر دفتر اتنا لمبا ہوگا کہ جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس میں جو تیرے گناہ لکھے ہیں تو ان میں سے کسی کا منکر ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں اے مالک۔ پروردگار فرمائے گا: کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے تیرے اوپر کچھ ظلم کیا؟ پھر فرمائے گا: اچھا تیرے پاس کچھ عذر ہے، اچھا تیرے پاس کچھ نیکی بھی ہے؟ وہ ڈر جائے گا اور کہے گا نہیں میرے مالک میرے پاس کوئی نیکی نہیں ہے۔ پروردگار فرمائے گا: نہیں کئی نیکیاں تیری ہمارے پاس ہیں اور آج کے دن تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا اس میں ﴿ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ لکھا ہوگا وہ بندہ عرض کرے گا اے مالک ان دفتروں کے سامنے بھلا یہ پرچہ کیا کام آئے گا؟ پروردگار فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں ہوسکتا۔ پھر وہ سب دفتر (ترازو کے) ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ ایک پرچہ ایک پلڑے میں۔ وہ سارے دفتر اٹھ جائیں گے اور پرچہ بھاری ہوگا۔ (ابن ماجہ:4300)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ''جہاد کے لئے'' گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب ولید سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں ہوگا اور سب پر اس کو ثواب ملے گا۔'' (صحیح بخاری:2853)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بہت موٹا آدمی لایا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی اہمیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگی، یہ آیت پڑھ لو: ''پس ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔'' (مسلم:7045)

سوال3: انسانی اعمال کا کوئی مادی وجود تو ہے نہیں پھر وزن کیسے ہوگا؟

جواب: (1) انسانی اعمال کے مجسم ہونے کا تذکرہ حدیث میں ملتا ہے مثلاً قرآن مجید کا ایک نوجوان کی شکل میں آنا اور یہ کہنا کہ میں قرآن ہوں جسے توراتوں میں قیام اللیل میں بیدار رہ کر اور دن کو پیاسا رہ کر پڑھتا تھا۔ (مسند احمد:348/5) (2) مومن کی قبر میں عمل صالح ایک خوش رنگ اور معزز نوجوان کی شکل میں آئے گا اور کافر اور منافق کے پاس اس کی برعکس حالت میں۔ (مسند احمد: 287/5)

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو متقیوں کے لئے فرقان اور روشنی اور ذکر عطا کیا'' (48)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو متقیوں کے لئے فرقان اور روشنی اور ذکر عطا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو متقیوں کے لئے فرقان اور روشنی اور ذکر عطا کیا'' اللہ رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ پر نازل ہونے والی کتابوں کی خصوصیات کا اکٹھے ذکر فرمایا ہے۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رب العزت نے کتاب عطا فرمائی اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا تابع بنایا۔

(3) ﴿اَلْفُرْقَانَ﴾ آسمانی کتابوں کی اہم خصوصیت بیان فرمائی ہے۔ خاص طور پر تورات کی۔ فرقان سے مراد حق اور باطل میں فرق کرنے والی یعنی تورات میں ایسے احکامات ہیں جن سے حلال و حرام کی وضاحت ہوتی ہے، جن سے ہدایت اور گمراہی میں، حق اور باطل میں فرق نمایاں ہوتا ہے۔

(4)﴿وَضِيَآءً﴾ ''اور روشنی'' آسمانی کتابوں میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جن سے دلوں میں ہدایت کی روشنی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرواتی ہیں۔(5)﴿وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور متقیوں کے لئے ذکر'' متقی اس کتاب سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔آسمانی کتابوں کی تیسری بڑی خصوصیت ہے کہ وہ نصیحت ہیں۔

(6) نصیحت کو متقین کے ساتھ اس لیے خاص کیا گیا کیونکہ وہی اس وحی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔وہ اس کا علم حاصل کرتے ہیں، ان کا دل پگھلتا ہے تو وہ اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کے احکامات پر یقین رکھنے کی وجہ سے وہ اس پیغام کو دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی کتاب کن لوگوں کے لیے نصیحت بنتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب اُن کے لیے نصیحت بنتی ہے جو اس کی طرف توجہ کریں۔

﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ﴾

''وہ لوگ جو بن دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور وہی قیامت سے ڈرنے والے ہیں'' (49)

سوال 1:﴿ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ﴾ ''وہ لوگ جو بن دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور وہی قیامت سے ڈرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ ''وہ لوگ جو بن دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کو دیکھتے نہیں مگر اس سے ڈرتے ہیں اور جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے بچتے ہیں، حرام سے اجتناب کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:
﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ (٣٣) ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (٣٤) لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (٣٥) وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (٣٦) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ (٣٧) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (٣٨) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (٣٩) وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (٤٠) وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (٤١) يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ (٤٢) اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ (٤٣) يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ (٤٤)﴾ ''جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لایا۔(ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہی اَبدی زندگی کا دن ہے۔اُن کے لیے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔اور ہم نے اُن سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کر دیا جو پکڑنے میں اُن سے زیادہ سخت تھیں چنانچہ وہ شہروں میں ڈھونڈتے

ہی رہ گئے کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے؟ بلاشبہ اس میں ہر اُس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو۔اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں سو اس پر صبر کرو اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے۔اور رات کے کچھ حصے میں بھی اور سجدوں کے بعد بھی اُس کی تسبیح کرو۔اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا۔جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے، وہی نکلنے کا دن ہوگا۔یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے۔'' (ق:33-44)

(2) ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ ''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔'' (الملک:12)

(3) ﴿وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ﴾ ''اور وہی قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔'' وہ قیامت سے ڈرتے رہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے رب کی معرفت رکھتے ہیں۔(4) وہ، اپنے رب کی کامل معرفت حاصل ہونے کی بنا پر، قیامت کی گھڑی سے ڈرتے ہیں۔پس انہوں نے احسان اور خوف الٰہی کو یکجا کر کے اپنے اندر سمو لیا۔(تفسیر سعدی:1678/2)

سوال 2: کتاب ہدایت سے فائدہ اُٹھانے والوں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: (1) رب سے بن دیکھے خوف کھانے والے۔(2) قیامت کے تصور سے کانپنے والے۔

﴿وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُونَ﴾

''اور یہ بڑا بابرکت ذکر ہے، ہم نے اسے نازل کیا ہے تو کیا تم اس کے منکر ہو؟'' (50)

سوال 1: ﴿وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُونَ﴾ ''اور یہ بڑا بابرکت ذکر ہے، ہم نے اسے نازل کیا ہے تو کیا تم اس کے منکر ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهَٰذَا﴾ اور یہ قرآن مجید۔

(2) ﴿ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ﴾ ''بڑا بابرکت ذکر ہے، ہم نے اسے نازل کیا ہے'' یعنی قرآن مجید مبارک ذکر ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔وہ کثیر بھلائیاں رکھنے والی اور برکتوں والی کتاب ہے کیونکہ اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (١٥٥)﴾ ''اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ

تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔" (الانعام:155)

(3)﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ "اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے، اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبر دار کردیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں۔" (الانعام:92)

(4)﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ "یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور وفکر کریں اور تا کہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔" (ص:29)

(5)اس کتاب کو دو جلیل القدر اوصاف سے موسوم کیا ہے۔قرآن حکیم "ذکر" ہے۔تمام مطالب میں قرآن سے نصیحت حاصل کی جاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کے افعال، اس کے انبیاء واولیاء کی صفات اور احکام جزا، جنت اور جہنم کی معرفت حاصل ہوتی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اس لئے بھی "ذکر" کہا ہے کہ قرآن اخبار صادقہ کی تصدیق، ان امور کا حکم دینا جو عقلاً حسن ہیں اور ان امور سے روکنا جو عقلاً قبیح ہیں، جیسی صفات کو جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل وفطرت میں ودیعت کر رکھی ہیں ان کی یاد دہانی کراتا ہے۔

(6)قرآن کریم کا "مبارک" (یعنی بابرکت) ہونا اس میں بھلائی کی کثرت، بھلائی کی نشوونما اور اس میں اضافے کا تقاضا کرتا ہے۔اس قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی چیز بابرکت نہیں کیونکہ ہر بھلائی، ہر نعمت، دینی، دنیاوی اور اخروی امور میں ہر اضافہ اسی کے سبب سے ہے اور اس پر عمل کے آثار ہیں۔(تفسیر سعدی:1678/2)

(7)﴿اَنْزَلْنٰهُ﴾ "ہم نے اسے نازل کیا ہے" یعنی محمد ﷺ پر۔رب العزت نے فرمایا ہے:﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ﴾ "بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔" (الفرقان:1)

(8)﴿اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ "تو کیا تم اس کے منکر ہو؟" یعنی قرآن بابرکت نصیحت ہے۔اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے، اس کے الفاظ اور معانی سیکھ کر برکت حاصل کرنا واجب ہے۔اس کے مقابلے میں قرآن مجید سے منہ پھیرنا اور ایمان نہ لانا سب سے بڑا کفر ہے، یہ ظلم ہے، جہالت ہے۔اللہ رب العزت نے کتاب کی خصوصیات بیان کر کے سوال کیا ہے کہ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو؟

سوال 2: قرآن حکیم سے منہ موڑنے والوں کے شعور کو کیسے بیدار کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو احساس دلایا ہے: (1) یہ برکت والا ذکر ہے۔(2) اس کو ہم نے نازل کیا ہے۔یہ بتاؤ کہ تمہارا حصہ اتنا ہی

ہے کہ تم اس کا انکار کرتے ہو؟

رکوع نمبر:5

﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ رُشۡدَہٗ مِنۡ قَبۡلُ وَ کُنَّا بِہٖ ط عٰلِمِیۡنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اُس کی سمجھ بوجھ عطا کی تھی اور ہم ہی اسے جاننے والے تھے۔'' (51)

سوال 1: ﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ رُشۡدَہٗ مِنۡ قَبۡلُ وَ کُنَّا بِہٖ ط عٰلِمِیۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اس کی سمجھ بوجھ عطا کی تھی اور ہم ہی اسے جاننے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ رُشۡدَہٗ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ابراہیم کو اس کی سمجھ بوجھ عطا کی تھی'' رشد سے مراد ہوش مندی ہے۔ یہ عقل کے ذریعے ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی صفت ہے۔

(2) ﴿مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''اس سے پہلے'' یعنی تورات اور قرآن سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کی بادشاہت کا مشاہدہ کروا کے رشد و ہدایت عطا کی۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کم سنی میں ہی ہدایت دی گئی۔

(4) (i) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اگرچہ مشرکانہ ماحول میں پلے بڑھے لیکن اس کے اثرات قبول نہیں کیے۔ (ii) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عقل سے غور و فکر کر کے اپنے رب کو پہچانا۔ (iii) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بت پرستانہ ماحول میں رہنے کے باوجود کائنات پر غور و فکر کر کے پالیا۔ (iv) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستانہ ماحول میں، جہاں عزت اور ترقی شرک سے وابستہ تھی، کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ (v) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہر قسم کی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر اپنی قوم پر تنقید کی اور ان کے سامنے حق کا اعلان کیا۔ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہوش مندی کی علامات ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتِلۡکَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیۡنٰہَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ عَلٰی قَوۡمِہٖ ط نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ط اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں، بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الانعام:83)

(6) ﴿وَ کُنَّا بِہٖ ط عٰلِمِیۡنَ﴾ ''اور ہم ہی اسے جاننے والے تھے'' یعنی ہمیں ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خوب علم ہے، ہم اس کی صلاحیت کو جانتے تھے کہ وہ کمال درجے کی ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔

(7) یعنی ابراہیم علیہ السلام یقین والے، اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے، اس کی توحید پر یقین رکھنے والے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے

والے، عمدہ صفات اور اخلاق کریم رکھنے والے تھے۔ (تفسیر مراغی: 177/6)

﴿اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيۡلُ الَّتِىۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا عٰكِفُوۡنَ﴾

''جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا: ''کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے لیے تم جم کر بیٹھنے والے ہو؟'' (52)

سوال1: ﴿اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيۡلُ الَّتِىۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا عٰكِفُوۡنَ﴾ ''جب اُس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا: ''کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے لیے تم جم کر بیٹھنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ﴾ ''جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا'' رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم اور اپنے والد کے ساتھ مباحثے کا ذکر فرمایا ہے کہ کیسے انہوں نے شرک سے روکا اور ان پر حجت قائم کی۔

(2) ﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيۡلُ الَّتِىۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا عٰكِفُوۡنَ﴾ ''کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے لیے تم جم کر بیٹھنے والے ہو؟'' تماثیل جمع ہے تِمۡثَالٌ کی اور اس کا مطلب ہے کسی چیز کی ہو بہو نقل، کسی کاغذ پر یا دیوار پر کسی کی تصویر، پتھر کا مجسمہ وغیرہ۔ یہاں اس سے مراد وہ بت ہیں جن کی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم پرستش کرتی تھی۔

(3) عاکف کسی چیز پر جم کر بیٹھ رہنے والے، کسی چیز پر جھکنے والے، کسی چیز کو لازم پکڑنے والے کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو بتوں کی عبادت اور تعظیم کے لیے جم کر بیٹھنے والا، بتوں کے ٹھکانوں پر مجاور بن کر بیٹھنے والا ہے۔

(4) یعنی یہ گھڑے ہوئے پتھر کے بت ہیں جن کے سامنے تم عبادت کرتے ہو؟ ان میں آخر کون سی فضیلت ہے؟ تم نے اپنی زندگی کو بتوں کی عبادت کر کے برباد کر دیا۔ تم ایک چیز گھڑتے ہو اور پھر اسے خدا بنا کر پوجتے ہو؟

﴿قَالُوۡا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيۡنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرنے والا پایا ہے'' (53)

سوال1: ﴿قَالُوۡا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيۡنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرنے والا پایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''انہوں نے کہا: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرنے والا پایا ہے'' ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور ان کے والد نے عاجز ہو کر جواب دیا کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہیں۔

(2) یہ اندھی تقلید ہے جو سوچ اور عقل کے منجمد ہونے کی دلیل ہے۔ جب انسان کی عقل کام نہیں کرتی تو انسان لکیر کا فقیر بن جاتا ہے۔ جب

انسان ایمان لے آتا ہے تو عقل اور فکر کو آزادی مل جاتی ہے کیونکہ ایمان انسان کو ہر صورت حال کا حقیقی جائزہ لینے کی تعلیم دیتا ہے۔ ایمان کی وجہ سے انسان ہر عمل کا حقیقی وزن کرنے کے قابل ہو جاتا ہے یوں عقل کی قوت درست کام کرنے لگ جاتی ہے۔

سوال 2: عقلی اعتبار سے عقیدۂ توحید اور عقیدۂ شرک میں کیا بنیادی فرق ہے؟

جواب: عقیدہ شرک میں جمود، تقلید، اوہام اور خرافات ہیں۔ عقیدہ توحید میں ذہنی آزادی، فکری وسعت اور حق پرستی ہے۔

﴿قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (54)﴾

''ابراہیم نے کہا: ''بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے'' (54)

سوال 1: ﴿قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ابراہیم نے کہا۔ (2)﴿لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے'' یعنی تم نے جو دلیل دی ہے تاکہ تم گمراہی کے راستے پر چل سکو وہ درست نہیں۔ (3) تم اور تمہارے باپ دادا نے توحید چھوڑی اور شرک میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو گئے ہو۔ (4) یعنی تم نے حق کا راستہ چھوڑا ہے اور سیدھے راستے سے کترا گئے ہو۔ (جامع البیان: 40/17)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور ان کے باپ دادا کو گمراہ کیوں قرار دیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور ان کے آباؤ اجداد نے سچائی کو نہ دیکھا آزادانہ سوچ سے فیصلہ نہ کیا۔ اعمال کی افادیت نہ دیکھی بس تقلید کی۔ تقلید بے جا کی وجہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں گمراہ قرار دیا۔

سوال 3: انسانی اعمال کے بارے میں فیصلہ کرنے والے پیمانے (اقدار) کیسے وجود آتے ہیں؟

جواب: اقدار اللہ تعالیٰ کی جانب سے طے کردہ ہیں۔

﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''کیا تم ہمارے پاس واقعی حق لائے ہو یا تم کھیلنے والوں میں سے ہو؟'' (55)

سوال 1: ﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کیا تم ہمارے پاس واقعی حق لائے ہو یا تم کھیلنے والوں میں سے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ بتاؤ سنجیدگی سے

بات کررہے ہو یا دل لگی کررہے ہو؟

(2)(i) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے پہلے حق کی دعوت سنی ہی نہ تھی اس لیے انہوں نے کہا: یہ مذاق تو نہیں؟ (ii) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم وہم اور تقلید پر چلتی تھی انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ حق کیا ہوتا ہے؟ اس لیے حق کی دعوت انہیں عجیب لگی۔

(3) یعنی کیا وہ بات جو تو نے کہی ہے اور وہ چیز جو تو لے کر آیا ہے، یا تیرا ہمارے ساتھ بات کرنا، کسی دل لگی کرنے والے اور تمسخر اڑانے والے کا بات کرنا ہے جو یہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ پس انہوں نے ان دو امور کی بناء پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بات کو رد کر دیا۔ انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو اس بنا پر رد کر دیا کہ ان کے ہاں یہ بات تسلیم شدہ تھی کہ جو کلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ ایک بے وقوف کا کلام ہے۔ آپ جو بات کہتے ہیں وہ عقل میں نہیں آتی۔ (سعدی:1681/2)

﴿قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

''اس نے کہا: ''بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں'' (56)

سوال1: ﴿قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ اس نے کہا: ''بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ﴾ ''بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے'' تمہارا رب وہی ہے جو کائنات کا رب ہے جس نے ساری کائنات بنائی۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب کا تعارف کروایا کہ وہ زمین وآسمان کا رب بھی ہے اور پیدا کرنے والا بھی۔ یہ دعوت انہوں نے اس یقین دہانی کی بنیاد پر دی کہ میں اس پر گواہی دیتا ہوں۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ میں تمہارے پاس کھیل تماشا نہیں، حق لے کر آیا ہوں۔ (جامع البیان:40/17)

(5) ﴿وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور اس پر گواہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا حق رکھتا ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد فرشتوں اور انبیاء کی گواہی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی طرف سے گواہی پیش کی۔

(6) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے عقلی اور نقلی دلیلوں کو جمع کر دیا۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک شخص، حتیٰ کہ وہ خود بھی جنہوں نے ابراہیم

علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا، جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں، فرشتوں، جنوں، جانوروں اور زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے اور وہی ہے جو مختلف الانواع تدابیر کے ساتھ ان کی تدبیر کر رہا ہے۔ پس تمام مخلوق پیدا شدہ، محتاج تدبیر اور زیر تصرف ہے اور جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں وہ بھی اس مخلوق میں داخل ہیں۔ کیا یہ چیز اس شخص کے نزدیک، جو ادنیٰ سی عقل اور تمیز رکھتا ہے مناسب ہے کہ ایک ایسی مخلوق ہستی کی عبادت کی جائے جو کسی کے زیر تصرف ہے، جو کسی نفع ونقصان کی مالک نہیں، جو زندگی اور موت پر قدرت رکھتی ہے نہ دوبارہ زندہ کرنے پر اور خالق، رازق اور مدبر کائنات کی عبادت کو چھوڑ دیا جائے؟ نقلی اور سمعی دلیل وہ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے منقول ہے کہ وہ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ معصوم اور غلطیوں سے پاک ہے اور وہ صرف حق کی خبر دیتا ہے اور دلیل سمعی کی ایک قسم کسی نبی کی گواہی ہے، بنابریں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وانا علی ذلکم یعنی اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل ہے۔ من الشھدین اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بعد کون سی گواہی ہے جو انبیاء ورسل کی گواہی سے افضل ہو خاص طور پر اولوالعزم رسول اور رحمان کے خلیل کی گواہی سے؟ (سعدی: 1681,1682/2)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت موجو نہ تھے پھر انہوں نے گواہی کیسے دی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی تخلیق اور اپنی قوم کی تخلیق پر گواہ تھے اور یہ معاملہ اتنا ثابت شدہ ہے کہ کوئی بھی اس پر گواہی دے سکتا ہے۔

﴿وَتَاللّٰهِ لَاَ كِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾

''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے لیے ضرور ایک خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے'' (57)

سوال 1: ﴿وَتَاللّٰهِ لَاَ كِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے لیے ضرور ایک خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں دلیل کے ذریعے بے بس کر دیا تھا۔ اب وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے خود ساختہ معبودوں کی بے بسی اور ان کی بے اختیاری کا مشاہدہ کروا دوں تاکہ وہ خود ان کے بے اختیار ہونے کا اقرار کر لیں۔

(2) ﴿وَتَاللّٰهِ لَاَ كِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ﴾ ''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے لیے ضرور ایک خفیہ تدبیر کروں گا'' یعنی میں تمہاری یقین دہانی کے لئے چال چلوں گا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے براہ راست نہیں کہا لیکن بعد میں ان کی چال بت توڑنے کی صورت میں سامنے آ گئی۔

(3) ﴿بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے'' یعنی جب تم اپنی عید منانے کے لئے میلے میں چلے جاؤ گے۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے بارے میں کیا فیصلہ دیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فیصلے کا ذکر نہیں کیا، بات اُدھوری چھوڑ دی۔

﴿فَجَعَلَهُمۡ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيۡرًا لَّهُمۡ لَعَلَّهُمۡ اِلَيۡهِ يَرۡجِعُوۡنَ﴾

''پس اس نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سوائے ان کے بڑے کے تا کہ وہ اسی کی جانب رجوع کریں'' (58)

سوال 1:﴿فَجَعَلَهُمۡ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيۡرًا لَّهُمۡ لَعَلَّهُمۡ اِلَيۡهِ يَرۡجِعُوۡنَ﴾ ''پس اس نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سوائے ان کے بڑے کے تا کہ وہ اسی کی جانب رجوع کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَجَعَلَهُمۡ جُذٰذًا﴾ ''پس اس نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا'' جب سب لوگ مل کر چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًۢا بِالۡيَمِيۡنِ﴾ پھر وہ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے اُن پر پل پڑا۔ (الصافات:93)

(2)﴿اِلَّا كَبِيۡرًا لَّهُمۡ﴾ ''سوائے ان کے بڑے کے'' بڑے بت کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خاص مقصد کے لئے چھوڑ دیا۔

(3)﴿لَعَلَّهُمۡ اِلَيۡهِ يَرۡجِعُوۡنَ﴾ ''تا کہ وہ اسی کی جانب رجوع کریں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کو اس لیے چھوڑ دیا تا کہ وہ لوگ اس کی طرف لوٹیں اور سوچیں کہ جب یہ بڑا موجود تھا تو اس نے چھوٹوں کی مدافعت کیوں نہ کی۔ شاید وہ اس طرح بت پرستی پر غور وفکر کریں اور سیدھے راستے پر آجائیں۔

﴿قَالُوۡا مَنۡ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں میں سے ہے'' (59)

سوال 1:﴿قَالُوۡا مَنۡ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوۡا مَنۡ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا﴾ ''انہوں نے کہا: ''کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے'' جب وہ جشن سے فارغ ہو کر آئے اور بت خانے گئے تو انہوں نے بتوں کو ٹوٹے ہوئے دیکھ کر غصے میں یہ بات کہی۔

(2)﴿اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں میں سے ہے'' انہوں نے کہا وہ بڑا ظالم ہے جس نے ہمارے بتوں کی توہین کی۔ انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ظالم کہا حالانکہ ظالم تو وہ خود تھے جنہوں نے اپنے خالق اور مالک کو چھوڑ کر پتھر کے معبود بنا رکھے تھے۔

﴿قَالُوۡا سَمِعۡنَا فَتًى يَّذۡكُرُهُمۡ يُقَالُ لَهٗۤ اِبۡرٰهِيۡمُ﴾

''لوگوں نے کہا: ''ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سُنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے'' (60)

سوال1:﴿قَالُوۡا سَمِعۡنَا فَتًى يَّذۡكُرُهُمۡ يُقَالُ لَهٗۤ اِبۡرٰهِيۡمُ ﴾''لوگوں نے کہا: ''ہم نے ایک نوجوان کوان کاذکرکرتے سُنا ہے جسے ابراہیم کہاجاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''لوگوں نے کہا: ''ہم نے ایک نوجوان کوان کاذکرکرتے سُنا ہے جسے ابراہیم کہاجاتا ہے'' کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ابراہیم ہمارے بتوں کے خلاف باتیں کرتا ہے یہ اسی کا کام ہوسکتا ہے۔(2)یعنی ابراہیم علیہ السلام ہی تھا جو بتوں پر نکتہ چینی کرتا تھا یہ اسی کا کام ہوگا۔

﴿قَالُوۡا فَاۡتُوۡا بِهٖ عَلٰۤى اَعۡيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡهَدُوۡنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''تو اسے سب کی آنکھوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ ہوجائیں'' (61)

سوال1:﴿قَالُوۡا فَاۡتُوۡا بِهٖ عَلٰۤى اَعۡيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡهَدُوۡنَ﴾''اُنہوں نے کہا: ''تو اُسے سب کی آنکھوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ ہوجائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''انہوں نے کہا: ''تو اُسے سب کی آنکھوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ ہوجائیں''(i)لوگوں نے چاہا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سامنے آئیں تاکہ سب لوگ گواہی دیں کہ انہوں نے بتوں کے خلاف باتیں کرتے دیکھا ہے یا بت توڑتے دیکھا ہے۔(ii)لوگوں نے یہ چاہا کہ سزا ملتی دیکھیں تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔

(2)یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا ہے تو جب اس کی سزا ملے تو سب لوگ موجود ہوں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے کہ بھرے مجمع میں لوگ حق کا مشاہدہ کریں تاکہ ان پر حجت قائم ہوجائے۔

﴿قَالُوۡۤا ءَاَنۡتَ فَعَلۡتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ﴾

''انہوں نے کہا: ''اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے؟'' (62)

سوال1:﴿قَالُوۡۤا ءَاَنۡتَ فَعَلۡتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ﴾''انہوں نے کہا: ''اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''انہوں نے کہا: ''اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مجمع عام میں بتوں کے بارے میں پوچھا گیا۔

(2)یعنی یہ جو بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا معاملہ ہے یہ تمہارا اقدام ہے؟

﴿قَالَ بَلۡ فَعَلَهٗ ۖۗ كَبِيۡرُهُمۡ هٰذَا فَسۡـَٔلُوۡهُمۡ اِنۡ كَانُوۡا يَنۡطِقُوۡنَ﴾

''ابراہیم نے کہا: ''بلکہ اُن کے بڑے نے یہ کیا ہے چنانچہ اگر وہ بولتے ہیں تو اُنہی سے پوچھو'' (63)

سوال 1: ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''بلکہ اُن کے بڑے نے یہ کیا ہے چنانچہ اگر وہ بولتے ہیں تو اُنہی سے پوچھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پورے مجمع کے سامنے جواب دیا۔ (2) ﴿بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ ''بلکہ ان کے بڑے نے یہ کیا ہے'' یعنی بڑے بت نے ناراض ہو کر ان کو توڑ ڈالا ہے کیونکہ جب بڑے کی عبادت ہوتی تھی تو چھوٹے بتوں کی بھی عبادت کی جاتی تھی اور بڑا چاہتا تھا کہ صرف اس کی عبادت ہو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے ذریعے حجت قائم کی۔

(3) ﴿فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ اگر وہ بولتے ہیں تو اُنہی سے پوچھو'' یعنی ٹوٹے بتوں سے پوچھ لو کہ انہیں کیوں توڑا گیا یا بڑے سے پوچھ لو کہ اس نے کیوں توڑا ہے؟ انہیں جواب دینا چاہیے اگر وہ بولتے ہوں۔ یوں ابراہیم علیہ السلام نے یہ ثابت کیا کہ جو بت کلام نہیں کر سکتے وہ نفع پہنچانے یا نقصان سے بچانے میں کیسے مددگار ہو سکتے ہیں؟

(4) ابراہیم علیہ السلام نے تین مرتبہ جھوٹ بولا تھا، دو ان میں سے خالص اللہ عزوجل کی رضا کے لیے تھے۔ ایک تو ان کا فرمانا (بطور توریہ کے) کہ میں بیمار ہوں اور دوسرا ان کا یہ فرمانا کہ ''بلکہ یہ کام تو ان کے بڑے بت نے کیا ہے'' (تیسرا واقعہ یہ ہے کہ) ایک دن ابراہیم علیہ السلام اور سارہ سفر میں تھے کہ ایک ظالم بادشاہ کے شہر (مصر) سے گزر ہوا۔ اسے بتایا گیا، یہاں ایک مرد آیا ہے، جس کے ساتھ ایک حسین ترین خاتون ہے۔ اس نے آپ کو بلا بھیجا اور پوچھا، یہ عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میری بہن ہے'' پھر آپ نے سارہ علیہا السلام کے پاس واپس جا کر فرمایا: ''سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن موجود نہیں، اس نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے اسے بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے، اب میری بات جھٹلا نہ دینا۔'' بادشاہ نے سارہ علیہا السلام کو طلب کر لیا۔ جب آپ اس کے سامنے پیش ہوئیں، تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کو چھونا چاہا تو اسے پکڑ لیا گیا (یعنی حرکت نہ کر سکا) اس نے کہا، میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر، میں تجھے تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ انھوں نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے پھر آپ کو چھونا چاہا تو پہلے سے زیادہ سخت گرفت میں آ گیا۔ اس نے (پھر) کہا، میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے، میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔ آپ نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ تب اس نے اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا، تم میرے پاس کوئی انسان نہیں لائے، تم تو کوئی جن پکڑ لائے ہو۔ اس نے ان کی خدمت کے لیے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کر پیش کر دیا۔ جب سیدہ سارہ علیہا السلام واپس آئیں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے اشارے سے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو ناکام کر دیا اور خدمت کے لیے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام دے دی۔'' (بخاری: 3358)

﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''تو وہ اپنے دلوں کی جانب مائل ہوئے سوانہوں نے کہا: ''یقیناً تم ہی ظالم ہو'' (64)

سوال 1: ﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''تو وہ اپنے دلوں کی جانب مائل ہوئے سوانہوں نے کہا: ''یقیناً تم ہی ظالم ہو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ ''تو وہ اپنے دلوں کی جانب مائل ہوئے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بات پر لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے پہلی مرتبہ یہ محسوس کیا کہ بت پرستی ان کا ظلم ہے اور ان کا مؤقف کمزور ہے۔

(2) ﴿فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''سوانہوں نے کہا: ''یقیناً تم ہی ظالم ہو۔'' (i) لوگوں نے اس لیے ایک دوسرے کو ظالم کہا کہ جو نقصان پہنچانے والے کا ہاتھ نہیں روک سکتے وہ عبادت کے مستحق کیسے ہوسکتے ہیں؟ (ii) ہوسکتا ہے کہ انہوں نے معبودوں کی حفاظت نہ کرنے پر ایک دوسرے کو ظالم کہا ہو۔

(3) یوں ابراہیم علیہ السلام کا مقصد پورا ہوگیا اور لوگوں نے اعتراف کرلیا کہ ان کا فعل کفر اور ظلم ہے اس طرح اس پر حجت قائم ہوگئی۔

﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ﴾

''پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کردیے گئے، بلاشبہ یقیناً تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں'' (65)

سوال 1: ﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ﴾ ''پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کردیے گئے، بلاشبہ یقیناً تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ﴾ ''پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کردیے گئے'' یعنی انہوں نے حق کا اعتراف کرنے کے بعد باطل کا اقرار کیا۔ (ایسر التفاسیر: 925)

(2) پھر ان کی عقل اوندھی ہوگئی، ان کی مت پلٹ گئی۔ (3) (i) اس سے مراد ضمیر کی طرف پلٹ جانا ہے۔ (ii) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے غور وفکر کو چھوڑ کر بے عقلی کی طرف لوٹ گئے۔

(3) ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں'' انہوں نے کہا اے ابراہیم تم تو جانتے ہو کہ بت بولتے نہیں ہم ان سے کیسے سوال کرسکتے ہیں؟

﴿قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ﴾

''ابراہیم نے کہا: ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ بھی نفع نہیں دے سکتے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں'' (66)

سوال 1:﴿ قَالَ اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكُمۡ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَضُرُّكُمۡ ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ بھی نفع نہیں دے سکتے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ قَالَ ﴾ ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

(2)﴿ اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ﴾ ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو'' کیا تم اپنی گمراہی اور کفر پر غور نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم کن کی عبادت کرتے ہو؟

(3)﴿ مَا لَا يَنۡفَعُكُمۡ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَضُرُّكُمۡ ﴾ ''جو تمہیں کچھ بھی نفع نہیں دے سکتے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں'' یعنی جو نہ نفع پہنچا سکے نہ نقصان سے بچا سکے اس کو تم معبود بناتے ہو؟

﴿ اُفٍّ لَّكُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾

''افسوس ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' (67)

سوال 1:﴿ اُفٍّ لَّكُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ ''افسوس ہے تم پر بھی اور اُن پر بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ اُفٍّ لَّكُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ﴾ ''افسوس ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو'' تمہارے معبود کتنے گھٹیا ہیں جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔

(2)﴿ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ ''تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' کیا تم اپنے کفر اور گمراہی پر غور نہیں کرتے؟ تم اپنی عقل سے کام نہیں لیتے یہ کتنی بڑی جہالت ہے کہ تم پتھر کے معبودوں کی عبادت کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتے؟

(3) اس بیان سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں قائل کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَتِلۡكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ عَلٰى قَوۡمِهٖ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ﴾ اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اُس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں، بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (الانعام:83)

﴿ قَالُوۡا حَرِّقُوۡهُ وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴾

''انہوں نے کہا: ''اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے ہی والے ہو۔'' (68)

سوال 1:﴿ قَالُوۡا حَرِّقُوۡهُ وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد

کرواگرتم کچھ کرنے ہی والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوۡا﴾ ''انہوں نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کی جہالت اور حماقت کو اچھے طریقے سے واضح کیا تو لوگ لا جواب ہو گئے لیکن چونکہ وہ ہدایت کی روشنی سے محروم تھے اور شرک نے انہیں اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ ان کے دل بے نور ہو گئے تو بجائے شرک سے توبہ کرنے کے انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جلا ڈالنے کا فیصلہ کرلیا۔

(2) جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں قائل کرلیا اور وہ اپنی دلیل کو واضح نہ کرسکے انہوں نے آپ کو سزا دینے کے لئے قوت استعمال کی اور کہا:

(3)﴿حَرِّقُوۡهُ﴾ ''اسے جلا دو'' انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ بتوں کو توڑ دینے کی سزا یہی ہونی چاہئے کہ اسے بدترین طریقے سے قتل کردیں۔

(4) انہوں نے کہا:﴿وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ﴾ ''اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے ہی والے ہو۔'' معبود ان کی مدد کے ضرورت مند ہیں، محتاج ہیں، کیسی جہالت ہے اپنے خداؤں سے مدد مانگنے کی بجائے خداؤں کی مدد کر رہے ہیں۔

(5) بے بس ہستیوں کو معبود بنانے والے لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ ایک مقرر تاریخ پر بہت بڑا الاؤ دہکایا گیا۔ پھر ایک فارسی دیہاتی کاشتکار کے مشورے سے انہیں منجنیق میں بٹھا کر آگ میں پھینکا گیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا:﴿حسبنا الله ونعم الوكيل﴾

﴿قُلۡنَا يٰنَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ﴾

''ہم نے کہا: ''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا۔'' (69)

سوال 1:﴿قُلۡنَا يٰنَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ﴾ ''ہم نے کہا: ''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلۡنَا﴾ ''ہم نے کہا'' رب العزت نے اپنے خلیل کی مدد کے لئے آگ کو حکم دیا۔

(2)﴿يٰنَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ﴾ ''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے۔ (i) یہ معجزہ ہے کہ آسمان سے باتیں کرتی ہوئی آگ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ٹھنڈی ہو گئی۔ (ii) اللہ تعالیٰ ایسے ہی اپنے بندوں کو دشمنوں سے بچاتے ہیں۔

(3) آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھنڈی بن گئی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی بن گئی انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

(4) علماء کہتے ہیں کہ اگر آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دیا جاتا اور سلامتی بن جانے کے بارے میں نہ کہا جاتا تو ٹھنڈک سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے ناقابل برداشت ہو جاتی۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کلمہ (حسبنا الله ونعم الوكيل) ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب ان کو آگ میں

ڈالا گیا تھا، اور یہی کلمہ نبی ﷺ نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے کہا تھا کہ لوگوں (یعنی قریش) نے تمہارے خلاف بڑا سامان جنگ اکٹھا کر رکھا ہے، ان سے ڈرو لیکن اس بات نے ان مسلمانوں کا ایمان اور بڑھا دیا اور یہ مسلمان بولے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔ (بخاری:4563)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھپکلی کو قتل کر دیا کرو، کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں (اسے تیز کرنے کے لیے) پھونکیں مارتی تھی۔'' چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انھیں مار دیا کرتی تھیں۔ (مسند احمد:25699)

﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾

''اور انہوں نے اس سے ایک سازش کا ارادہ کیا، چنانچہ ہم نے انہیں سب سے زیادہ خسارے والے بنا دیا۔'' (70)

سوال 1: ﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے اس سے ایک سازش کا ارادہ کیا، چنانچہ ہم نے انہیں سب سے زیادہ خسارے والے بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾ ''اور انہوں نے اس سے ایک سازش کا ارادہ کیا'' انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا برا چاہا۔ ان کے خلاف سازش کی۔

(2) ﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے انہیں سب سے زیادہ خسارے والے بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانے والوں میں شامل کر دیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بچا لیا اور ان کی قوم کو شکست دی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پیروکاروں کو نفع اٹھانے والوں میں شامل کر دیا۔

(4) اللہ تعالیٰ دشمنوں کی چالوں کو ناکام کر دیتے ہیں اور سازشیں کرنے والے خود خسارے میں رہتے ہیں۔

﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُسے اور لوط کو اُس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔'' (71)

سوال 1: ﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ﴾ ''اور ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی'' اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم اور آگ سے بچا لیا۔ (2) سیدنا لوط علیہ السلام ان کے ہمراہ تھے کیونکہ ان کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔

(3) سیدنا لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں نجات دی اور وہ اپنا وطن چھوڑ کر شام چلے گئے۔

(4) ﴿اِلَى الْاَرْضِ﴾ ''اس زمین کی طرف'' اس سے مراد سرزمین شام ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو عراق میں چھوڑا اور کہا ﴿اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ ''یقیناً میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا۔'' (الصافات:99)

(5) ﴿الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ﴾ ''جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں'' شام کا علاقہ بابرکت اس لیے ہے کہ دنیاوی لحاظ سے یہ بہت زرخیز اور شاداب خطہ زمین ہے اور روحانی لحاظ سے اس لیے کہ یہی خطہ دو ہزار سال تک انبیاء کا مسکن و مدفن رہا ہے۔

(تیسیر القرآن:117/3)

(6) (i) اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو سرسبز و شاداب بنایا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اس علاقے میں نہروں کی کثرت رکھی۔ (iii) یہ علاقہ انبیاء کا مسکن رہا ہے۔ (iv) یوں مادی اور روحانی برکات کا یہ سلسلہ نسلاً چلتا رہا ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ کے تین مقدس گھروں میں سے ایک گھر بیت المقدس اسی علاقے میں واقع ہے۔ (8) شام کی سرزمین کو ارض حشر و نشر بھی کہا جاتا ہے، اسی علاقے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور یہیں دجال کو قتل کیا جائے گا۔ (السراج المنیر :1216/2)

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ﴾

''اور ہم نے اُسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب بھی زائد انعام کی صورت میں! اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا۔'' (72)

سوال 1: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ﴾ ''اور ہم نے اُسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب بھی زائد انعام کی صورت میں! اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَیَعْقُوْبَ﴾ ''اور ہم نے اسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب بھی'' جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے جدا ہو گئے اور ہجرت کر کے شام آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اسحاق اور یعقوب بن اسحاق عطا فرمائے۔

(2) ﴿نَافِلَةً﴾ ''زائد انعام کی صورت میں'' یعنی بوڑھے ہونے کے بعد جب کہ بیوی بانجھ تھی۔

(3) فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خوش خبری دی تھی: ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ﴾ تو ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی۔ (ہود:71)

(4) یعقوب علیہ السلام جنہیں اسرائیل بھی کہا جاتا ہے ان کی اولاد میں کثیر انبیاء پیدا ہوئے۔

(5) ﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ﴾ ''اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسحاق علیہ السلام، سیدنا یعقوب علیہ السلام میں سے ہر ایک کو نیک بنایا۔ سب ہی اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا کی اور انہیں لوگوں کے لئے راہ نما بنایا۔

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ﴾

''اور ہم نے ان کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے اور ہم نے اُن کی طرف نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی تھی اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے'' (73)

سوال 1: ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ﴾ ''اور ہم نے ان کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے اور ہم نے اُن کی طرف نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی تھی اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ ''اور ہم نے ان کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے'' اللہ رب العزت نے انہیں راہ نما بنایا۔ خیر کے کاموں میں ان کی اتباع کی جاتی ہے۔

(2) وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے مطابق لوگوں کی راہ نمائی کرتے تھے اور انہیں اس کی تعلیم دیتے تھے۔ دین ہی لوگوں کے کمال، نجات، اور سعادت کا ذریعہ ہے۔

(3) ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ﴾ ''اور ہم نے ان کی طرف نیکیاں کرنے کی وحی کی تھی'' وہ صالح ہستیاں خود بھلائی کے کاموں کو رغبت سے انجام دیتی تھیں اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتی تھیں۔

(4) ﴿فِعْلَ الْخَيْرٰتِ﴾ سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد اور تمام نیک اعمال ہیں۔

(5) ﴿وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ﴾ ''اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی'' یہاں خاص طور پر نماز اور زکوٰۃ کا ذکر یہ بتاتا ہے کہ باقی عبادات کے مقابلے میں انہیں فضیلت حاصل ہے اور یہ بھی کہ جس نے ان دونوں عادتوں کو قائم کرلیا اس نے دین قائم کرلیا اور یہ کہ نماز تمام اعمال میں سب سے افضل عمل ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور زکوٰۃ ان تمام اعمال میں افضل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق اور ان کے ساتھ احسان کا پہلو پایا جاتا ہے۔

(6) ﴿وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ﴾ ''اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے'' یعنی وہ خشوع کرنے والے، فرماں بردار، ہمارے احکامات پر عمل کرنے والے تھے (ایسر التفاسیر: 928،927)

(7) وہ قولی، قلبی اور بدنی عبادات میں مصروف رہنے کی وجہ سے اس مقام تک پہنچ گئے تھے کہ عبادات ان کا وصف بن جائے اور اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لیے مخلوق کو پیدا فرمایا۔

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بت پرست قوم چھوڑنے کا کیا صلہ دیا گیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے بڑے بڑے ائمہ پیدا ہوئے۔

﴿وَلُوۡطًا اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا وَّنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ تَّعۡمَلُ الۡخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فٰسِقِيۡنَ﴾

''اور لُوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے اس بستی سے اسے نجات دی جو بدکاریاں کرتی تھی، یقیناً وہ برے، نافرمان لوگ تھے'' (74)

سوال1: ﴿وَلُوۡطًا اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا وَّنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ تَّعۡمَلُ الۡخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فٰسِقِيۡنَ﴾ ''اور لُوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے اس بستی سے اسے نجات دی جو بدکاریاں کرتی تھی، یقیناً وہ برے، نافرمان لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلُوۡطًا اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا﴾ ''اور لُوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا'' اللہ رب العزت نے سیدنا لوط علیہ السلام کی تعریف کی ہے کہ وہ وحی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کا علم رکھتے تھے۔ دوسرے لوگوں کے درمیان حق اور عدل کے ساتھ فیصلے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جس قوم کی طرف بھیجا انہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے اور بے حیائیوں سے روکتے تھے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت قبول نہ کی اور بے حیائی کے کام جاری رکھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو الٹا دیا۔

(2) ﴿وَّنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ تَّعۡمَلُ الۡخَبٰٓئِثَ﴾ ''اور ہم نے اس بستی سے اسے نجات دی جو بدکاریاں کرتی تھی'' رب العزت نے سیدنا لوط علیہ السلام کو اس بستی سے نکال لیا جو بے حیائی کے کام کرتی تھی۔

(3) ﴿اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فٰسِقِيۡنَ﴾ ''یقیناً وہ برے، نافرمان لوگ تھے'' وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والی قوم تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو دھمکیاں دیں تو رب العزت نے انہیں بچالیا۔

﴿وَاَدۡخَلۡنٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ﴾

''اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے تھا''۔ (75)

سوال1: ﴿وَاَدۡخَلۡنٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ﴾ ''اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَدۡخَلۡنٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِنَا﴾ ''اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت یعنی اسلام میں داخل

کیا۔(الدرالمنثور:583/4)(2)انہیں جنت میں داخل کرلیا اور یہ بھی کہا گیا کہ بری قوم سے ان کو نجات دی۔(قرطبی:173/6)

(3)﴿اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے تھا'' اللہ تعالیٰ نے رحمت کا سبب صالحیت اور نیکی کو بتایا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخلے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی رحمت خوش گوار پناہ ہے۔اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس میں داخل کرتا ہے۔

(2) جو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہوا وہ دراصل عیش وعشرت میں داخل ہوا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت جس پر ہو وہ اسے برے ماحول سے نکال کر اچھے لوگوں کے ماحول میں لے جاتا ہے۔اس طرح زندگی کے ہر موڑ پر انہیں حکمت اور علم عطا فرماتا ہے اور ان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چھاؤں تلے گزرتی ہے۔

رکوع نمبر:6

﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾

''اور نوح کو جب کہ اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اُس کی دُعا قبول کی، پس ہم نے اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو بہت بڑے غم سے نجات دلائی'' (76)

سوال1: ﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور نوح کو جب کہ اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اُس کی دُعا قبول کی، پس ہم نے اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو بہت بڑے غم سے نجات دلائی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور نوح کو جب کہ اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا'' اے محمد! ان صالحین میں ہمارے بندے اور رسول نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی مدح بیان کرتے ہوئے ان کا ذکر کریں۔انہوں نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا اور شرک سے روکتے رہے۔انہوں نے دن رات قوم کو دعوت دی لیکن جب انہیں نصیحت قبول کرنے والا نہ پایا تو اپنے رب کو پکارا: ﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (۲۶) اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۲۷)﴾ ''اور نوح نے کہا: اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے۔'' (نوح:27,26)

(2) رب العزت نے نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کی قوم میں سے مومنوں کے سوا کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔رب العزت نے ان کی قوم

کے خلاف ان کی مدد فرمائی۔

(3)﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ﴾ ''تو ہم نے اُس کی دُعا قبول کرلی'' رب العزت نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ایک نوح علیہ السلام کی پکار پر جہانوں کے بادشاہ نے پوری دنیا ڈبودی۔

(4)﴿فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ﴾ ''پھر ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی'' سیدنا نوح علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو نجات عطا فرمائی یعنی ان کے بچوں میں سے جنہوں نے ایمان قبول کیا تھا۔

(5)﴿مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ ''بہت بڑے غم سے'' یعنی کافروں کی ایذاء رسانیوں اور برے لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔

(6)(i)اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو برے لوگوں کی رفاقت سے نجات دی تھی۔(ii)اللہ تعالیٰ نے طوفان سے نجات دی تھی۔

سوال2: سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے کیوں دُعا کی؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام نے طویل مدت تک اپنی قوم کو رب کی طرف بلایا مگر چند لوگوں کے سوا کسی نے اصلاح کی دعوت قبول نہیں کی۔آخر کار سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی بددعا کی۔

﴿وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُس کی مدد کی، اس کی قوم کے مقابلے میں جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا، یقیناً وہ بُرے لوگ تھے تو ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' (77)

سوال1:﴿وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُس قوم کے مقابلے میں اُس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا یقیناً وہ بُرے لوگ تھے تو ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''اور ہم نے اُس قوم کے مقابلے میں اُس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا'' رب العزت نے اس قوم کے مقابلے میں نوح علیہ السلام کی مدد کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا تھا۔

(2)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ﴾ ''یقیناً وہ بہت بُرے لوگ تھے'' قوم نوح علیہ السلام کے لوگ برے اعمال کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے اور اس کے احکامات کی مخالفت کرتے تھے اور نبی کی ایذاء رسانی کے لیے لوگوں کو ان کی بات سننے سے روکتے تھے۔

(3)﴿فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' رب العزت نے قوم کی سختی، ایذاء رسانی اور تکلیف سے اپنے نبی کو بچالیا۔سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق سب کافروں کو غرق کر دیا گیا۔

سوال 2: سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ (1) دنیا میں بگڑے ہوئے لوگ، بگاڑ پیدا کرنے والے آزاد نہیں ہیں۔

(2) اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ حق کی دعوت کے لیے اُٹھنے والا شخص اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس کے ساتھ اُس کا رب ہوجائے اُسے کون شکست دے سکتا ہے؟

﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ﴾

''اور داؤد اور سلیمان کو، جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب اُس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ہی ان کے فیصلے کے گواہ تھے'' (78)

سوال 1: ﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ﴾ ''اور داؤد اور سلیمان کو، جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب اُس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ہی ان کے فیصلے کے گواہ تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ﴾ ''اور داؤد اور سلیمان کو'' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دو باپ بیٹوں کا مدح سے ذکر کریں جو دونوں ہی پیغمبر تھے، جن کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا، دونوں کو رب العزت نے وسیع علم عطا فرمایا تھا دونوں ہی کو فیصلے کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔

(2) ﴿اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ﴾ ''جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب اُس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں'' (i) دونوں باپ بیٹے تھے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ (iii) ان کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔

(3) ﴿وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ﴾ ''اور ہم ہی ان کے فیصلے کے گواہ تھے'' سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک باغ میں گھس گئی اور اسے خراب کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ دن کو باغ کی نگہبانی باغ والوں کے ذمہ ہے اور رات کو جو مویشی خراب کریں تو ان کے مالک ان کا ہرجانہ دیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(4) یعنی ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے۔ ہمیں یہ پتہ لگ رہا تھا کہ انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔

(5) اور سلیمان نے لوگوں کے بارے میں جو فیصلہ دیا تھا ہم اس پر گواہ ہیں۔ ہم سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں تھی۔ (جامع البیان: 55/17)

(6) حسن بصری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام دونوں کو قوت فیصلہ اور علم دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تو تعریف کی اور داؤد پر ملامت نہیں کی (اگرچہ وہ فیصلہ درست نہ تھا) اور قرآن میں اللہ تعالیٰ ان دونوں پیغمبروں کا ذکر نہ کرتا تو سمجھتا ہوں کہ

قاضی لوگ تباہ ہو جاتے۔مگر اللہ تعالیٰ نے سلیمان کی تو درست فیصلہ پر تعریف کی اور داؤد علیہ السلام کو (ان کی اجتہادی غلطی پر) معذور رکھا۔ (بخاری۔کتاب الاحکام)

(7) سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب حاکم اجتہاد کر کے کوئی فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ درست ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر (بہ تقاضا بشریت) فیصلہ میں غلطی ہو جائے تو بھی اس کو ایک اجر ملے گا۔'' (بخاری:7352)

(7) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ان میں سے ایک جنتی ہے اور دو جہنمی۔جنتی وہ قاضی ہے جو حق کو پہچان جائے اور اس کے مطابق فیصلہ دے مگر جو شخص حق کو پہچاننے کے باوجود خلاف حق فیصلہ دے وہ جہنمی ہے۔اس طرح وہ بھی جہنمی ہے جو علم کے بغیر لوگوں کے فیصلے کرنے بیٹھ جائے۔'' (ابوداؤد، کتاب القضاء)

سوال 2: کھیت کے مقدمے میں دونوں نے کیا فیصلہ دیا؟

جواب: (1) کھیت کا معاملہ یہ تھا کہ ایک شخص کی بکریاں رات کو دوسرے کے کھیت میں جا گھسیں اور سارا کھیت خراب کر دیا۔

(2) سیدنا داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت والا لے لے تا کہ اس کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اس کے مقابلے میں یہ فیصلہ دیا کہ بکریاں کچھ عرصے کے لیے کھیت کے مالک کو دے دی جائیں تا کہ وہ ان سے نفع اُٹھائے اور کھیت بکریوں والے کے سپرد کر دیا جائے تا کہ وہ اس کو نئے سرے سے پانی دے، کھیت کو درست کرے اور اس کی دیکھ بھال کرے۔جب وہ دوبارہ اسی حالت میں آجائے جس میں بکریوں کے خراب کرنے سے پہلے تھا تو کھیت والے کو کھیت اور بکریوں والے کو بکریاں دے دی جائیں۔

﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾

''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے'' (79)

سوال 1: ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ ''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ﴾ ''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا'' یعنی ہم نے سلیمان علیہ السلام کو اس فیصلے کا فہم عطا کیا تھا۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کو کسی بھی معاملے کا فہم عطا نہیں کیا تھا اسی لیے دونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

(2)﴿ وَكُلًّا اٰتَیۡنَا حُكۡمًا وَّ عِلۡمًا ﴾ ''اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا'' یعنی ان دونوں داؤد اور سلیمان کو''حکم'' یعنی فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور علم سے نوازا۔

(3)سنن ابو داؤد میں ہے: فیصلے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ایک فیصلہ کرنے والا جنت میں جائے گا، دو آگ میں جائیں گے۔ایک ایسا آدمی ہے کہ جو علم حق کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔اور دوسرا آدمی جو ہے لوگوں کے درمیان اپنی جہالت سے فیصلے کرتا ہے وہ آگ میں جائے گا۔ایک اور آدمی ہے جو علم حق رکھتا ہے لیکن فیصلہ اس کے خلاف کرتا ہے وہ بھی آگ میں جائے گا۔(تفسیر قاسمی:277,278/11)

سوال 2:﴿وَّسَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ یُسَبِّحۡنَ وَالطَّیۡرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِیۡنَ ﴾ ''اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّسَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ یُسَبِّحۡنَ وَالطَّیۡرَ﴾ ''اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے'' سیدنا داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح کرنے والے، انتہائی عبادت گزار تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں آواز کی نرمی اور رقت عطا فرمائی تھی۔جب وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے تو پتھر، پرندے اور بے شعور پرندے بھی ان کے ساتھ مل جاتے، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا۔

(2)(i) سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرنے لگ جاتے تھے۔(ii) سیدنا داؤد علیہ السلام کی پرسوز آواز سن کر پرندے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگ جاتے تھے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضۡلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیۡ مَعَهٗ وَالطَّیۡرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الۡحَدِیۡدَ ﴾ ''اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضل عطا کیا، اے پہاڑو اور پرندو! اُس کے ساتھ تسبیح دہراؤ اور ہم نے اُس کے لیے لوہا نرم کر دیا۔''(سبا:10)

(4)﴿ اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَیۡدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِشۡرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّیۡرَ مَحۡشُوۡرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾﴾ جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اُس پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح و شام تسبیح کرتے تھے۔اور پرندے جمع کیے گئے، سب کے سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے۔(ص:17۔19)

(5)سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:''اے ابو موسیٰ! تجھے آل داؤد کی طرح اچھی آواز دی گئی ہے۔''(بخاری:5084)

(6)﴿وَ كُنَّا فٰعِلِیۡنَ ﴾ ''اور ہم کرنے ہی والے تھے'' یعنی پہاڑوں اور پرندوں کا مسخر کرنا اور پہاڑوں کا تسبیح کرنا یہ سب کچھ کتاب تقدیر میں لکھا ہوا تھا اور اپنے وقت پر ظاہر ہو گیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کو کیا خصوصی فہم عطا کیا تھا؟ دونوں فیصلوں کی روشنی میں بتائیں؟

جواب: (1) سیدنا داوٗد علیہ السلام کا فیصلہ بھی بہتر تھا کہ محض تاوان ادا کر دیا جائے اُس میں بکریوں والے کو اپنی بکریوں سے مستقل محروم ہونا پڑتا تھا۔

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ اس لحاظ سے بہتر تھا کہ اس کے نتیجے میں کسی کو بھی اپنی چیز سے محروم نہیں ہونا پڑا۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے عدل کے ساتھ تعمیر و ترقی کو بھی پیش نظر رکھا اور دونوں فریقوں کو کام میں لگا دیا۔ یہ زیادہ مثبت اور تعمیری صورت ہے۔

(4) سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی الہام کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عطا کردہ فہم قرار دیا۔

﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾

”اور ہم نے اس کو تمہارے لیے زرہ بنانی سکھائی تا کہ تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھے، تو کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو“ (80)

سوال 1: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ ”اور ہم نے اس کو تمہارے لیے زرہ بنانی سکھائی تا کہ تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھے، تو کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو۔“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ﴾ ”اور ہم نے اس کو تمہارے لیے زرہ بنانی سکھائی“ سیدنا داوٗد علیہ السلام زرہ بنانے کی صنعت میں مہارت رکھتے تھے، اللہ رب العزت نے انہیں جنگی لباس کی صنعت سکھائی۔

(2) زرہ بکتر بنانے کا علم اللہ تعالیٰ نے سیدنا داوٗد علیہ السلام کو عطا کیا۔ سیدنا داوٗد علیہ السلام نے سب سے پہلے زرہ بکتر بنائی۔ بعد میں آنے والوں تک یہ علم منتقل ہوا۔ (3) رب العزت نے داوٗد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور زرہ بنانی سکھائی۔

(4) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدنا داوٗد علیہ السلام سے پہلے بھی زرہیں بنتی تھیں لیکن وہ سادہ اور کنڈوں اور حلقوں کے بغیر ہوتی تھیں۔ سیدنا داوٗد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے کنڈے دار اور حلقے والی زرہیں بنائیں۔ (ابن کثیر)

(5) ﴿لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ﴾ ”تا کہ تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھے“ یعنی سخت لڑائی میں تمہاری حفاظت کرنے والے ہیں۔

(6) جنگی اغراض کے لیے زرہ بنانے کا کام داوٗد علیہ السلام نے شروع کیا۔

(7) ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ ”تو کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو“ جنگوں کے لیے زرہ سامان حفاظت ہے، یہ زرہیں جنگ میں محفوظ رکھتی ہیں اس لیے حکم دیا کہ تم اس نعمت کا شکر ادا کرو۔

(8) رب العزت نے سیدنا داوٗد علیہ السلام کو زرہ سازی کا فن سکھایا تھا، وہ بیت المال سے کچھ نہیں لیتے تھے، ہاتھ کی کمائی پر گزارہ کرتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”داوٗد علیہ السلام پر زبور کا پڑھنا اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ وہ جانور پر زین کسنے کا حکم دیتے اور ابھی زین پوری بھی نہ ہوتی کہ آپ زبور پڑھ چکتے اور آپ علیہ السلام کی گزر اوقات صرف اپنے ہاتھ کی کمائی پر تھی۔“ (بخاری: کتاب الانبیاء)

سوال 2: سیدنا داود علیہ السلام کو جنگی لباس اور زرہیں بنانے کی صنعت سکھانے کی کیا وجہ رب العزت نے بتائی ہے؟

جواب: رب العزت نے واضح کیا ہے کہ تمہاری حفاظت کے لیے جنگی لباس بنانے اس لیے سکھائے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

﴿وَلِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ عَاصِفَۃً تَجۡرِیۡ بِاَمۡرِہٖۤ اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡہَا ؕ وَ کُنَّا بِکُلِّ شَیۡءٍ عٰلِمِیۡنَ﴾

''اور سلیمان کے لیے تیز ہوا کو مسخر کر دیا جو اُس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے'' (81)

سوال 1: ﴿وَلِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ عَاصِفَۃً تَجۡرِیۡ بِاَمۡرِہٖۤ اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡہَا ؕ وَ کُنَّا بِکُلِّ شَیۡءٍ عٰلِمِیۡنَ﴾ ''اور سلیمان کے لیے تیز ہوا کو مسخر کر دیا جو اُس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ﴾ ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو'' یعنی سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کیا۔

(2) ﴿عَاصِفَۃً﴾ ''تیز'' بہت تیز چلنے والی ہوا کو مسخر کیا۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت کے ذمہ داروں کے ساتھ تخت پر بیٹھ جاتے اور جہاں چاہتے مہینوں کا فاصلہ لمحوں اور گھنٹوں میں طے کر کے پہنچ جاتے۔

(4) ﴿تَجۡرِیۡ بِاَمۡرِہٖ﴾ ''اُس کے حکم سے چلتی تھی'' ہوا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم کی اطاعت کرتی تھی، جہاں اسے چلنے کا حکم دیا جاتا تھا وہیں چلتی تھی، جہاں وہ حکم دیتے نرمی سے لے کر چلتی تھی۔ ﴿فَسَخَّرۡنَا لَہُ الرِّیۡحَ تَجۡرِیۡ بِاَمۡرِہٖ رُخَآءً حَیۡثُ اَصَابَ﴾ ''تو ہم نے اُس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اُس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی، جدھر وہ پہنچنا چاہتا تھا۔'' (ص:36)

(5) صبح کے وقت ہوا چلنا ایک مہینے کی منزل تھا اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی منزل تک تھا۔ ﴿وَلِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ غُدُوُّہَا شَہۡرٌ وَّ رَوَاحُہَا شَہۡرٌ﴾ ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)، اُس کا صبح کو چلنا ایک مہینہ کا اور اُس کا شام کو چلنا بھی ایک ماہ کا تھا۔'' (سبا:12)

(6) ﴿اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡہَا﴾ ''اس سرزمین کی طرف جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں'' برکت والی زمین سے مراد شام کی زمین ہے جو سیدنا سلیمان علیہ السلام کا علاقہ تھا۔ (7) سیدنا سلیمان علیہ السلام مشرق و مغرب میں ہوائی سفر کرتے تھے۔

(8) ﴿وَ کُنَّا بِکُلِّ شَیۡءٍ عٰلِمِیۡنَ﴾ ''اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں یعنی ہمارا علم مطلق اور بے قید ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ کا علم ہر اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے یا ان کے سامنے ظاہر ہے۔

﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴾

''اور شیاطین میں سے بھی، جو اُس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے'' (82)

سوال 1: ﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ج وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ﴾ ''اور شیاطین میں سے بھی، جو اُس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ ''اور شیاطین میں سے بھی، جو اُس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے'' شیاطین سے مراد جن ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔

(2) جنات سمندر میں غوطے لگا کر سیدنا سلیمان علیہ السلام کی لیے موتی اور جواہر نکالنے کے کام پر مقرر کیے گئے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ (۳۷) وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ (۳۸)﴾ ''اور شیاطین کو بھی ہر قسم کے معمار اور ماہر غوطہ خور (تابع کر دیا تھا) اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے تھے''۔ (ص: 38,37)

(3) جنات اور شیاطین کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا، وہ ان کے لیے ایسے کام کرتے تھے جو ان کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا تھا، ان میں سے ایک گروہ کو بیت المقدس کی تعمیر کے لیے مسخر کر رکھا تھا۔ ان میں سے کچھ اونچی عمارتیں، حوض، دیگیں اور لگن وغیرہ بناتے جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ط اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ط وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ''وہ اُس کے لیے تیار کر دیتے تھے جو وہ چاہتا، عالی شان عمارتیں اور مجسمے اور حوض نما لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں اے آلِ داؤد! شکر کے لیے عمل کرو۔'' (سبا: 13)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک سرکش جن گزشتہ شب میرے سامنے آیا (یا اس کی مثل کوئی کلمہ فرمایا) تاکہ میری نماز قطع کر دے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے چاہا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ صبح کو اسے تم لوگ دیکھو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ایسی سلطنت دے، جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔'' راوی حدیث روح نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شیطان کو ذلیل کر کے دھتکار دیا۔ (بخاری: 461)

(5)﴿وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ﴾ ''اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے'' رب العزت نے اپنی قوت کے ذریعے جنات کو ان کا فرماں بردار بنا رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ نافرمانی نہیں کر سکتے تھے، شیاطین ان کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتے تھے، ہر جن ان کے قبضے میں تھا، انہیں سیدنا سلیمان کے قریب جانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، سیدنا سلیمان علیہ السلام کا اختیار تھا کہ وہ انہیں گرفتار رکھیں یا چھوڑ دیں۔

سوال 2: جنات سیدنا سلیمان علیہ السلام کے قابو میں کیسے رہتے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو سنبھالنے والے ہم تھے یعنی ان کی سرکشی اور فساد سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حفاظت کی۔ اس وجہ سے وہ ان کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔

﴿وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

''اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے'' (83)

سوال 1: ﴿وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَيُّوْبَ﴾ ''اور ایوب کو یاد کرو'' (i) سیدنا ایوب علیہ السلام نویں صدی قبل مسیح کے پیغمبر تھے۔ (ii) اُن کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ (iii) وہ دولت مند تھے کھیتی، مویشی، مکانات اور اولاد کی اتنی کثرت تھی کہ مشرق میں یہ کہا جانے لگا کہ ان سے بڑا کوئی آدمی نہیں۔ (iv) سیدنا ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے شکر گزار اور وفادار بندے تھے۔ (v) سیدنا ایوب علیہ السلام کی زندگی دولت اور عزت پانے کے باوجود ایک عاجز انسان کی زندگی تھی۔

(2)﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ﴾ ''جب اس نے اپنے رب کو پکارا'' ہمارے بندے ایوب کے صبر اور ان کے شکر کا ذکر کرو۔ انہیں ہم نے مال اور اولاد کی بڑی سخت آزمائش میں مبتلا کیا، انہیں بیماری لگا دی، ان کا مال اور اولاد چلے گئے تو انہوں نے صبر کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام کو صبر کرنے والا اور اپنی رضا پر پوری طرح راضی پایا۔

(4)﴿اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء اور آزمائش کے طور پر شیطان کو آپ پر مسلط کر دیا گیا۔ شیطان نے آپ کے جسم پر پھونک ماری جس کے نتیجہ میں جسم پر بڑے بڑے پھوڑے بن گئے، وہ اس امتحان اور مصیبت میں مدت تک مبتلا رہے۔ اس دوران میں آپ کے گھر والے وفات پا گئے، آپ کا تمام مال چلا گیا تب سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا: ﴿انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین﴾ پس

انہوں نے اپنے حال کے ذکر کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اب تکلیف اپنی انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔(تفسیر سعدی:1691/2)

(5) صحیح روایات کے مطابق آپ کے ابتلاء کا دور 12 سال ہے۔(تیسیر القرآن:123/3)

(6) اسامہ ابن زید کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور بادشاہ کو اسی نام سے پکارنا چاہیے۔''یا ارحم الرحمین اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے'' جس نے تین مرتبہ یہ کہا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر لیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس سے اس نام کے ساتھ سوال کرو۔(رواہ الحاکم:544/1)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے: وہ کہہ رہے تھا:''یا ارحم الراحمین'' اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوال کرو۔(جب تم نے یہ کہا ہے''اے ارحم الراحمین'' تو) اللہ تعالیٰ نے تجھ پر نظر لگا دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تیری طرف توجہ کر لی ہے۔(رواہ الحاکم:544/1)

﴿فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَكَشَفۡنَا مَا بِهٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّاٰتَيۡنٰهُ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَذِكۡرٰى لِلۡعٰبِدِيۡنَ﴾

''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کر لی پس اُسے جو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی اور ہم نے اُس کے اہل وعیال اُسے دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی، اپنی طرف سے رحمت کے طور پر اور ان کی نصیحت کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں''(84)

سوال1:﴿فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَكَشَفۡنَا مَا بِهٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّاٰتَيۡنٰهُ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَذِكۡرٰى لِلۡعٰبِدِيۡنَ﴾ ''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کر لی پس اُسے جو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی اور ہم نے اُس کے اہل وعیال اُسے دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی، اپنی طرف سے رحمت کے طور پر اور ان کی نصیحت کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ﴾''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کر لی'' سیدنا ایوب علیہ السلام کی یہ دعا اٹھارہ سال بعد پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت، مال اور گھر والوں سے نوازا۔

(2)﴿فَكَشَفۡنَا مَا بِهٖ مِنۡ ضُرٍّ﴾''پس اُسے جو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی'' اللہ رب العزت نے اپنی رحمت سے دعا قبول کر لی اور فرمایا:﴿اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾''اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے''(ص:42)

(3) سیدنا ایوب علیہ السلام نے زمین پر ایڑی ماری اور ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ٹھنڈا پانی پیا اور غسل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکلیف دور کر دی۔

(4) اللہ رب العزت نے ساری صورت حال بدل دی، تکلیف کو صحت میں بدل دیا، فقر کو مال داری میں بدل دیا اور اپنی رحمت سے بیوی اور بچے بھی عطا کر دیے۔

(5) سیدنا ایوب علیہ السلام نے صبر کیا اور اپنے سارے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز لوٹا دی۔

(6) ﴿وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ﴾ ''اور ہم نے اُس کے اہل وعیال اُسے دیے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کا مال اور گھر والے، بیوی بچے واپس لوٹا دیے۔

(7) ﴿وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ﴾ ''اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی'' رب العزت نے انہیں تندرستی کے بعد مزید اولاد بھی عطا فرمائی اور کثیر مال بھی عطا فرمایا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایوب علیہ السلام کپڑے اتار کر غسل کر رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں ان پر گرنے لگیں۔ وہ ان کو اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے۔ ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ اے ایوب! جو کچھ تم دیکھ رہے ہو (سونے کی ٹڈیاں) کیا میں نے تمہیں اس سے بے پروا نہیں کر دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ صحیح ہے اے رب العزت! لیکن تیری برکت سے میں کس طرح بے پروا ہو سکتا ہوں۔'' (بخاری:3391)

(8) ﴿رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ''اپنی طرف سے رحمت کے طور پر'' سیدنا ایوب علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو یہ کہا تھا: ﴿و انت ارحم الراحمين﴾ تو رب العزت نے اپنی رحمت سے اولاد لوٹا دی، مال لوٹا دیا اور مزید اولاد اور مال بھی عطا فرمایا۔

(9) سیدنا ایوب علیہ السلام نے صبر کیا، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کے ثواب کے ساتھ دنیا میں بھی مال اور اولاد کی صورت میں بہترین بدلہ عطا فرمایا۔

(10) ﴿وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ﴾ ''اور ان کی نصیحت کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں'' یعنی سیدنا ایوب علیہ السلام کے واقعے میں عبادت گزاروں کے لیے نصیحت ہے۔ ان کا صبر باعث نصیحت ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ یقیناً ہم نے اُسے صابر پایا، کیا بہترین بندہ تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔ (ص:44) ہر حال میں رب کا دامن تھامنے میں نصیحت ہے، ان کی شکر گزاری میں عبادت گزاروں کے لیے نصیحت ہے، انہوں نے رو رو کر جب اپنے رب سے فریاد کی، سجدے میں گر گئے، تواضع کا اظہار کیا، اعلیٰ صفات ارحم الرحمین سے پکارا اس طرز عمل میں سب کے لیے نصیحت ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کا امتحان زیادہ سخت لیتے ہیں؟

جواب: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کن لوگوں کا امتحان سخت ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پیغمبروں کا، پھر جو ان کے بعد مرتبے میں افضل ہیں، پھر جو ان کے بعد افضل ہیں اور آدمی پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ اگر اس کا دین سخت اور قوی ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے تو اسی انداز سے وہ مشکل آتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔'' (ترمذی:2398)

سوال3: انسان پر اللہ تعالیٰ کے طرف سے آزمائش آئے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: (1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے، کیوں نہیں، (ضرور دکھلایئے!) انہوں نے فرمایا: یہ کالی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرمائیں (کہ اس بیماری سے نجات مل جائے)۔ آپ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو اس تکلیف پر صبر کر، اس کے بدلے تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تجھے اس بیماری سے عافیت دے دے۔ اس نے کہا میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم (دورے کے وقت) میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ اللہ سے دعا فرما دیں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ نے اس کیلئے یہ دعا فرمائی۔ (بخاری:5652) (مسلم:2576)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ جس وقت میں اپنے بندہ کو اس کی دو پیاری چیزوں کی تکلیف دیتا ہوں اور وہ اس پر صبر کر لیتا ہے تو ضرور ان دونوں کے عوض جنت دیتا ہوں۔'' (ان سے) آپ ﷺ کی مراد آنکھیں تھیں۔ (بخاری:5653)

﴿وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو، ہر ایک صبر کرنے والوں میں سے تھا'' (85)

سوال1: ﴿وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو، ہر ایک صبر کرنے والوں میں سے تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِسْمٰعِيْلَ﴾ ''اور اسماعیل'' اور اسماعیل کی مدح و ثنا کیجیے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔

(2) ﴿وَاِدْرِيْسَ﴾ ''اور ادریس'' اور ادریس کو بہترین اسلوب میں یاد کیجیے۔ سیدنا ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں جن کا ذکر بائبل میں حنوخ Enoch کے نام سے آیا ہے۔

(3) ﴿وَذَا الْكِفْلِ﴾ ''اور ذوالکفل'' اور ذوالکفل کی مدح و ثنا کیجئے۔ سیدنا ذوالکفل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ قرآن مجید میں نبیوں کے نام کے ساتھ ان کا نام آیا ہے جس وجہ سے انہیں بھی انبیاء میں سے سمجھا جاتا ہے۔

(4) ﴿كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''ہر ایک صبر کرنے والوں میں سے تھا'' یعنی سب انبیاء صبر کرنے والے تھے۔

(5) صبر سے مراد ہے نفس کو کنٹرول میں رکھنا اور طبعی میلان کی طرف جھکنے سے روکنا۔ صبر کی تین قسمیں ہیں: (i) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر

صبر، اس سے مراد ہے اس کے احکامات کی پابندی کرنا۔(ii) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا یعنی جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے بچنا، اس کے احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا۔(iii) رب العزت کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کرنا۔ کوئی بندہ اس وقت تک صبر کرنے والوں میں شامل نہیں ہوتا جب تک تینوں قسموں کا حق ادا نہ کرے۔ صبر انبیاء کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ نے صبر کی وجہ سے ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں، ان کو دنیا و آخرت کا بہترین اجر عطا فرمایا، ان کا ذکر بلند کیا، انہیں سچی شہرت نصیب فرمائی، صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ معزز بنا دیتا ہے، ان کا اکرام کرتا ہے۔

سوال 2: اس آیت میں تینوں انبیاء کی صبر کی صفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کیا سبق ہے؟

جواب: صبر کی صفت تمام انبیاء میں مشترک ہے۔ اس میں انذار یعنی دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے سبق ہے اور پیغمبروں کی پیروی کرنے والوں کے لیے سبق ہے۔ (الاساس: 3486/7)

سوال 3: صابرین سے کیا مراد ہے؟ سیدنا اسماعیل علیہ السلام، سیدنا ادریس علیہ السلام اور سیدنا ذوالکفل علیہ السلام کیسا صبر کرنے والے تھے؟

جواب: (1) صابرین سے مراد صبر میں کمال رکھنے والے لوگ ہیں۔

(2) سیدنا اسماعیل علیہ السلام کیسا صبر کرنے والے تھے؟ باپ کو خواب آیا بیٹا ذبح کر دو تو اسماعیل علیہ السلام نے اپنی گردن پر چھری چلانے کے لیے خود کہا: ﴿يَآ اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ''اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے کر دیجیے۔ پھر کہا: ﴿سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے۔ (الصافات: 102)

(3) سیدنا ادریس علیہ السلام علم اور سچائی میں کمال رکھتے تھے۔

(4) سیدنا ادریس علیہ السلام کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قوم کی طرف دعوت کے لیے مبعوث کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔ قوم نے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور سیدنا ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان پر اٹھا لیا اور یہ پہلے انسان تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے کپڑے سینے کا ہنر سکھایا تھا یعنی پیشے کے اعتبار سے یہ ٹیلر درزی تھے۔ اسی طرح سے یہ پہلے انسان تھے جنہوں نے جنگ میں متعدد قسم کا اسلحہ استعمال کیا۔ (تفسیر منیر: 9/122.121)

(5) سیدنا ذوالکفل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ ان کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ شاید یہ نبی نہیں تھے لیکن انبیاء کی فہرست میں ان کا ذکر آیا ہے اس وجہ سے اکثر علماء یہ سمجھتے ہیں کہ یہ انبیاء میں سے تھے۔ سیدنا ذوالکفل کا نام ان کی شخصیت کی اعلیٰ صفت کی وجہ سے آیا کہ وہ صبر کیا کرتے تھے۔ (6) وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے اور فیصلے کرتے ہوئے غصہ نہیں کرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے، اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھتے تھے اور ہر روز سو نمازیں پڑھتے تھے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ کر دیتے تھے جیسا کہ ان کے بارے میں ہمیں تذکرہ ملتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ پیغمبروں میں سے تھے۔ (تفسیر منیر: 9/122)

﴿وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾

''اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے'' (86)

سوال 1: ﴿وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا﴾ ''اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا'' یعنی نبوت یا آخرت کی نعمت دی۔ (بیضاوی: 105/4)

(2) یعنی ان تینوں انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کے حصار میں لے لیا تھا اور اس کا ایک سبب تو ان کا صبر تھا اور دوسرا سبب ان کی صالحیت تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے'' یعنی تینوں رحمت کے مستحق اس لیے بنے کہ تینوں صالح تھے۔

سوال 2: صالحیت کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟

جواب: (1) صالحیت کا آغاز انسان کے قلب سے ہوتا ہے اور قلب کی صالحیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس کے لیے اخلاص، اس پر توکل، اس کی طرف انابت، اسی سے امید باندھنا، اسی کا خوف رکھنا، مصیبت پر صبر کرنا، نعمت پر شکر کرنا، اس کی رضا کے لیے ہر کام کرنا، اسی سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کا ارادہ کرنا، اسی کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے بچنے کا ارادہ کرنا، حرام سے بچنا، حلال پر راضی رہنا، اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور و فکر کرنا اور اپنا محاسبہ کرنا۔ ان سے صالحیت حاصل ہوتی ہے۔

(2) صالحیت کا تعلق زبان سے بھی ہے، زبان تب صالح ہوتی ہے جب ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔

(3) صالحیت کا تعلق اعضاء سے بھی ہے۔ اعضاء کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانا اور انہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں لگانا۔

﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''اور مچھلی والے کو جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اُس نے سمجھا کہ ہم اس پر ہرگز قابو نہ پا سکیں گے تو اُس نے اندھیروں میں پکارا: ''کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا'' (87)

سوال 1: ﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اور مچھلی والے کو جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اُس نے سمجھا کہ ہم اس

پر ہرگز قابو نہ پاسکیں گے تو اُس نے اندھیروں میں پکارا: ''کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَذَا النُّوْنِ﴾ ''اور مچھلی والے کو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی کو مدح وثنا سے یاد کریں۔ ذالنون سے مراد سیدنا یونس علیہ السلام ہیں یعنی مچھلی والے۔ ان کا یہ لقب اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مدت تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہے۔

(2) یونس علیہ السلام بن متی کو اللہ تعالیٰ نے نینویٰ شہر کے لوگوں کی طرف مبعوث کیا تھا، جو موصل کے علاقے میں ہے۔ انہوں نے لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلایا لیکن وہ اپنے شرک پر قائم رہے۔ سیدنا یونس علیہ السلام ان سے ناراض ہوکر یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ تین دن بعد آپ پر عذاب آجائے گا۔ لوگ اس دھمکی سے ڈر گئے سب مل کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔

(3)﴿اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا﴾ ''جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا'' سیدنا یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان نہ لانے پر غصہ کرکے چلے گئے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۱۴۰) فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (۱۴۱) فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ (۱۴۲)﴾ جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا۔ پھر انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا۔ چنانچہ اُس کو مچھلی نے نگل لیا اور اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا۔ (الصافات:140۔142)

(5)﴿فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ ''پس اُس نے سمجھا کہ ہم اس پر ہرگز قابو نہ پاسکیں گے'' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا یونس علیہ السلام عبادت گزار، تسبیح کرنے والے تھے۔

(6) ابوجعفر کہتے ہیں جب سیدنا یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ میں جو کچھ کررہا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب نہیں دے گا۔ (جامع البیان:85/17)

(7) انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ سیدنا یونس علیہ السلام نے قبل از وقت فیصلہ کرلیا تھا۔ رب العزت نے ساری انسانیت کی راہ نمائی کی ہے کہ یہ گمان ہے جو انسان کو خراب کرتا ہے۔ ظاہری طور پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا جلدی کرنا، قوم پر غصہ کرنا اور ان کے پاس سے نکل بھاگنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے تھا۔ اور ان کو گمان تھا کہ ان پر قدرت نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ان کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس نہیں کرسکتا، یا ان کا خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نکل بھاگیں گے اور مخلوق کسی کو بھی ایسا گمان پیش آنے سے کچھ مانع نہیں مگر اس طرح کہ اس کو استقرار اور استمرار حاصل نہ ہو۔ پس یونس علیہ السلام بھاگ کر کچھ لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوگئے۔ اور انہوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی کہ ان میں سے کس کو سمندر میں پھینکا جائے کیونکہ انہیں خوف تھا کہ اگر سب کشتی میں رہے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا اور ان کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔ (تفسیر سعدی:1694،1693/2)

(8)﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ﴾ ''تو اُس نے اندھیروں میں پکارا'' سیدنا یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں سے رب کو پکارا یعنی مچھلی کا اندھیرا، سمندر کا اندھیرا، رات کا اندھیرا۔

(10)﴿اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' سیدنا یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات کو ہر نقص اور عیب سے پاک قرار دیا، اس کی کامل الوہیت کا اقرار کیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ (۱۴۳) لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (۱۴۴)﴾ ''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا۔ یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے۔'' (الصافات:144,143)

(11) سیدنا یونس علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا۔

سوال 2: سیدنا یونس علیہ السلام نے دعوت کے محاذ کو تکمیل سے پہلے چھوڑ دیا تھا۔ ایک داعی کے لیے اس واقعے میں بہت سے اسباق ہیں، ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) دعوت دینے والوں کے لیے ضروری ہے کہ دعوت کی حقیقت کو سمجھیں اور دعوت کے فرائض اور مشکلات کو برداشت کریں۔

(2) دعوت دینے والے صبر اور ثابت قدمی سے کام لیں۔

(3) دعوت میں اگر ایک طریقے سے ناکامی ہو رہی ہو تو نئے سرے سے دعوت کا آغاز کریں، پھر سے نئے عزم کے ساتھ پروگرام شروع کردیں۔

(4) دعوت دینے والوں کو اپنے کام سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ دعوت دینے والوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جمے ہوئے باطل رسم و رواج کو، موجودہ عادات کو تبدیل کرنے کا کام آسان نہیں ہے، اس کے لیے مسلسل کوشش کی ضرورت ہوتی ہے جیسے ٹی وی کے چینل تبدیل کرتے کرتے مطلوبہ چینل لگ جاتا ہے ایسے ہی دعوت دینے والے کا کام ہے وہ دعوت کا کام جاری رکھے کیونکہ دل کسی بھی وقت آمادہ ہو سکتے ہیں۔ دعوت دینے والے کو غصے میں نہیں آنا چاہیے۔

(5) دعوت دینے والے کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی ذات کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تو اس سے اپنے دین کا کام لے لیا ورنہ دعوت کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا دعوت دینے والے کو ہر طرح کے حالات میں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے اور انجام اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

(6) دعوت دینے والوں کو اپنی غلطیوں پر توبہ کرنی چاہیے۔ سیدنا یونس علیہ السلام کی طرح اپنے موقف پر نظرثانی کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرنی چاہئیں۔

(7) دعوت دینے والوں کے لیے اس واقعے میں خوش خبری بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اندھیروں کے اندر دُعائیں سنتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے داعیوں کی دُعائیں قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غم سے نجات دلاتا ہے اور کامیابی عطا کرتا ہے۔

سوال 3: سیدنا یونس علیہ السلام قوم سے برہم ہو کر کیوں چلے گئے تھے؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام اپنی قوم کو طویل عرصے تک توحید اور آخرت کی دعوت دیتے رہے مگر لوگوں نے اُن کی دعوت قبول نہ کی۔

سوال 4: سیدنا یونس علیہ السلام کے غصہ کر کے چلے جانے پر اللہ تعالیٰ نے کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُس نے یہ سمجھا تھا کہ ہم اس کو نہ پکڑیں گے۔

﴿فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾

''چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں''(88)

سوال1: ﴿فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا یونس علیہ السلام کی دعا قبول کر لی، انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا کی، سارے مشکل حالات کھول دیئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہر دروازہ بند ہے۔ پھر رب العزت نے سارے دروازے کھول دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مصیبتیں باہر چلی گئیں، اللہ تعالیٰ کے انعامات اندر آ گئے۔

(2) سیدنا یونس علیہ السلام کو رب العزت نے مچھلی کے پیٹ سے نکال لیا۔ اسی طرح جب بندے مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اور سچے دل سے توجہ اور رغبت کریں اور یہ دعا کریں تو اللہ تعالیٰ مصیبت سے نجات دیتے ہیں۔ سید الانبیاء نے اس دعا کی رغبت دلائی ہے۔

(3) ﴿وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مچھلی کے پیٹ میں ذالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا یہ تھی: ﴿لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا'' جو مسلمان آدمی بھی کسی مقصد کے لیے ان کلمات کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔'' (سنن ترمذی:3505)

(4) یہ ہر اس مومن کے لئے وعدہ اور بشارت ہے جو کسی مصیبت اور غم میں مبتلا ہو جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات دے گا، اس کے ایمان کے سبب سے اس کی مصیبت کو دور کر دے گا جیسا کہ اس نے سیدنا یونس علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ (سعدی:1694/2)

﴿وَزَكَرِيَّاۤ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ﴾

''اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا: ''اے میرے رب! آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور آپ سب وارثوں میں سے بہترین ہیں''(89)

سوال1: ﴿وَزَكَرِيَّاۤ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ﴾ ''اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا: ''اے میرے رب! آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور آپ سب وارثوں میں سے بہترین ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ﴾ ''اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا'' یعنی ہمارے بندے اور رسول زکریا علیہ السلام کے فضائل کا ذکر کریں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ رحمت اور خیر خواہی کے معاملات کیے تو ان پر اس کی خاص رحمت ہوئی۔

(2)﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اے میرے رب! آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور آپ سب وارثوں میں سے بہترین ہیں'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ میرا کوئی بیٹا نہیں جو نبوت کے معاملے کو سنبھال لے۔ میرا کوئی وارث نہیں تو بہترین وارث ہے اور تیرے اختیار میں سبھی کچھ ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ مبِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا ہے اور اے میرے رب! میں آپ کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا۔ اور یقیناً میں اپنے پیچھے اپنے رشتے داروں سے خوف رکھتا ہوں اور شروع سے میری بیوی بانجھ ہے، سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرمائیں۔ جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنا۔'' (مریم:4-6)

(3) ان آیات کریمہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رب لاتذرنی فردا سے مراد یہ ہے کہ جب سیدنا زکریا علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے لئے کوئی آپ کا قائم مقام نہ ہوگا، نیز یہ کہ سیدنا زکریا علیہ السلام اس وقت تنہا تھے کوئی ان کا خلف رشید نہ تھا جو دعوت میں ان کی اعانت کرتا۔ وانت خیر الورثین یعنی تو باقی رہنے والوں میں سب سے بہتر ہے اور بھلائی میں میرے کسی خلف رشید سے بہتر ہے اور تو اپنے بندوں کے ساتھ مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن اور نفس کو سکون حاصل ہو اور میرے لئے اس کا ثواب جاری رہے۔ (تفسیر سعدی:1695/2)

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾

''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے یحییٰ سے نوازا اور اُس کی بیوی کو اُس کے لیے درست کر دیا، یقیناً وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے۔'' (90)

سوال 1:﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ﴾ ''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے یحییٰ سے نوازا اور اُس کی بیوی کو اُس کے لیے درست کر دیا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ﴾ ''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کی بیوی کو اُن کے لیے درست کر دیا وہ

بانجھ تھی، ولادت کے قابل نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نقص دور کر کے ولادت کے قابل بنا دیا۔

(2)﴿وَوَهَبۡنَا لَهٗ يَحۡيٰى﴾ ''اور اسے یحییٰ سے نوازا'' (i) اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کو سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جیسا بیٹا عطا کیا جن کا کوئی ہم نام پہلے نہیں گزرا تھا۔

(3)﴿وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ﴾ ''اور اُس کی بیوی کو اُس کے لیے درست کر دیا'' یعنی سیدنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی بانجھ تھیں۔ رب العزت نے انہیں درست کر کے اسے حمل کے قابل بنا دیا۔

سوال 2:﴿اِنَّهُمۡ كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَيَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا‌ؕ وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ﴾ ''یقیناً وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّهُمۡ كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ﴾ ''یقیناً وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے'' رب العزت نے سیدنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے تقرب کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ تمام نیکیوں میں سبقت لے جاتے تھے اور نیکیوں کی تکمیل ایسے طریقے سے کرتے تھے جس کی رب العزت نے مدح بیان فرمائی ہے۔ (2) وہ نیکیوں کے کام نہیں چھوڑتے تھے اور اپنی فرصت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

(3)﴿وَيَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا‌ؕ وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ﴾ ''اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے۔'' یعنی وہ ذوق وشوق سے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے لیے دعائیں کرتے تھے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَمۡ اَكُنۡۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ ''میں آپ کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا۔'' (مریم:4)

(4) وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے دل سے ڈرنے والے تھے، بلک بلک کر اس سے دعائیں کرتے تھے۔ دنیا اور آخرت کے ضرر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

(5)﴿وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ﴾ ''اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے'' خشوع وہ خوف ہے جو دل سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔

(6) سیدنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع اور انکساری کا اظہار کرتے تھے۔

(7) ایک دفعہ سیدنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے خطبے میں فرمایا: میں تم کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی تائید کرتا ہوں اور اس بات کی بھی کہ تم اس کے شایان شان اس کی حمد وثنا کرتے رہو۔ رغبت کو ڈر کے ساتھ ملائے رکھو اور چمٹ کر بار بار مانگو، دیکھو اللہ تعالیٰ نے زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی اور ان کی اہلیہ کی تعریف فرمائی ہے۔ پھر آپ نے ﴿اِنَّهُمۡ كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَيَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا‌ؕ وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ﴾ پڑھ کر سنائی۔ (ابن ابی حاتم)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کو رغبت اور خوف کے ساتھ کون پکارتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو رغبت اور خوف کے ساتھ وہ پکارتا ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ سے پختہ رابطہ رکھنے والا ہو، جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار ہو،

جواللہ تعالیٰ کے آگے خشوع کا اظہار کرنے والے ہوں۔

سوال4: قبولیت دعا کے لیے کن چیزوں کا اہتمام ضروری ہے؟

جواب: (1) نیکی کے کاموں میں بھاگ دوڑ کرنا۔ (2) اللہ تعالیٰ سے لالچ، طمع اور خوف کے ساتھ دُعائیں کرنا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور خشوع وخضوع کا اظہار کرنا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کو خوف کے ساتھ کیوں پکارا جاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو خوف کے ساتھ اس لیے پکارا جاتا ہے کہ کہیں رب ناراض نہ ہو جائے۔

﴿وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

”اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا“ (91)

سوال1: ﴿وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ”اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ”اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی“ یعنی سیدہ مریم علیہا السلام جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کا تذکرہ، ان کی پاکیزگی اور ان کی قدر و منزلت کے ساتھ کریں۔

(2) سیدہ مریم علیہا السلام نے ہمیشہ اپنی عزت کی حفاظت کی۔ سیدہ مریم علیہا السلام کی پاکیزگی کا بیان قرآن مجید میں ان ہی کی زبان سے کیا گیا ہے: ﴿قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا (٢٠)﴾ ”مریم نے کہا: ”میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ اور مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں کبھی بدکار نہ تھی۔“ (مریم:20) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنے کی وجہ سے شادی نہیں کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ ”اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی“ (التحریم:12)

(3) ﴿فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا﴾ ”تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا“ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو ان کے عمل کی جنس ہی سے اس کا بدلہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے ایک بیٹے سے نوازا۔ سیدنا جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدہ

مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہر گیا۔(سعدی:1697،1696/2)

(4) ﴿وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا'' سیدہ مریم علیہا السلام کو کسی مرد کے چھوئے بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی پھونک سے حمل ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو سارے جہان والوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا کہ وہ چاہے تو بن باپ کے بچہ پیدا کر سکتا ہے۔

(5) سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس سیدنا زکریا علیہ السلام بے موسم کے پھل دیکھتے تھے جو کہ جہان والوں کے لیے نشانی ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۭ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔(آل عمران:37)

(6) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے میں کلام کیا اور اپنی ماں پر لگنے والی تہمت سے برأت کا اعلان کیا۔ ان کے ہاتھ پر رب العزت نے معجزات ظاہر کیے۔ اس طرح وہ سارے جہان والوں کے لیے نشانی بن گئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (۲۱)﴾ ''فرشتے نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا، تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر تو بہت آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی جانب سے ایک رحمت بنا دیں اور ہمیشہ سے یہ ایک طے شدہ کام ہے۔''(مریم:21)

(7) ﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ (۵۰)﴾ ''اور ہم نے ابنِ مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنا دیا اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بلند زمین پر ٹھکانہ دیا جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی۔''(المومنون:50)

سوال 3: سیدہ مریم علیہا السلام کی کس خاص صفت کا یہاں تذکرہ کیا گیا؟

جواب: سیدہ مریم علیہا السلام نے اپنی شہوت کو قابو میں رکھا۔

سوال 4: سیدہ مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کا انہیں کیا انعام دیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ انہیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بنایا اور معجزاتی طریقے سے بن باپ کے پیدا کیا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا حق دار کون بن سکتا ہے؟

جواب: جو اپنی خواہشات کو قابو میں رکھے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا حق دار بن سکتا ہے۔

﴿اِنَّ هٰذِہٖۤ اُمَّتُکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۫ۖ وَّاَنَا رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ﴾

’’یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو‘‘ (92)

سوال 1: ﴿اِنَّ هٰذِہٖۤ اُمَّتُکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۫ۖ وَّاَنَا رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ﴾ ’’یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو‘‘ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذِہٖۤ اُمَّتُکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً﴾ ’’یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے‘‘ یہاں امت سے مراد دین یا ملت ہے۔

(2) سیدنا مجاہد نے فرمایا یعنی تمہارا دین ایک ہے۔ (جامع البیان: 91/17) (3) اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کا دین یا اُن کا طریقہ ملت ایک ہی ہے سب ہی توحید پر قائم تھے جس سے طرح نبی ﷺ نے فرمایا: ’’ہم انبیاء کی جماعت اولادِ علات ہیں یعنی جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف ہوں اور ہمارا دین ایک ہے۔‘‘ (ابن کثیر)

(4) رب العزت نے فرمایا: یہ سارے انبیاء جن کا تذکرہ ہم نے کیا ہے تمہارے راہ نما اور تمہارے امام ہیں۔ ان سب کا دین ایک اور ان کا رب ایک اور ان کی شریعت ایک ہے۔

(5) ﴿وَّاَنَا رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ﴾ ’’اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو‘‘ میں تمہارا رب ہوں تمہارے لیے میرے دین کے سوا کوئی دین نہیں اور میرے سوا تمہارا کوئی رب نہیں، تم میری عبادت کرو اور مجھے ایک مانو۔ (تفسیر خازن: 242/3)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ هٰذِہٖۤ اُمَّتُکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمۡ فَاتَّقُوۡنِ﴾ ’’اور یقیناً یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو۔ (المومنون: 52)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتیں پسند کرتا ہے اور تین باتیں ناپسند کرتا ہے، وہ پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقے فرقے نہ بنو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ناپسند کرتا ہے بے فائدہ باتیں کرنے کو، سوال کی کثرت کو اور مال کے ضائع کرنے کو۔‘‘ (مسلم: 1715)

(8) انبیاء کے دین کا اصول ہمیشہ ایک ہی رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چیز کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا وہی عبادت کے لائق ہے۔ اور اسی کو توحید کہتے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 127/3)

سوال 2: سارے انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہارا رب ہوں۔ تم سب میری عبادت کرو۔

﴿وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ﴾

''اورانہوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سب ہی ہماری طرف لوٹنے والے ہیں'' (93)

سوال 1: ﴿وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سب ہی ہماری طرف لوٹنے والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ﴾ ''اور انہوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا'' (i) لوگ توحید کو، ایک رب کی عبادت کو چھوڑ کر فرقوں میں بٹ گئے۔ کوئی یہودی اور کوئی عیسائی ہو گیا۔ اسی طرح مسلمانوں کے بھی مختلف فرقے بن گئے۔ (ii) لوگوں نے دین میں بحثیں کر کر کے ایک دین کو کئی دینوں میں بدل ڈالا۔

(2) اگر سب لوگ ایک دین پر قائم رہیں تو ایک اُمت بن سکتے ہیں۔

(3) انبیاء کے ماننے والے ہی فرقوں میں بٹ گئے اور رب العزت نے فرمایا: ﴿مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ''اُن میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور بہت سے گروہ بن گئے، ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اُس کے پاس ہے۔'' (الروم:32)

(4) ﴿كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ﴾ ''سب ہی ہماری طرف لوٹنے والے ہیں'' یعنی سارے ہی فرقے ہماری طرف لوٹیں گے اور ہم ان کے اعمال کا انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے۔

(5) یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس لیے فرمائی تا کہ واضح ہو جائے کہ اختلافات دنیا میں دور ہونے والے نہیں۔ ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہی ہو گا۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (٦٣)﴾ ''اور اس نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی، اگر آپ زمین میں جو بھی ہے وہ سب خرچ کر دیتے تب بھی آپ ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الانفال:63)

(7) وحشی سے روایت ہے لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ ہم کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تم الگ الگ کھاتے ہو متفرق انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو جمع ہو جاؤ اپنے کھانے پر اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔ اس میں برکت ہو گی۔ (ابن ماجہ:3286)

(8) سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام تو رسول اللہ ﷺ سے خیر و بھلائی کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں برائی

کے بارے میں اس خوف کی وجہ سے کہ وہ مجھے پہنچ جائیں، سوال کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شر میں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس یہ بھلائی لائے۔ تو کیا اس بھلائی کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: کیا اس برائی کے بعد کوئی بھلائی بھی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور اس خیر میں کچھ کدورت ہوگی۔ میں نے عرض کیا: کیسی کدورت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری سنت کے علاوہ کو سنت سمجھیں گے اور میری ہدایت کے علاوہ کو ہدایت جان لیں گے۔ تو ان کو پہچان لے گا اور نفرت کرے گا۔ میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد کوئی برائی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہو کر جہنم کی طرف بلایا جائے گا۔ جس نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا وہ اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ ہمارے لیے ان کی صفت بیان فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! وہ ایسی قوم ہوگی جو ہمارے رنگ جیسی ہوگی اور ہماری زبان میں ہی گفتگو کرے گی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر یہ مجھے ملے تو آپ ﷺ کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت کو اور ان کے امام کو لازم کر لینا۔ میں نے عرض کیا: اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت ہو، نہ کوئی امام (تو کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا اگرچہ تجھے موت کے آنے تک درخت کی جڑوں کو کاٹنا پڑے اور تو اسی حالت میں موت کے سپرد ہو جائے۔'' (مسلم:4784)

(9) ''سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''عنقریب فتنے اور فساد ظاہر ہوں گے اور جو اس امت کی جماعت کے معاملات میں تفریق ڈالنے کا ارادہ کرے اسے تلوار کے ساتھ مارو، خواہ وہ شخص کوئی بھی ہو۔'' (مسلم:4796)

(10) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔'' (ترمذی:2167)

(11) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں مقام جابیہ پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم جماعت کو لازم پکڑو اور تفرقہ سے بچو۔ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور ہوتا ہے۔ جو شخص جنت کا درمیان اور بہتر حصہ چاہتا ہے وہ شخص جماعت کو لازم پکڑے۔ (ترمذی:2165)

(12) اختلاف آپس کی ضد کے سبب ہوتا ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا م بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۲۱۳)﴾ ''لوگ ایک ہی اُمت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں اُنہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں اُنہوں

نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (البقرہ:213)

(13)﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۱۹)﴾ ''اور تمام لوگ ایک ہی اُمت تھے، پھر وہ الگ الگ ہوگئے اور اگر آپ کے رب کے پاس ایک بات پہلے ہی سے طے نہ ہوتی تو اس بارے میں ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔'' (یونس:19)

(14) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپس میں اختلاف نہ کرو، تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ اسی باعث ہلاک و برباد ہوگئے۔'' (بخاری:3476)

رکوع نمبر 7

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ج وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾

''پس جو شخص نیکی کا کوئی عمل کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی اور یقیناً ہم ہی اسے لکھنے والے ہیں'' (94)

سوال 1: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ج وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾ ''پس جو شخص نیکی کا کوئی عمل کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی اور یقیناً ہم ہی اسے لکھنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ''پس جو شخص نیکی کا کوئی عمل کرے اور وہ ایمان والا ہو'' یعنی ایمان کی حالت میں جو نیک اعمال کرے گا اور نیک اعمال سے مراد جن کو اللہ تعالیٰ نے قولی، قلبی اور فعلی عبادات میں سے مشروع کیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:934)

(2) ﴿فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ﴾ ''اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی'' یعنی اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی، نہ اس کو ضائع کیا جائے گا، نہ کم کیا جائے گا یعنی ظلم نہیں کیا جائے گا بلکہ کوشش کا کئی گنا اجر دیا جائے گا اور ہر عمل کی کامل جزا دی جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى﴾ ''اور جو شخص اپنے رب کے پاس مومن ہو کر آئے گا جس نے نیک عمل کیے ہوں گے تو ان لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں'' (طٰہٰ:75)

(3) ﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ج وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''جس نے برا عمل کیا تو وہ اُس کے برابر ہی بدلہ پائے گا اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت مگر وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔'' (المومن:40)

(4) ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے۔'' (بنی اسرائیل:19)

(5)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ''بے شک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، یقیناً ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں۔'' (الکہف:30)

(6)﴿وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم ہی اسے لکھنے والے ہیں''یعنی اس کی کوشش کو فرشتے بھی لکھ رہے ہے اور لوح محفوظ میں بھی لکھا گیا ہے۔

(7) جو بھی نیک اعمال کرے گا اور وہ مومن نہ ہو تو وہ دنیا وآخرت میں نامراد ہوگا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے یہاں کن کاموں کی قدر و قیمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے یہاں ایمان اور عمل صالح کی قدر و قیمت ہے۔

سوال3: ایمان کیسے انسان کی زندگی کی بنیاد بنتا ہے؟

جواب: (1) ایمان دراصل انسان اور کائنات کے درمیان رابطے کی حقیقی بنیاد ہے۔

(2) اعمال صالح کی مثال بلند عمارت کی ہے جو بغیر بنیادوں کے اُٹھ نہیں سکتی۔ (3) ہر عمل صالح کی بنیاد ایمان ہے۔

(4) عمل صالح کا پھل تبھی لگتا ہے جب جڑ زمین کی گہرائی میں اُتر جائے یعنی ایمان دل کے اندر اُتر جائے۔

(5) عمل اور جزا کا تذکرہ آنے پر اسی وجہ سے عمل صالح کے ساتھ ایمان کا ذکر آتا ہے۔

سوال4: عمل صالح کا ایمان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) عمل صالح ایمان کا پھل ہے۔ (2) اگر ایمان نہ ہو تو عمل صالح ہو ہی نہیں سکتا۔

سوال5: عمل صالح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) اعمال صالح کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ (2) اللہ تعالیٰ اعمال صالح کا ریکارڈ رکھ رہے ہیں تا کہ ان کی جزا دی جائے۔

﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾

''اور حرام ہے، اس بستی پر جس کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو یقیناً وہ واپس نہیں لوٹیں گے''۔(95)

سوال1: ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور حرام ہے، اُس بستی پر جس کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو یقیناً وہ واپس نہیں لوٹیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''اور حرام ہے، اس بستی پر جس کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو یقیناً وہ واپس نہیں لوٹیں گے''۔ (i) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بستی کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیتے ہیں پھر وہ لوٹ کر نہیں آتی۔ (ii) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ جس کے اندر ایمان کی طرف لوٹنے کی استعداد ختم ہو جاتی ہے پھر وہ ایمان نہیں لا سکتے۔ (2) جن بستیوں کو تباہ کر دیا گیا وہاں کے رہنے والے کبھی دنیا میں نہیں آ سکتے۔

(3) لوگوں کو چاہیے کہ ان اعمال پر ڈٹے رہنے سے بچیں جو ہلاکت کا سبب بنتے ہیں۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ يَّنۡسِلُوۡنَ﴾

''حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔'' (96)

سوال 1: ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ يَّنۡسِلُوۡنَ﴾ ''حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ﴾ ''حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے'' (i) یاجوج ماجوج کا ظہور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ہوگا۔ (ii) ان کے ظاہر ہونے کے بعد قیامت قریب آجائے گی۔

(2) اللہ رب العزت نے لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنی نافرمانیوں پر جمے نہ رہیں کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

(3) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بن اسید غفاری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آپس میں قیامت کی باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم یہ دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر آپ ﷺ نے بالترتیب سب کا ذکر فرمایا۔ دھواں، دجال کا خروج، دابۃ الارض کا ظاہر ہونا، آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج ماجوج کی یورش، تین مقامات پر زمین کا دھنس جانا، مشرق، مغرب اور جزیرہ عرب میں۔ اور ان نو نشانیوں کے بعد آگ پیدا ہوگی جو لوگوں کو یمن سے نکالے گی اور انہیں ان کے اجتماع کے مقام (شام) کی طرف لے جائے گی۔'' (مسلم:7285)

(4) سیدنا زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ گھبرائے ہوئے اس حال میں نکلے کہ آپ ﷺ کا چہرہ سرخ تھا اور فرما رہے تھے، لا الٰہ الا اللہ عرب کے لئے اس شر سے ہلاکت ہو جو قریب آ چکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی آڑ اتنی کھل چکی ہے اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ ملی ہوئی انگلی کا حلقہ بنا کر بتایا۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے اندر نیک لوگوں کے باوجود ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں جب فسق و فجور کی کثرت ہو جائے گی۔ (مسلم:7237)

سوال 2: یاجوج ماجوج کا انجام کیا ہوگا؟

جواب (1) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اُن کے لیے بددعا کریں گے اور یاجوج ماجوج ہلاک ہو جائیں گے۔

(2) ان کی لاشیں گل سڑ جائیں گی اور ہر طرف بدبو پھیل جائے گی۔

(3) اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجیں گے جو ان کی لاشوں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے۔

(4) اللہ تعالیٰ زوردار بارش بھیجیں گے جس سے ساری زمین صاف ہو جائے گی۔

سوال 4: یاجوج ماجوج اپنی شرانگیزیوں سے ہر طرف پھیل جائیں گے تو اہل ایمان کہاں پناہ لیں گے؟

جواب: اہل ایمان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر پناہ گزیں ہو جائیں گے۔

﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾

’’اور وہ سچا وعدہ قریب آجائے گا اچانک ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا، ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے‘‘۔ (97)

سوال 1: ﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ’’اور وہ سچا وعدہ قریب آجائے گا اچانک ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا، ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ﴾ ’’اور وہ سچا وعدہ قریب آجائے گا‘‘ (i) وعدۂ حق سے مراد قیامت کا وعدہ ہے۔ جو یاجوج ماجوج کے بعد بالکل قریب آجائے گا۔ (ii) اس وعدے سے مراد حساب کتاب اور جزا کا دن ہے۔

(2) ﴿فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ’’اچانک ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا‘‘ اس روز گھبراہٹ اور خوف سے کافروں کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور وہ اپنی شامت کو دیکھ لیں گے۔

(3) ﴿يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ ’’ہماری بربادی! یقیناً ہم اس سے غفلت میں تھے‘‘ اس وقت کافر حسرت اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی موت کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم تو دنیا کے کھیل تماشوں میں محو تھے کہ موت کا فرشتہ آگیا اور ہم بے خبری میں حشر کے میدان میں پہنچ گئے۔

(4) ﴿بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ’’بلکہ ہم ہی ظالم تھے‘‘ کافر اپنے ظلم اور گناہوں کا اعتراف کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے عدل کا بھی اعتراف کریں گے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ڛ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ﴾ (42) ’’اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس

حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔'' (ابراہیم:42,43)

سوال 2: قیامت کی ہولناکی کے کافروں پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب: (1) کافروں کی آنکھیں شدت کی ہولناکی کی وجہ سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

(2) اس وقت وہ اعتراف کریں گے کہ ہائے ہماری خرابی ہم گناہ گار تھے۔

سوال 3: کون یہ اعتراف کرسکتا ہے کہ ہم غفلت میں پڑے ہوئے تھے، ہم گناہ گار تھے؟

جواب: یہ اعتراف وہی کرسکتا ہے جس پر کوئی اچانک مصیبت ٹوٹ پڑے، جو دہشت زدہ ہوجائے، جس کی آنکھیں پھٹی پھٹی رہ جائیں۔ جب اچانک کوئی پکڑا جائے تو حواس باختہ ہوکر اعتراف کرلیتا ہے کہ غفلت میں پڑے ہوئے تھے، ہم گناہ گار تھے۔

﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾

''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔'' (98)

سوال 1: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں'' اللہ رب العزت نے مشرکوں اور بت پرستوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم سب اور تمہارے معبود جہنم کا ایندھن ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ''جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے'' (البقرہ:24) بت لکڑی اور پتھر کے ہوتے ہیں۔ کل وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

(2) ﴿اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾ ''تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو'' یعنی تم اور تمہارے بت سب جہنم رسید ہوں گے اگرچہ پتھر عقل وشعور نہیں رکھتے اور ان کا کوئی گناہ نہیں مگر بت پرستوں پر ان کا جھوٹ واضح کیا گیا تاکہ ان کی عذاب کی شدت میں اضافہ ہو۔

﴿لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

''اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہی سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (99)

سوال 1: ﴿لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہی

سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوۡ کَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوۡهَا﴾ ''اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے''یعنی اگر یہ معبود واقعی کچھ حقیقت رکھتے تو کبھی آگ میں داخل نہ ہوتے۔

(2)﴿وَ کُلٌّ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ﴾ ''اور یہی سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''یعنی باطل معبود اور عبادت گزار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔اس سے نہ نکل پائیں گے نہ کہیں اور جا پائیں گے۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے معبودوں کے بے اختیار ہونے کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر جھوٹے معبود با اختیار ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے۔

(2)وہ خود جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں تمہیں بننے سے کیسے روک سکتے ہیں؟

سوال 3:جہنم میں کتنے عرصے کے لیے داخلہ ہوگا؟

جواب:جھوٹے معبود اور ان کے لیے عبادت گزار ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔

﴿لَهُمۡ فِیۡهَا زَفِیۡرٌ وَّ هُمۡ فِیۡهَا لَا یَسۡمَعُوۡنَ﴾

''اس میں ان کے لیے گدھے کی سی آواز ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے''۔(100)

سوال 1:﴿لَهُمۡ فِیۡهَا زَفِیۡرٌ وَّ هُمۡ فِیۡهَا لَا یَسۡمَعُوۡنَ﴾ ''اس میں ان کے لیے گدھے کی سی آواز ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَهُمۡ فِیۡهَا زَفِیۡرٌ﴾ ''اس میں ان کے لیے گدھے کی سی آواز ہوگی''وہ جہنم میں عذاب کی شدت کے باعث پھنکاریں گے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا الَّذِیۡنَ شَقُوۡا فَفِی النَّارِ لَهُمۡ فِیۡهَا زَفِیۡرٌ وَّ شَهِیۡقٌ﴾ ''پھر جو بدبخت ہیں وہ آگ میں ہوں گے اس میں ان کو آواز کھینچنا اور آواز نکالنا ہوگا'' (ہود:106)

(2)﴿وَّ هُمۡ فِیۡهَا لَا یَسۡمَعُوۡنَ﴾ ''اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے''شدت رنج والم کی وجہ سے لوگ چیخیں گے حتیٰ کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے گی۔(4)جہنم کے غصے،پھنکار اور سخت بھڑکنے کے باعث جہنم کی آواز ہی سنیں گے۔اس کے علاوہ کوئی آواز نہیں سنیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ﴾

''یقیناً جن کے لیے ہماری جناب سے بھلائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا وہ اس جہنم سے دور رکھے گئے ہوں گے''۔(101)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰٓى ۙ اُولٰٓـئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ﴾ ''یقیناً جن کے لیے ہماری جناب سے بھلائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا وہ اس جہنم سے دور رکھے گئے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰٓى﴾ ''یقیناً جن کے لیے ہماری جناب سے بھلائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا'' یعنی جن لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق پہلے ہی بھلائی لکھ دی گئی، ان کے لیے دنیا میں نیک کام آسان کر دیے گئے۔

(2)﴿اُولٰٓـئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ﴾ ''وہ اس جہنم سے دور رکھے گئے ہوں گے'' وہ جہنم سے انتہائی دور کر دیئے جائیں گے حتیٰ کہ اس کی آواز سنیں گے نہ دیکھ سکیں گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰى وَزِيَادَةٌ‌ ؕ وَلَا يَرۡهَقُ وُجُوۡهَهُمۡ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ‌ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔(یونس:26)

(4)﴿هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ﴾ ''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔'' (الرحمٰن:60)

سوال2: جہنم سے کون لوگ دور رکھے جائیں گے؟

جواب:(1) وہ لوگ جن کے حق میں پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے۔

(2) وہ لوگ جن کے لیے کامیابی اور نجات مقدر ہو چکی وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

﴿لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا‌ ۚ وَهُمۡ فِىۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ﴾

''وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے، اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جنہیں ان کے دل چاہیں گے''۔(102)

سوال1:﴿لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا‌ ۚ وَهُمۡ فِىۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ﴾ ''وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے، اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جنہیں ان کے دل چاہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا﴾ ''وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے'' اہل ایمان کو دوزخ کی آگ کی سرسراہٹ بھی سنائی نہ دے گی۔

(2) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا اور میں عثمان زبیر اور طلحہ اور عبدالرحمٰن انہی لوگوں میں سے ہیں یا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ اتنے میں تکبیر ہوئی تو چادر گھسیٹتے ﴿لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا﴾ پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: سیدنا عثمان اور ان کے ساتھی ایسے ہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی لوگ اولیا اللہ ہیں۔ یہ بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو جائیں گے اور کافر وہیں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔(ابن کثیر)

(3)﴿وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ﴾ ’’اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جنہیں ان کے دل چاہیں گے‘‘ اہل جنت اپنے دل پسند ماحول میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

’’انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے اُن کے استقبال کو آئیں گے: یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے‘‘(103)

سوال1:﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ’’انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ﴾ ’’انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی‘‘ بڑی گھبراہٹ سے مراد موت یا صور اسرافیل ہے۔

(2) یعنی جب لوگ بہت زیادہ گھبراہٹ میں ہوں تو اہل ایمان کو کوئی غم نہ ہوگا۔

(3)﴿وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ’’اور فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے‘‘ یعنی جب وہ قبر سے اٹھیں گے تو فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، انہیں بشارتیں دیں گے۔

(4)﴿هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ’’یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے‘‘ فرشتے مبارکباد دیتے ہوئے کہیں گے، یہ وہ دن ہے جب رب العزت نے تمھیں عذاب سے بچالیا اور جنت میں داخل کر دیا۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (30) نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (31) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (32)﴾ ’’یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔‘‘ (فصلت:30-32)

(6)﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ’’جن کو فرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو، ان اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم کیا کرتے تھے۔‘‘ (النحل:32)

﴿يَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِیۡدُهٗ ؕ وَعۡدًا عَلَیۡنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیۡنَ (104)﴾

''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں''۔(104)

سوال1:﴿يَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ﴾''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ﴾''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں'' اللہ رب العزت نے قیامت کے دن پیش آنے والے حالات کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ عظیم آسمان کو اس کی وسعتوں اور عظمت کے باوجود اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح کاتب اوراق کو لپیٹتا ہے۔ آسمان لپیٹ دیا جائے گا تو تارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔ سورج اور چاند روشنی سے محروم ہو جائیں گے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟'' (بخاری:7382)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابو القاسم! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ (ساتوں) آسمانوں کو ایک انگلی پر، (ساتوں زمینوں کو ایک انگلی پر، پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور گیلی مٹی کو ایک انگلی پر اور (دیگر) تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ لے گا، پھر انگلیوں کو ہلا کر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (اس کی تصدیق فرماتے ہوئے) ہنسے، یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک دکھائی دیے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ۖ وَالۡاَرۡضُ جَمِیۡعًا قَبۡضَتُهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطۡوِیّٰتٌۢ بِیَمِیۡنِهٖ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ﴾''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے حالانکہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (الزمر:67) (بخاری:7415)

(4)﴿كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِیۡدُهٗ﴾''جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے'' رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی کا یقین دلایا ہے کہ ہم مخلوق کو اسی طرح پیدا کریں گے جیسے ہم نے مخلوق کی ابتدا کی تھی۔ ہاں فرق ضرور ہے کہ پہلی بار

کچھ نہیں تھا اور دوسری بار وجود کے خاتمے کے بعد اسے دوبارہ پیدا کرنا ہے۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ سنایا فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ حشر کیے جاؤ گے جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ پھر سب سے پہلے قیامت کے دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ سن لو! میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے فرشتے ان کو پکڑ کر بائیں طرف والے دوزخیوں میں لے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا پروردگار یہ تو میرے ساتھ والے ہیں۔ ارشاد ہوگا تم نہیں جانتے انہوں نے تمہاری وفات کے بعد کیا کیا کرتوت کیے ہیں۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا آخر آیت تک۔ ارشاد ہوگا یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل اسلام سے پھر گئے جب تو ان سے جدا ہوا۔ (بخاری:4740)

(6) ﴿وَعْدًا عَلَيْنَا﴾ ''یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ مخلوق کو فنا کرنے کے بعد دوسری بار پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے وعدہ ہے۔

(7) ﴿اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرنے والے ہیں، وہ اس کی قدرت رکھتا ہے، وہ تمام چیزوں کو ختم کر کے از سر نو بنائے گا۔

سوال 2: قیامت کے دن آسمان کو کیسے لپیٹا جائے گا؟

جواب: قیامت کے دن آسمان کو ایسے لپیٹا جائے گا جیسے ریکارڈ کیپر رجسٹر یا ریکارڈ کو لپیٹ کر رکھ دیتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً زبور میں ہم نے اس نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔'' (105)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً زبور میں ہم نے اس نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً زبور میں ہم نے لکھ دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں، صحفِ ابراہیم و موسیٰ علیہ السلام تورات، انجیل اور قرآن میں لکھ دیا ہے۔

(2) ﴿مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ﴾ ''اس نصیحت کے بعد لکھ دیا'' (i) ذکر سے مراد تورات ہے جو زبور سے پہلے نازل ہوئی۔ (ii) اس سے مراد تمام آسمانی کتابیں بھی ہو سکتی ہیں۔ (iii) اس سے مراد لوح محفوظ بھی ہو سکتی ہے۔ (3) سعید بن جبیر نے کہا کہ اس ذکر کے بعد جو آسمانوں

میں ہے۔(4) مجاہد نے کہا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ام الکتاب ہے۔(5) ابنِ زید نے کہا: اس سے پہلے ام الکتاب میں لکھ دیا ہے۔ (جامع البیان:110/17)

(6) یعنی لوحِ محفوظ میں لکھنے کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔

(7) ﴿اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ ''بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ جنت کی سرزمین کا وارث ان لوگوں کو بنائے گا جو اس کی اطاعت کرتے ہوں، جو نیکی کا حکم دیتے ہوں اور برائی سے روکتے ہوں۔

(8) رب العزت نے اہلِ جنت کے قول کا ذکر کیا ہے۔﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں۔'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔'' (الزمر:74)

(9) اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ زمین سے مراد زمین کی خلافت ہو۔ اللہ تعالیٰ صالحین کو زمین میں اقتدار عطا کرے گا اور ان کو زمین کا والی بنائے گا۔ (سعدی:1701/2، 1702)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ اور آسمانی کتابوں میں کیا بات لکھ دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث نیک بندے ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے زمین میں اقتدار کے مالک ہوں گے۔

سوال4: زمین سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد جنت ہے۔(2) اس سے مراد کفار کی زمین ہے۔

سوال5: زمین کے اقتدار کے لیے کس شرط کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: اس کے لیے صالحیت کا ہونا ضروری ہے۔

سوال6: صالحیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) صالحیت سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنا۔

(2) اللہ تعالیٰ اور اس کا احکامات کا پابند رہنا۔

﴿اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ﴾

’’یقیناً عبادت گزار لوگوں کے لیے اس میں ایک پیغام ہے۔‘‘(106)

سوال1:﴿اِنَّ فِیۡ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوۡمٍ عٰبِدِیۡنَ﴾ ’’یقیناً عبادت گزار لوگوں کے لیے اس میں ایک پیغام ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)’’یقیناً عبادت گزار لوگوں کے لیے اس میں ایک پیغام ہے‘‘ رب العزت نے قرآن کریم کی ثناء بیان فرمائی ہے کہ قرآنِ مجید ہر چیز کے لیے کافی ہے۔

(2)(i) بلاغ سے یہ مراد ہے کہ کافی اور مفید ہے۔(ii) اس سے مراد قرآن مجید ہے جس میں مسلمانوں کے لیے کافی فائدہ ہے۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز، قرآن کریم کی ستائش کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ قرآن کریم میں ہر چیز سے مکمل کفایت ہے اور اس سے مستغنی نہیں رہا جاسکتا، چنانچہ فرمایا:﴿اِنَّ فِیۡ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوۡمٍ عٰبِدِیۡنَ﴾ یعنی وہ اپنے رب اور اس کے عزت وتکریم کے گھر تک پہنچنے کے لئے قرآن عزیز پر اکتفاء کرتے ہیں۔ پس یہ گراں قدر کتاب ان کو جلیل ترین مقاصد اور افضل ترین مرغوبات تک پہنچاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لئے، جو سب سے زیادہ فضل وشرف کے حامل ہیں، اس سے آگے اور کوئی منزل نہیں کیونکہ قرآن ان کے رب کی، اس کے اسماء صفات اور افعال کے ذریعے سے، معرفت کے لیے کفیل ہے اور غیب کی خبریں بیان کرنے اور حقائق ایمان اور شواہد ایقان کی دعوت کا بھی کفیل ہے، قرآن ہی تمام مامورات اور تمام منہیات کو بیان کرتا ہے، یہ قرآن ہی ہے جو نفس وعمل کے عیوب اور دین کے دقیق وجلیل معاملات میں ان راستوں کی نشاندہی کرتا ہے جن پر اہل ایمان کو گامزن رہنا چاہیے اور یہ قرآن ہی ہے جو شیطان کے راستوں پر چلنے سے بچاتا ہے۔ اور انسان کے عقائد اعمال میں اس کی مداخلت کے دروازوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ جسے قرآن غنی نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس کو غنی نہ کرے اور جس کے لئے قرآن کافی نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو کفایت نہ کرے۔(سعدی:1703،1702/2)

(4)﴿لِّقَوۡمٍ عٰبِدِیۡنَ﴾ ’’عبادت گزار لوگوں کے لیے‘‘(i) عابدین سے مراد خشوع وخضوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔
(ii) اس سے مراد شیطان اور نفس کی خواہشات پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دینے والے ہیں۔

سوال2: عبادت گزاروں کے لیے کس میں بڑا پیغام ہے؟

جواب: عبادت گزاروں کے لیے اس میں بڑا پیغام ہے کہ زمین کے وارث نیک بندے ہوں گے۔

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾

’’اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت کرتے ہوئے۔‘‘(107)

سوال1:﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ’’اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت کرتے ہوئے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (i)''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت کرتے ہوئے'' رسول اللہ ﷺ کی رسالت تمام جہان والوں کے لیے ہے۔(ii) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی تعلیمات کے ذریعے ساری دُنیا کو اور دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے ہم کنار کرنے کے لیے آئے ہیں۔(iii) اس سے یہ بھی مراد لی جاتی ہے کہ اُمت پورے طور پر تباہی اور بربادی سے محفوظ کر دی گئی۔اس اُمت پر کلی عذاب نہیں آئے گا۔(iv) اس سے یہ مراد بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی مشرکین کے لیے بھی بددعا نہیں کی تھی۔رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہی رحمت کے لیے ہوئی تھی۔

(2) جب نبی ﷺ کو سارے جہان والوں کے لیے رحمت بنایا تو یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کی نبوت بھی سارے جہانوں کے لیے ہے۔

(3) رحمۃ للعالمین نے لوگوں کو ان کے رب سے ملایا۔انسانوں کے دل و دماغ اور زندگی کو روشن کیا، ان کی تعلیم نے امن عامہ اور مصلحت عامہ کو استوار کیا۔

(4) رحمۃ للعالمین مسکینوں کے ساتھی، غریبوں سے محبت کرنے والے، غلاموں کے محسن، یتیموں کا سہارا، بے آسروں کا سہارا تھے۔

(5) رحمۃ للعالمین سچے انسان تھے۔آپ ﷺ کی ذات میں صداقت، امانت، صبر، تواضع، رحمت کمال درجے میں نظر آتے ہیں۔

(6) رحمۃ للعالمین نے یہودیوں جیسی قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کیا۔''یہود بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھی جائے گی۔جو کوئی ان سے لڑے مسلمان ان کو مدد دیں گے۔مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی، نفع رسائی یا نیکی کے ہوں گے، یہودیوں کے حلیف میں اس معاہدے میں ان کے ساتھ شامل ہیں، مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔(سیرت ابن ہشام:178/1)

(7) رحمۃ للعالمین نے خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کیا۔(i)''اہل نجران کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری حاصل ہو گی۔ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان کے پیرو اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔''(ii)''ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔''(iii)''ان کے حقوق میں کوئی حق بدلہ نہ جائے گا۔(iv) اور جو کچھ تھوڑا، بہت ان کے قبضہ میں ہے اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔''(رحمۃ للعالمین)

(8) رحمۃ للعالمین نے تمام عالم سے نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم دی۔(9) آپ ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کی تعلیم دی۔

(10) آپ ﷺ نے انصاف میں دشمنی کو الگ رکھ کر خالص انصاف کا حکم دیا۔

(11) آپ ﷺ نے شوہر اور بیوی کے رشتے کو پاک ٹھہرایا۔(12) آپ ﷺ نے انسانی جان کو قابل قدر اور محترم قرار دیا۔

(13) رحمۃ للعالمین نے جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، درماندوں، عورتوں اور بچوں کو ظالموں کے ہاتھوں سے چھڑانے کا وسیلہ قرار دیا۔(14) آپ ﷺ نے ہوس حکمرانی اور ملک گیری کے لیے جنگ کو اختیار نہیں کیا۔

(15) آپ ﷺ نے اخلاق فاضلہ کی تعلیم دی۔رب العزت نے فرمایا:﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾''مومنوں پر بہت شفقت

کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (التوبہ:128)

(16)ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ" یا رسول اللہ ﷺ! احد سے زیادہ سختی کا تو آپ ﷺ پر کوئی دن نہ آیا ہوگا؟" آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کیا پوچھتی ہو کہ مجھے اس قوم نے کیا کیا ایذائیں پہنچیں؟ سب سے زیادہ بھاری دن مجھ پر عقبہ کا دن تھا جبکہ میں عبدالیل بن عبدکلال کے پاس پہنچا اور میں نے اس سے آرزو کی کہ وہ میرا ساتھ دے مگر اس نے میری بات نہ مانی، واللہ میں سخت غمگین ہو کر وہاں سے چلا مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں۔قرن ثعالب میں آ کر میرے حواس ٹھیک ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اوپر سے ایک بادل نے مجھے ڈھانپ لیا ہے، سر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو جبرائیل علیہ السلام مجھے آواز دے کر فرما رہے ہیں" اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی باتیں سنیں اور جو جواب انہوں نے تجھے دیا وہ بھی سنا۔اب پہاڑوں کے داروغہ فرشتے کو اس نے بھیجا ہے آپ ﷺ جو چاہیں انہیں حکم دیجئے یہ بجا لائیں گے"۔اسی وقت اس فرشتے نے مجھے پکارا سلام کیا اور کہا" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم کی باتیں سنیں اور مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ ان کے بارے میں جو ارشاد آپ ﷺ فرمائیں میں بجالاؤں، اگر آپ ﷺ حکم دیں تو مکہ شریف کے ان دونوں پہاڑوں کو جو جنوب شمال میں ہیں میں اکٹھے کردوں اور ان تمام کو ان دونوں کے درمیان پیس دوں"۔نبی ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ نہیں میں یہ نہیں چاہتا بلکہ مجھے تو امید ہے کہ کیا عجب ان کی نسل میں آگے جا کر ہی کچھ ایسے لوگ ہوں جو اللہ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔(بخاری:3231)

(17)عمرو بن ابی قرہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، جہاں بعض اوقات وہ احادیث رسول ﷺ بیان کیا کرتے تھے۔ایک دن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے حذیفہ! رسول اللہ ﷺ بعض اوقات غصہ کی حالت میں کوئی بات کہتے تھے اور بعض اوقات خوشی کی حالت میں کوئی بات کہتے تھے (اس لیے تو ہر بات کو بیان نہ کیا کر) یقیناً میں جانتا ہوں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا:'' اپنی امت میں سے جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو، یا اس پر لعنت کردی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی اولاد آدم سے ہوں۔تو جس طرح وہ غصہ کرتے ہیں اسی طرح مجھے بھی غصہ آجاتا ہے، ہاں البتہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، تو اے اللہ! میری ان باتوں کو ان کے لیے قیامت کے دن رحمت بنادے۔'' (مسند احمد:23768)

(18)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہوگئی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ پکڑ کر آگ سے تمہیں نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرجاتے ہو''۔(بخاری:6483)

(19) پس آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے اس کی رحمت کا تحفہ ہیں۔ پس اہل ایمان نے اس رحمت کو قبول کیا، اس کی قدر کی اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا اور جو آپ پر ایمان نہ لائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اس کی اس رحمت اور نعمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (تفسیر سعدی:1703/2)

﴿قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (108)﴾

''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو کیا تم فرماں بردار بنتے ہو؟'' (108)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو کیا تم فرماں بردار بنتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔'' رب العزت نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیں ان مشرکوں سے کہ میرے پاس آنے والی وحی میں تو یہی کہا گیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(2) ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''تو کیا تم فرماں بردار بنتے ہو'' یعنی کیا تم اس کی عبودیت کو اختیار اور اس کی الوہیت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہو؟ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں اپنے رب کی ستائش کرنی چاہیے کہ اس نے ان کو اس نعمت سے سرفراز کیا، جو تمام نعمتوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ (سعدی:1703/2)

(3) یعنی اپنے دل اور اپنے چہروں سے اسلام لے آؤ۔ اس کی عبادت کرو، اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

(4) اگر تم اللہ تعالیٰ کو ایک مان لیتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن سکتے ہو۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾

''پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو آپ فرمائیں میں تمہیں برابر اطلاع کر چکا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ آیا وہ قریب ہے یا دور۔'' (109)

سوال 1: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو آپ فرمائیں میں تمہیں برابر اطلاع کر چکا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ آیا وہ قریب ہے یا دور۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں''یعنی اگر وہ اپنے رب کی عبادت سے منہ موڑلیں،اسے قبول نہ کریں ﴿فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ ''تو آپ فرمائیں میں تمہیں برابر اطلاع کر چکا ہوں''رب العزت نے فرمایا: آپ ﷺ کہہ دیں میں نے تمہیں صاف صاف گزشتہ قوموں پر آنے والے عذاب کے بارے میں آگاہ کردیا۔

(2)یعنی میں نے تمہیں کفر کے انجام کے بارے میں آگاہ کردیا ہے۔

(3)﴿وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾ ''اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ آیا وہ قریب ہے یا دور''یعنی میں نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ دور ہے یا قریب کیونکہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میرے اختیار میں کچھ نہیں۔

(4)میں نے تمہیں مطلع کردیا ہے کہ میں تم سے اور تم مجھ سے بےزار ہو۔﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ،جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔'' (یونس:41)

(5)(i)یہاں وعدے سے مراد قیامت ہے۔(ii)اس سے مراد غلبہ اسلام ہے۔

(iii)اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کی اجازت دینے کا وعدہ ہے۔

سوال2:ایذان کسے کہتے ہیں؟

جواب:ایذان اس اعلان اور الٹی میٹم کو کہتے ہیں جو امن کا زمانہ ختم ہونے پر دیا جاتا ہے۔

سوال3:رسول اللہ ﷺ نے کس چیز کا اعلان کیا تھا؟

جواب:رسول اللہ ﷺ نے اعلان کیا تھا کہ اگر تم توحید اور اسلام کی دعوت سے منہ موڑتے ہو،میرے سے دشمنی کرتے ہو تو یاد رکھو میں بھی تمہارا دشمن ہوں اور ہمارے اور تمہارے درمیان کھلی جنگ ہے۔

﴿اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ بلند آواز سے کی ہوئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو''۔(110)

سوال1:﴿اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بلند آواز سے کی ہوئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً اللہ تعالیٰ بلند آواز سے کی ہوئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو''یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو تم کہتے ہو اور جو کینہ مسلمانوں کے خلاف سینوں میں چھپا رکھا ہے اور وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ کے علم کی بات اس لیے کی گئی کہ وہ جو کھلے چھپے حالات کو جانتا ہے اُس نے اگر عذاب کو مؤخر کیا ہے تو کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کردو، یقیناً وہ توسینوں والی بات کوخوب جاننے والا ہے۔'' (الملک:13)

(3) ﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى﴾ ''اگرچہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے۔'' (طٰہٰ:7)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے کلی علم کی بات یہاں کیوں کی گئی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے علم کی بات اس لیے کی گئی کہ وہ جو کھلے چھپے حالات کو جانتا ہے اُس نے اگر عذاب کو مؤخر کیا ہے تو کوئی حکمت ضرور ہوگی۔

﴿وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾

''اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارا امتحان ہے یا ایک مدت تک کچھ فائدہ اٹھانا ہے۔'' (111)

سوال 1: ﴿وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾ ''اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارا امتحان ہے یا ایک مدت تک کچھ فائدہ اُٹھانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارا امتحان ہے یا ایک مدت تک کچھ فائدہ اٹھانا ہے'' یعنی مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ قیامت کی آمد میں تاخیر کیوں ہے؟

(2) جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، جس کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو وہ تمہارے لیے انتہائی برا ہے۔

(3) اگر تم ایک مقررہ وقت دنیا سے فائدہ اٹھا لیتے ہو تو یہ تمہارے لیے بڑے عذاب کا باعث ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم اُنہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ اُن کے لیے بہتر ہے ہم اُنہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور اُن کے لئے رُسوا کن عذاب ہے۔'' (آل عمران:178)

(4) مقرر وقت تک دنیا کا فائدہ تو ظاہر ہے۔

﴿قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾

''پیغمبر نے کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور ہمارا رب وسیع رحمت والا ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اُن

باتوں پر جوتم بیان کرتے ہو"۔(112)

سوال1:﴿قٰلَ رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ﴾"پیغمبر نے کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور ہمارا رب وسیع رحمت والا ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اُن باتوں پر جوتم بیان کرتے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قٰلَ رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ﴾"پیغمبر نے کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما" رب العزت نے فرمایا کہ آپ ﷺ دعا کرو کہ ہمارے اور کافروں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردے۔انبیاء نے یہ دعا مانگی ہے﴿رَبَّنَا افۡتَحۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡفٰتِحِيۡنَ﴾"اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو ہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔" (الاعراف:89)

(2) نبی ﷺ کو بھی یہ دعا مانگنے کا حکم دیا گیا جب آپ جنگ میں شریک ہوتے تو فرماتے: اے میرے رب انصاف ہی سے سچا فیصلہ فرمادے۔

(3) رب العزت نے دعا قبول کرلی۔اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں ان کافروں کو سزادی۔

(4)﴿وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ﴾"ہمارا رب وسیع رحمت والا ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اُن باتوں پر جوتم بیان کرتے ہو" رب العزت نے فرمایا اے محمد ﷺ! آپ انہیں بتادو کہ میرا رب اپنے بندوں پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(5) تم جو باتیں بناتے ہو اس کے لیے ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔اے اللہ! ہماری مدد فرما۔ ہمیں امید ہے۔ہم نے امید باندھی ہے کہ جس معاملے میں ہم نے مدد مانگی ہے وہ اپنی رحمت سے اسے ضرور پورا کرے گا اور اس نے ہمیشہ مدد کی ہے اور ہمیشہ وعدے پورے کیے ہیں۔

سورۃ الحج

تعارف

سوال1: سورت الحج کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورت الحج مدینہ میں نازل ہوئی۔

سوال2: اس سورۃ میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورۃ میں 10 رکوع اور 78 آیات ہیں۔

سوال3: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ 103 نمبر پر ہے۔اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 22 ویں سورت ہے۔

رکوع نمبر:8

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ﴾

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔(1)

سوال1:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ﴾ ’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے‘‘ قیامت کا زلزلہ عظیم ہے، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ﴾ ’’اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو‘‘ اللہ رب العزت نے سب لوگوں سے خطاب فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب سے ڈریں یعنی ایمان اور تقویٰ کے ذریعے اپنے رب کے عذاب سے ڈریں اور شرک اور نافرمانی چھوڑ دیں اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کریں۔

(2)﴿اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ﴾ ’’یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے‘‘ رب العزت نے تقویٰ اختیار کرنے کے لئے ان معاملات کا ذکر فرمایا ہے جو تقویٰ کے حصول میں مدد دیتے ہیں اور جو ان لوگوں کو خوف دلاتے ہیں جو تقویٰ کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(3)(i) قیامت کا زلزلہ ہر چیز کو تہ و بالا کر کے رکھ دینے والا ہے۔(ii) اس زلزلے سے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

(iii) یہ زلزلہ ایک لمحے میں بڑی تباہی لے آئے گا، اس لئے اسے عظیم چیز کہا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ﴿۱﴾ وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا﴾ ’’جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی اس کا سخت ہلایا جانا اور زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دے گی۔‘‘ (الزلزال:1,2)

(5)﴿وَّ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ﴿۱۴﴾ فَیَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ﴾ ’’اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔‘‘ (الحاقۃ:14,15)

(6)﴿فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ ۘ یَوۡمَ یَدۡعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیۡءٍ نُّکُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ یَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ کَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّهۡطِعِیۡنَ اِلَی الدَّاعِ ؕ یَقُوۡلُ الۡکٰفِرُوۡنَ هٰذَا یَوۡمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾﴾ ’’چنانچہ آپ ان سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ’’یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔‘‘ (القمر:6,8)

(7)﴿یَوۡمَ تَکُوۡنُ السَّمَآءُ کَالۡمُهۡلِ ﴿۸﴾ وَ تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِهۡنِ ﴿۹﴾ وَ لَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا ﴿۱۰﴾ یُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ ؕ یَوَدُّ

الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍۭ بِبَنِیْهِ (۱۱) وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ (۱۲) وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ (۱۳) وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ (۱۴) كَلَّاؕ اِنَّهَا لَظٰى (۱۵) نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى (۱۶)﴾ ''اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا۔اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔اورکوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔(حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے،مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے(بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔اوراپنی بیوی کواوراپنے بھائی کو۔اوراپنے قریبی خاندان کوجواسے جگہ دیتا تھا۔اوران سب کوجوزمین میں ہیں۔پھروہ(فدیہ) اس کونجات دلادے۔ہرگزنہیں!یقیناًوہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے۔جومنہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے۔'' (المعارج:8۔16)

﴿یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ﴾

''جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہوجائے گی جسے اس نے دودھ پلایااور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی۔اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا۔'' (2)

سوال1:﴿یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ﴾ ''جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہوجائے گی جسے وہ دودھ پلارہی ہوگی اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی۔اورتم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ﴾ ''جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہوجائے گی جسے وہ دودھ پلارہی ہوگی۔'' قیامت کا زلزلہ اتنا شدید ہوگا کہ دل خوف کے مارے پھٹ جائیں گے۔حتیٰ کہ دودھ پلانے والی ماں جس کے دل میں اپنے بچے کی محبت رچی بسی ہوتی ہے وہ اپنے بچے کو بھول جائے گی۔اگرچہ دودھ پلانے والی ماں خوب اچھے طریقے سے سمجھتی ہے کہ بچہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

(2)﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا﴾ ''اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی'' خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے ہر حاملہ اپنا حمل گرادے گی۔

(3)﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى﴾ ''اورتم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے'' یعنی آپ لوگوں کو مدہوش دیکھ کر سمجھو گے کہ شراب کے نشے سے چور ہیں حالانکہ وہ نشے کی وجہ سے مدہوش نہیں ہوں گے۔خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے ہوش کھو بیٹھیں گے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا﴾ ''پھر اگر تم نے

کفر کیا تو اس دن تم کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا"۔ (المزمل: 17)

(4)﴿وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ "بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا" اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھے گا تو وہ دردناک عذاب دے گا۔ دل اچھل کر حلق میں آجائیں گے۔ گھبراہٹ اور خوف سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس دن کوئی کسی کے بدلے میں کام نہیں آئے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (۳۴) وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (۳۵) وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (۳۶) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (۳۷)﴾ "اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔" (عبس: 34-37)

(5)﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (۲۷) يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾ "اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا! ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔" (الفرقان: 27,28)

(6)﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا (۱۲) وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا (۱۳) لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (۱۴)﴾ "وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے۔ اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے تو وہاں وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے۔ آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔" (الفرقان: 14,12)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم (قیامت کے دن) ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! تو کیا مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ ایسا سخت معاملہ ہوگا کہ کوئی اس کا خیال بھی نہیں کر سکے گا"۔ (بخاری، :6527)

(8) عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ دو شخص آئے، ایک فقر و فاقہ کی شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ مکہ سے کسی محافظ کے بغیر نکلے گا۔ (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا) اور رہا فقر و فاقہ تو قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک (مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ حال نہ ہو جائے کہ) ایک شخص اپنا صدقہ لے کر تلاش کرے لیکن کوئی اسے لینے والا نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک شخص اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور نہ ترجمانی کے لیے کوئی ترجمان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے دنیا میں تجھے مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میں نے تمہارے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں بھیجا

تھا۔ پھر وہ شخص اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا پھر دائیں طرف دیکھے گا تو ادھر بھی آگ ہی آگ ہوگی۔ پس تمہیں جہنم سے ڈرنا چاہیے خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی (کا صدقہ کر کے اس سے اپنا بچاؤ کر سکو) اگر یہ بھی میسر نہ آسکے تو اچھی بات ہی منہ سے نکالو۔ (بخاری،:1413)

سوال 2: قیامت کے زلزلے کے کیا نتائج نکلیں گے؟

جواب: قیامت کے آثار نمایاں ہوں گے تو لوگوں پر دہشت، خوف اور گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ﴾

اور لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔(3)

سوال 1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے'' جو اللہ تعالیٰ کے جلال، اس کے کمال اور اس کی شریعت اور اس کے احکامات اور مخلوق کے بارے میں اس کے طریقہ کار (سنت) کو جانے بغیر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بحثیں کرتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:939)

(2)(i) لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شیطان کی پیروی کرتے ہوئے جہالت سے جھگڑے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔

(ii) لوگ اس بارے میں جھگڑا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

(3) ﴿وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ﴾ ''اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی کتابوں، موت کے بعد کی زندگی پر ایمان نہیں لاتے وہ ہر بات میں سرکش شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

(4) رب العزت نے ان کی مذمت کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے دشمنی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔

﴿كُتِبَ عَلَيۡهِ اَنَّهٗ مَنۡ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهۡدِيۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ﴾

''اس کے لیے لکھ دیا گیا ہے کہ جو بھی اُسے دوست بنائے گا تو یقیناً وہ اُسے گمراہ کر دے گا اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا۔''(4)

سوال 1: ﴿كُتِبَ عَلَيۡهِ اَنَّهٗ مَنۡ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهۡدِيۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ﴾ ''اس کے لیے لکھ دیا گیا ہے کہ جو بھی

اُسے دوست بنائے گا تو یقیناً وہ اُسے گمراہ کردے گا اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُتِبَ عَلَيْهِ﴾ ''اس کے لیے لکھ دیا گیا ہے'' یعنی رب العزت نے شیطان کے بارے میں یہ لکھ دیا ہے۔

(2)﴿أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ﴾ ''کہ جو بھی اسے دوست بنائے گا'' کہ جو اس کی پیروی کرے گا، اس کی تقلید کرے گا۔

(3)﴿فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ﴾ ''تو یقیناً وہ اسے گمراہ کردے گا'' کہ وہ دنیا میں اسے حق کے راستے سے گمراہ کردے گا۔

(4)﴿وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ ''اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا'' اور آخرت میں ابلیس جہنم کا راستہ دکھائے گا۔ اس وقت پیروی کرنے والے کو بڑا ملال ہوگا۔

(5)﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ ''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں''۔ (فاطر:6)

(6) وہ انسان جو ایمان نہیں لاتا جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتا ہے، جو شیطان کی پیروی کرتا ہے، جو خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے وہ ابلیس کا ساتھی ہے۔

(7) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نیک اور برے دوست کی مثال مشک ساتھ رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے (جس کے پاس مشک ہے اور تم اس کی صحبت میں ہو) وہ اس میں سے یا تمہیں کچھ تحفہ کے طور پر دے گا یا تم اس سے خرید سکو گے یا (کم از کم) تم اس کی عمدہ خوشبو سے تو محظوظ ہو ہی سکو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے (بھٹی کی آگ سے) جلا دے گا یا تمہیں اس کے پاس سے ایک ناگوار بدبودار دھواں پہنچے گا۔'' (بخاری،5534)

سوال 2: شیطان کی پیروی کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا رکھ دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان اپنی تقدیر میں یہ لکھ دیا ہے کہ جو شیطان کی پیروی کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی کرنے والوں کے لئے یہ لکھ دیا ہے کہ انہیں آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ﴾

''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔''(5)

سوال 1:﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے روئے زمین کے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو'' اگر تمہیں بعث اور حیات بعد الموت پر حیرت اور شک ہے جب کہ تم پر لازم ہے کہ تم اپنے رب اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرو تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں زندگی بعد موت کی دلیل ہے۔ تمہارے دلوں میں شک کو زائل کرنے کے لئے عام زندگی میں مشاہدات کی مثالیں ہیں۔

(2) پہلی دلیل انسان کی پیدائش کے آغاز سے لی گئی ہے یعنی جس نے پہلی بار پیدا کیا وہ دوسری بار پیدا کرنے پر قادر ہے۔ فرمایا:

(3)﴿فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ ''تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔'' یعنی انسانوں کے باپ آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو مٹی سے پیدا کیا۔

(4)﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ''پھر نطفے سے'' یعنی پھر انسان کی نسل کا سلسلہ ''منی'' سے چلایا۔ یہ انسان کی پیدائش کا پہلا مرحلہ ہے جس کا عرصہ 40 دن کا ہے۔

(5)﴿ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ﴾ ''پھر خون کے لوتھڑے سے'' یعنی دوسرے مرحلے میں نطفہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جمے ہوئے خون کے لوتھڑے میں بدل جاتا ہے۔

(6)﴿ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ﴾ ''پھر گوشت کی بوٹی سے'' تیسرے مرحلے میں جمے ہوئے خون کا لوتھڑا بوٹی کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کی کوئی شکل نہیں ہوتی، نہ اعضاء واضح ہوتے ہیں۔ اس عرصے میں چالیس دن تک تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔

(7)﴿مُّخَلَّقَةٍ﴾ ''جس کی پوری شکل بنائی گئی'' پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے چوتھے مرحلے میں یا تو پورے انسان کی تصویر بن جاتی ہے جس کا

سر، ہاتھ، سینہ، پیٹ، رانیں، پاؤں یعنی سارے اعضاء ہوتے ہیں یا

(8)﴿وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ ”اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی“ بغیر تصویر کے، بغیر افزائش کے تخلیق کے ساقط ہو جاتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، جو کہتا ہے پروردگار! اب نطفہ پڑا۔ پروردگار! اب یہ خون بن گیا۔ پروردگار! اب یہ لوتھڑا بن گیا پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی پیدائش کے متعلق فیصلہ کر دیتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اس کی روزی کیا ہے؟ اور اس کی عمر کیا ہے؟ پھر ماں کے پیٹ میں یہ سب کچھ لکھ دیا جاتا ہے۔“ (بخاری۔ کتاب الحیض)

(9)﴿لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ﴾ ”تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں“ اللہ تعالیٰ قدیر ہے اور کمال حکمت رکھتا ہے۔ چاہے تو ایک مرحلے میں تخلیق کو مکمل کر دے۔ وہ ان تمام مراحل سے گزار کر اپنی قدرت کا مشاہدہ کرواتا ہے اور ہم پر واضح فرماتا ہے کہ تمہاری تخلیق کی ابتداء کیسے ہوئی تھی۔

سوال 2: ﴿وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ﴾ ”اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں“ یعنی اگر اسقاط نہ ہو تو حمل کی مدت تک جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے بچے کو رحم میں رکھتا ہے۔

(2)﴿ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ﴾ ”پھر ہم تمہیں نکال لاتے ہیں“ پھر اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے رحموں سے باہر نکال دیتے ہیں۔

(3)﴿طِفْلًا﴾ ”ایک بچے کی صورت“ یعنی ایسی حالت میں جب کہ نہ تمہیں کسی چیز کا علم ہوتا ہے نہ کسی طرح کی قدرت ہوتی ہے، تمہاری ماؤں کی چھاتیوں سے تمہارے لئے رزق فراہم کرتے ہیں۔

(4)﴿ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ﴾ ”پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ“ یعنی تمہارا بدن کمال کو پہنچے اور عقل کامل ہو جائے۔“ (ایسر التفاسیر: 94)

(5) یعنی تم بچپن سے جوانی کی عمر تک پہنچ جاتے ہو۔ جب تمہاری عقل اور قوتیں کمال تک پہنچ جاتی ہیں۔

(6) اللہ تعالیٰ تمہیں کمزوری کی حالت سے رفتہ رفتہ قوی کرتا جاتا ہے۔ تمہارے ماں باپ کے دل میں تمہاری محبت ڈالتا ہے۔ تمہاری ماں دن رات تمہاری خیر خواہی کرتی ہے حتیٰ کہ تم پوری جوانی کو پہنچ جاتے ہو۔

سوال 3: ﴿وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ ”اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ ''اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے'' اپنی جوانی کے بعد تم میں سے کوئی ردی عمر یعنی بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے جب اعضاء جواب دے جاتے ہیں۔

(2) ﴿لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا﴾ ''تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے'' یعنی بڑھاپے میں جب عقل جاتی رہے، سوچ و بچار کی صلاحیت ختم ہو جائے، ہوش و حواس کھو جائیں اور بڑھاپے سے پہلے کی کوئی چیز یاد نہ رہے۔ ایسے میں تو کوئی عالم بھی جاہل بن جاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:54)

(3) ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اسے ساخت میں الٹ دیتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے؟'' (یٰسین:68)

(4) نبی کریم ﷺ نے ارزل عمر سے پناہ مانگی ہے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُبِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ ''اے اللہ! بزدلی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں' اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے سب سے ذلیل حصے (بڑھاپے) میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں میں دنیا کے فتنوں سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔'' (بخاری:2822)

سوال 4: ﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ﴾ ''اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) حیات بعد الموت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندگی عطا کرتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً﴾ ''اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں'' زمین کو خشک، بنجر، غیر آباد، اجاڑ اور مردہ دیکھتے ہو۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے زمین کو زندہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تمہیں بھی زندہ کیا جائے گا۔

(2) ﴿فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ﴾ ''پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب مردہ زمین پر بارش ہو جاتی ہے تو اس پر زندگی کے رنگ نمودار ہو جاتے ہیں۔

(3)﴿وَرَبَتْ﴾ ''اوراُبھرآتی ہے'' خشک ہونے کے بعدوہ خوب سرسبز اور بلند ہوجاتی ہے۔اس پر طرح طرح کے پھول اُگتے ہیں جن کے رنگ، خوشبو، ذائقے اور فائدے الگ الگ ہوتے ہیں۔

(4)﴿وَاَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ﴾ ''اوروہ ہرقسم کی نباتات اُگا دیتی ہے'' یعنی زمین نباتات کی ہرقسم کو اگاتی ہے۔

(5)﴿بَهِيْجٍ﴾ ''خوش منظر'' زمین پر اگنے والی نباتات، پھل پھول دیکھنے والوں کو خوش کرتے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(6)

سوال1:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے'' اور یہ سب کچھ یعنی انسان کی پیدائش، اس کی زندگی کے مختلف مراحل اور زمین کے مردہ ہونے کے بعد زندہ ہونا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب اور حقیقی معبود ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس کی عبادت حق ہے اور اس کے ماسوا کسی کی بھی عبادت باطل ہے۔

(2)﴿وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ''اور یقیناً وہی مُردوں کو زندہ کرے گا'' اللہ تعالیٰ نے جیسے تخلیق کا آغاز کیا تھا اور جس طرح زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کیا، اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے''۔(یٰسین:79)

(3)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بلاشبہ آپ زمین کو بنجر دیکھتے ہیں پھر جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی اور پھولتی ہے، بے شک جس نے اس کو زندہ کیا، یقیناً وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔''(فصلت:39)

(4)﴿وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے زمین کو زندہ کرتا ہے۔وہ یہ قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو بھی زندہ کردے وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ

اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے۔(یاسین:82)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے پر اپنی کن صفات کا ذکر کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے پر اپنی صفتِ قدرت اور صفتِ حق کا تذکرہ کیا ہے۔

﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ﴾

''اور یقیناً قیامت آنے والی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اُنہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں'' (7)

سوال 1: ﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ﴾ ''اور یقیناً قیامت آنے والی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ضرور اُن کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا﴾ ''اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ قیامت اور موت کے بعد کی زندگی برحق ہے۔اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

(2) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے جیسے عدم سے وجود عطا کیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ حکم دے گا اور مردے زمین پھاڑ کر نکل آئیں گے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (یٰسین:81)

سوال 2: قیامت آنے والی ہے اس پر کیا دلیل ہے؟

جواب: ہر چیز جو وجود میں آتی ہے وہ اپنے انجام کی طرف بڑھتی ہے۔ایسے ہی انسان اور کائنات کا انجام ہے جو قریب ہے۔

سوال 3: قبروں والے زندہ ہوں گے، اس پر کوئی دلیل دیں۔

جواب: ایک فصل جب پک کر تیار ہوتی ہے پھر کٹ جاتی ہے اسی کا بیج جب دوبارہ بویا جاتا ہے تو وہ اُگ آتا ہے۔ایسے ہی انسانوں کو اللہ تعالیٰ قبروں سے نکالے گا جیسے فصل کٹ جانے کے بعد نئی فصل کو اُگاتا ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو بغیر علم کے، بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے۔'' (8)

سوال 1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو بغیر علم کے، بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے'' لوگوں میں سے شیطان کی تقلید کرنے والا ہے۔

(2) ﴿مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتا ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتا ہے۔ مثلاً کوئی اس کا شریک یا بیٹا ہو اور یہ کہ وہ مردوں کو کیسے زندہ کر سکتا ہے۔ یہ جھگڑا ابو جہل نے کیا تھا۔ (ایسر التفاسیر:924)

(3) ﴿بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بغیر علم کے'' بغیر کسی صحیح علم کے انبیاء اور ان کی پیروی کرنے والوں سے جھگڑتا ہے تا کہ وہ حق کو نیچا دکھادے۔

(4) ﴿وَّلَا هُدًى﴾ ''اور بغیر ہدایت کے'' وہ جھگڑے کے لئے نہ عقل سے راہ نمائی لیتا ہے، نہ کسی ہدایت یافتہ راہ نما کے پیچھے چلتا ہے۔

(5) ﴿وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور بغیر روشن کتاب کے'' یعنی نہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا نور ہے جو حقائق کو کھول دے، نہ اس کے پاس کوئی عقلی دلیل ہے، نہ نقلی دلیل۔ اس کے پاس محض شکوک وشبہات ہیں جو شیطان ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ج وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور بے شک شیاطین ضرور اپنے ساتھیوں کے دل میں ڈالتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم بھی یقیناً مشرک ہو جاؤ گے۔'' (الانعام:121)

﴿ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾

''وہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دے، اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم قیامت کے دن اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔'' (9)

سوال 1: ﴿ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ''وہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دے۔ اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کو جلنے کا عذاب چکھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثَانِيَ عِطْفِهٖ﴾ ''وہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے'' یعنی اپنی گردن کو تکبر سے موڑتے ہوئے مخلوق کی توہین کرتے ہوئے، اس پر خوش ہے کہ وہ حق اور اہل حق کو حقیر سمجھتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ج فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾﴾ ''اور جب ہماری آیات اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ

موڑ جاتا ہے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں" (لقمان:7)

(2)﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دے" یعنی اپنی رائے سے حق کے بارے میں جھگڑتے ہیں جس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نہ خود حق کو مانیں، نہ کسی کو حق کی طرف آنے دیں۔ یہ حق کی دعوت کے مقابلے میں اکڑ جاتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ "اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے)۔ جب ہم نے اُسے واضح دلیل کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا۔ تو اُس نے اپنے اقتدار کی وجہ سے منہ پھیرلیا اور کہا: "جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔" (الذریات:38،39)

(3)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾﴾ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ رک جاتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں"۔ (المنافقون:5)

(4)﴿وَلَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ﴾ "اور اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے" یعنی ایسے شخص کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑا تھا۔

(5) یعنی وہ آخرت سے پہلے، اس دنیا ہی میں رسوا ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی ہے۔ آپ داعیان کفر وضلالت میں سے جس کو بھی دیکھیں وہ تمام لوگوں کی ناراضی، لعنت، بغض اور مذمت کا اسی طرح نشانہ ہوتا ہے جیسے وہ اس کا مستحق ہوتا ہے اور ہر شخص حسب حال جزا پاتا ہے۔ (سعدی:1710/2)

(6)﴿وَنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ "اور ہم قیامت کے دن اس کو جلنے کا عذاب چکھائیں گے" آخرت میں اس کو بھڑکتی ہوئی آگ اور عذاب کا مزہ چکھایا جائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑنے والوں کی کیا صفت یہاں بیان کی گئی ہے؟

جواب: جھگڑنے والے کندھے اچکاتے ہوئے بات کرتے ہیں یعنی تکبر میں مبتلا ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرنے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرنے کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾

''یہ اُن کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (10)

سوال 1:﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''یہ اُن کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم کرنے والا نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ﴾ ''یہ اُن کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں'' یہ دنیا اور آخرت کا عذاب اس وجہ سے ہے جو تم نے شرک، ظلم اور نافرمانی کے کام کئے۔ رب العزت کا فرمان ہے:﴿خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (٤٧) ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ (٤٨) ذُقْ ج صلے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (٤٩) اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ (٥٠)﴾ ''پکڑو اسے، پھر اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو۔ چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے۔ یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے''۔ (الدخان:47-50)

(2)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم کرنے والا نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ گناہوں کے بغیر عذاب نہیں دیتا۔ عذاب تو اعمال کی وجہ سے ملے گا۔

(3) عذاب تو افتراء پردازی اور تکبر کی وجہ سے ہوگا۔

(4)﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ج وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (١١٨)﴾ ''اور جو لوگ یہودی بن گئے اُن پر ہم نے وہ تمام چیزیں حرام کر دی تھیں جو ہم اس سے پہلے آپ کو بتا چکے ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔'' (النحل:118)

رکوع نمبر 9

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ج فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ج وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ج تف خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ط ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (11)﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ پھر اگر اسے فائدہ پہنچتا ہے
تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اُسے کوئی آزمائش آتی ہے تو چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے۔
اُس نے دنیا میں بھی خسارہ اُٹھایا اور آخرت میں بھی۔ یہی کھلا خسارہ ہے۔'' (11)

سوال 1:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔'' حرف کی تفسیر کریں اور ایک کنارے پر عبادت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾''اورلوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کراللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے'' حرف سے شک مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت شک کے ساتھ کرتے ہیں یا کنارہ مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کنارے ہو کر کرتے ہیں۔ پھر اگر انہیں عیش مل جاتا ہے تو جم جاتے ہیں اور اگر تکلیف پہنچتی ہے تو مرتد ہو جاتے ہیں۔(السراج المنیر:1239/2)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کنارہ پر (کھڑا ہو کر) کرتا ہے'' کے متعلق فرمایا کہ بعض لوگ مدینہ آتے (اور اپنے اسلام کا اظہار کرتے) اس کے بعد اگر اس کی بیوی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا اور گھوڑی بھی بچہ دیتی تو وہ کہتے کہ یہ دین (اسلام) بڑا اچھا دین ہے، لیکن اگر ان کے یہاں لڑکا نہ پیدا ہوتا اور گھوڑی بھی کوئی بچہ نہ دیتی تو کہتے کہ یہ تو برا دین ہے۔اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔(بخاری:4742)

(3) ابن ابی حاتم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ اعراب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے، اسلام قبول کرتے، واپس جا کر اگر اپنے ہاں بارش، پانی پاتے، جانوروں میں، گھر بار میں برکت دیکھتے تو اطمینان سے کہتے: ''بڑا اچھا دین ہے'' اور اگر اس کے خلاف دیکھتے تو جھٹ سے بک دیتے کہ اس دین میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔اس پر آیت اتری۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے کہ مدینہ پہنچتے ہی اگر ان کے ہاں لڑکا ہوتا یا اونٹنی بچہ دیتی تو انہیں راحت ہوتی اور خوش ہو جاتے اور اس دین کی تعریفیں کرنے لگتے اور اگر کوئی بلا، مصیبت آ گئی، مدینے کی ہوا موافق نہ آئی، گھر میں لڑکی پیدا ہوگئی، صدقے کا مال میسر نہ ہوا تو شیطانی وسوسے میں آجاتے اور صاف کہہ دیتے کہ اس دین میں تو مشکل ہی مشکل ہے۔عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ یہ حالت منافقوں کی ہے۔دنیا اگر مل گئی تو دین سے خوش ہیں، جہاں نہ ملی یا کوئی امتحان آگیا فوراً پلہ جھاڑ لیا کرتے ہیں، مرتد ہو جاتے ہیں۔(ابن کثیر:442/3)

(4) یعنی لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو ضعف الایمان ہے جس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا، ایمان کی بشاشت اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہوئی۔بلکہ وہ یا تو خوف سے ایمان لایا ہے یا محض عادت کی بنا پر اور وہ بھی اس طریقے سے کہ وہ سختیاں برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔(سعدی:1711,1712/2)

(5) یعنی لوگوں میں کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرتا ہے کہ اسے اسلام پر شک ہوتا ہے کہ وہ حق ہے یا نہیں اور یہ ان کی جہالت کی وجہ سے تھا۔بدوی عربوں پر یہ شک غالب تھا۔(ایسر التفاسیر:942)

سوال2: کنارے پر رہ کر کون اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے؟

جواب:(1) کنارے پر وہ شخص رہتا ہے جس کی حقیقی دلچسپیاں اپنے مفادات سے ہوتی ہیں لیکن ہلکے پھلکے اثر کی وجہ سے دین سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔(2) وہ شخص جسے دین کے بارے میں شک ہو۔

(3) ایسے لوگ عقیدے کے اعتبار سے ایسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں کہ معمولی سے جھٹکے سے بھی گر جائیں۔

(4) ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو نہیں اپناتے۔(5) ایسے لوگ دعوت کے کاموں میں ثابت قدم نہیں ہوتے۔

سوال3: دین کے معاملے میں شک میں مبتلا ہونے والے کو استقامت کیوں نہیں نصیب ہوتی؟

جواب: دین کے معاملے میں شک میں مبتلا ہونے والے کو اس لئے استقامت نصیب نہیں ہوتی کہ اس کی نظر دنیاوی مفادات پر ہوتی ہے۔ جب تک مفادات ملتے رہیں ایسا شخص ٹھیک رہتا ہے لیکن مفادات کو ضرب لگنے سے ایسا شخص پہلی حالت پر لوٹ جاتا ہے خواہ وہ کفر کی حالت میں ہو یا شرک کی۔ ایسے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ دین اور مفاد ساتھ ساتھ نہیں چل سکتا تو فوراً ذاتی مفاد اختیار کر لیتے ہیں اور دین کو چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال4: ﴿فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ج وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ قف ج خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ط ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ ”پھر اگر اسے فائدہ پہنچتا ہے تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اُسے کوئی آزمائش آتی ہے تو چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے۔ اُس نے دنیا میں بھی خسارہ اُٹھایا اور آخرت میں بھی۔ یہی کھلا خسارہ ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَإِنْ أَصَابَهُ﴾ ”پھر اگر اسے فائدہ پہنچتا ہے“ یعنی اگر اسے رزق کی فراوانی ملتی ہے، من پسند اولاد ملتی ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی تو وہ بھلائیوں پر اطمینان کا اظہار کرتا ہے۔ اس کا اطمینان ایمان پر نہیں اچھے حالات پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی کو اچھے حالات میں رکھتا ہے تو وہ دین سے نہیں پھرتے حالانکہ ایمان ان کے دلوں میں اترا ہوا نہیں ہوتا۔

(2) ﴿وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ﴾ ”اور اگر اُسے کوئی آزمائش آتی ہے“ یعنی اگر مالی تنگی ملتی ہے یا جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے یا اس سے کوئی پسندیدہ چیز چھن جاتی ہے۔

(3) ﴿انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ﴾ ”تو چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے“ یعنی وہ اسلام سے اپنے دین، کفر اور جاہلیت کی طرف پھر جاتا ہے۔

(4) زید بن اسلم کہتے ہیں وہ منافق ہے اگر اس کی دنیا اچھی ہو تو عبادت کرتا ہے اور اگر خراب ہو تو نمازیں بھی چھوڑ دیتا ہے اور کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

(5) ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ﴾ ”اُس نے دنیا میں بھی خسارہ اُٹھایا اور آخرت میں بھی“ دنیا بھی اس کے ہاتھ سے گئی اور آخرت بھی۔ دنیا کا خسارہ یہ ہے کہ وہ امید پوری نہ ہوگی جس کی بنیاد پر وہ مرتد ہوا تھا، اسے اتنا ہی کچھ حاصل ہوا جو اس کی قسمت میں تھا۔ جہاں تک آخرت کے خسارے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی اور اسے جہنم کا حق دار قرار دے دیا۔

(6) ﴿ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ ”یہی کھلا خسارہ ہے“ دنیا اور آخرت کے معاملے میں کامیابی کے لئے یکسوئی لازمی شرط ہے۔ یہی صفت کنارے پر رہنے والے لوگوں کے اندر نہیں پائی جاتی۔ اپنے دوطرفہ رجحان کی وجہ سے ایسے لوگ نہ دنیا کی طرف یکسو ہو پاتے ہیں نہ آخرت کی طرف۔ یوں دونوں کو ہاتھ سے گنوا بیٹھتے ہیں، یہی بڑا خسارہ ہے۔

(7)(i)خسارے سے مراد زندگی کے اطمینان کا نقصان ہے۔(ii)اس سے مراد اعتماد کا فقدان ہے۔(iii)اس سے مراد سکون کا خاتمہ ہے۔(iv)اس سے مراد رضائے الٰہی سے محرومی ہے۔(v)اس سے مراد تقدیر پر ایمان سے محرومی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب سے دائمی محرومی ہے۔اللہ تعالیٰ کی جنت سے محرومی اور جہنم رسید ہونا سب سے بڑا خسارہ ہے۔

سوال5: کنارے پر رہنے والوں کی دنیا اور آخرت کیسے چلی جاتی ہے؟

جواب:(i) کنارے رہ کر دین اختیار کرنے والوں کی دنیا تو ایسے چلی جاتی ہے کہ ان پر مصیبت آتی ہے تو برداشت نہیں کر سکتے۔

(ii) ثابت قدم نہیں رہ سکتے۔(iii) برے حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔

(iv) آخرت ایسے چلی جاتی ہے کہ پہلے عقیدہ چھوڑا۔(v) پھر دین پر عمل پیرا ہونا چھوڑا۔

(vi) پھر ہدایت کی بجائے گمراہی کے راستے کو اختیار کر لیا۔

﴿يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾

''وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُسے پکارتا ہے جو اسے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے، یہی دور کی گمراہی ہے''۔(12)

سوال1:﴿يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾''وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُسے پکارتا ہے جو اسے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے، یہی دور کی گمراہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾''وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُسے پکارتا ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہستیوں سے فریاد کرتے ہیں، روزی طلب کرتے ہیں، اولاد مانگتے ہیں، اولاد کی بھلائیاں مانگتے ہیں۔

(2)﴿مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ﴾''جو اسے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے'' جو اپنے لیے یا کسی اور کے لیے نہ فائدہ پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں نہ نقصان سے بچانے کی۔

(3)﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾''یہی دور کی گمراہی ہے'' یہ دور کی گمراہی ہے جو انتہا کو پہنچی ہوئی ہے کیونکہ اس کی عبادت چھوڑی ہے جو نفع اور نقصان کا مالک ہے، جو نفع پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے، جو نقصان سے بچانے پر قدرت رکھتا ہے اور ایسی ہستیوں کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں جن کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔

﴿يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ﴾

''وہ اس کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، یقیناً وہ بُرا دوست ہے اور یقیناً وہ بُرا رفیق ہے''(13)

سوال 1: ﴿يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ﴾ ''وہ اس کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، یقیناً وہ بُرا دوست ہے اور یقیناً وہ بُرا رفیق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ﴾ ''وہ اس کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے'' یعنی آخرت سے پہلے دنیا میں نقصان ہے۔ اگر کوئی فائدہ پہنچ جائے تو نقصان زیادہ بڑا ہے کیونکہ انسان کا ایمان بگڑ جاتا ہے، توحید جاتی رہتی ہے، شرک جیسی نحوست سے دنیا میں طرح طرح کے نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔ ایک فائدے کے بدلے ہزاروں نقصان اٹھانے پڑیں تو وہ فائدہ بھی نقصان ہے۔

(2) رب کو پکڑنا، رب کے ساتھ وابستہ ہونا انسان کی ضرورت بھی ہے اور حقیقت کا تقاضا بھی۔ اس لیے جب انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسروں کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے تو نقصان اس کا مقدر بن جاتا ہے اور نفع ملنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(3) ﴿لَبِئْسَ الْمَوْلٰى﴾ ''یقیناً وہ بُرا دوست ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے۔

(4) ﴿وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ﴾ ''اور یقیناً وہ بُرا رفیق ہے'' یعنی بہت ہی برے ساتھی ہیں۔ اگر دوست سے نفع حاصل نہ ہو اور نقصان سے وہ بچا نہ سکے تو ایسے دوست اور دوستیاں قابل مذمت اور قابل ملامت ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿٣٨﴾﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً وہ انہیں ضرور راہِ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا! چنانچہ بہت ہی بُرا وہ ساتھی ہے۔'' (الزخرف: 38,36)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ اس کا (ہمزاد) جن ساتھی مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: اور میرے ساتھ بھی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ پس وہ مجھے نیکی ہی کا حکم کرتا ہے۔'' دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''تم میں سے ہر کسی کے ساتھ ایک ساتھی جنوں میں سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر کر دیا گیا ہے۔'' (مسلم: 2814)

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' (14)

سوال1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' یعنی وہ لوگ جنھوں نے اعمال صالحہ کے ذریعے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔ (i) وہ لوگ جو اپنے ماحول سے اوپر اٹھ کر سوچتے ہیں۔

(ii) وہ جو پرفریب شخصیات کے سحر سے نکل کر، مفادات سے بالاتر ہو کر، باپ دادا کے رسوم ورواج کے تقلیدی ذہن سے آزاد ہو کر اپنے رب کو دریافت کر لیتے ہیں۔

(iii) جو اپنے رب کی پسند کے مطابق اپنی زندگیوں کو اس کے راستے پر لگا دیتے ہیں۔

(iv) جو اپنی زندگیاں، اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں، اپنا مال اپنے رب پر نچھاور کر دیتے ہیں وہ قیمتی لوگ بن جاتے ہیں۔

(2) سیدنا سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک مجلس میں حاضر تھا، اس میں آپ نے جنت کا حال بیان کیا، یہاں تک کہ بے انتہا تعریف فرمائی، آخر میں فرمایا: ''جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے ان کی تعریف سنی ہے اور نہ ان کا تصور کسی آدمی کے دل میں پیدا ہوا ہے۔'' (مسلم:2825)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے'' یعنی وہ جس کو چاہتا ہے اپنے جود وکرم سے عطا کرتا ہے، اسے فرماں بردار لوگوں میں شامل کرتا ہے اور نافرمانیوں کی ذلت سے بچا لیتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ جو ارادہ چاہے کر سکتا ہے اس کے راستے کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ فرماں برداروں کو جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ﴾

''جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اسے ایک رسی آسمان تک دراز کرنی چاہیے پھر اسے کاٹ دینا چاہیے پھر اسے دیکھنا چاہیے کیا واقعی اس کی تدبیر اس کو لے جائے گی جو اسے غصہ دلاتی ہے'' (15)

سوال1:﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ﴾ ''جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اسے ایک رسی آسمان تک دراز کرنی چاہیے پھر اسے کاٹ دینا چاہیے پھر اسے دیکھنا چاہیے کیا واقعی اس کی تدبیر اس کو لے جائے گی جو اسے غصہ دلاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اسے ایک رسی آسمان تک دراز کرنی چاہیے پھر اسے کاٹ دینا چاہیے پھر اسے دیکھنا چاہیے کیا واقعی اس کی تدبیر اس کو لے جائے گی جو اسے غصہ دلاتی ہے''اگر کسی کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے رسول (ﷺ) کی مدد نہیں فرمائے گا تو اس کا یہ خیال غلط ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی مدد ضرور فرمائے گا، چاہے وہ اپنے گھر کی چھت میں رسی ڈال کر، اپنے گلے میں پھندا ڈال کر لٹک جائے اور دم گھٹ کر مر جائے، آسمان سے اللہ تعالیٰ کی مدد ضرور آئے گی۔

(2)اگر کوئی آسمانی مدد کو روکنا چاہے تو رسی پر چڑھ کر اوپر سے آنے والی مدد اور وحی کو روک آئے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔'' (المومن:51)

(3)یعنی وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف چال چل سکتا ہے، آپ ﷺ کے خلاف جنگ برپا کر سکتا ہے، جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے ابطال کی خواہش رکھتا ہے؟ وہ کیا چیز ہے جو دین کے ظہور پر اسے غیظ وغضب میں مبتلا کرتی ہے؟ یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے یعنی وہ ان اسباب کے ذریعے سے اپنے غیظ وغضب کو ٹھنڈا نہیں کر سکتا۔اس آیت مقدسہ کا معنی یہ ہے، اے وہ شخص! جو محمد رسول اللہ ﷺ سے عداوت رکھتا ہے، جو آپ ﷺ کے دین کو مٹانے میں کوشاں ہے، جو اپنی جہالت کی بناء پر سمجھتا ہے کہ اس کی کوشش رنگ لائے گی، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تو جو بھی اسباب اختیار کر لے، رسول ﷺ کے خلاف کوئی بھی چال چل لے، اس سے تیرے غیظ وغضب اور تیرے دل کی بیماری کو شفا حاصل نہیں ہوگی۔اس پر تجھے کوئی قدرت حاصل نہیں البتہ ہم تجھے ایک مشورہ دیتے ہیں جس سے تو اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے اور اگر یہ ممکن ہے کہ رسول ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی مدد نصرت کو منقطع کر سکتا ہے، تو معاملے میں صحیح راستے سے داخل ہو اور درست اسباب اختیار کر اور وہ یہ کہ کھجور وغیرہ کی چھال سے بٹی ہوئی رسی لے، پھر اسے آسمان پر لٹکا کر آسمان پر چڑھ جا اور ان دروازوں تک پہنچ جہاں سے اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے اور ان دروازوں کو بند کر کے اللہ تعالیٰ کی مدد منقطع کر دے۔اس طریقے سے تیرے غیظ وغضب کو شفا حاصل ہوگی۔بس یہ تجویز اور چال ہے اس طریقے کے علاوہ تیرے دل میں بھی یہ بات نہیں آنی چاہیے کہ تو اپنے غیظ وغضب سے چھٹکارا پا سکتا ہے خواہ مخلوق تیری مدد کے لیے کمر کیوں نہ باندھ لے۔اس آیت کریمہ

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے دین، اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کے لئے فتح ونصرت کا جو وعدہ اور خوشخبری ہے، وہ مخفی نہیں اور کفار کے لئے مایوسی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے اور خواہ وہ اس نور کو بجھانے کی امکان بھر کوشش کیوں نہ کر لیں۔ (سعدی:1714،1713/3)

﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ﴾

''اور اسی طرح ہم نے اس کو واضح آیات کے ساتھ نازل کیا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔(16)

سوال1:﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس کو واضح آیات کے ساتھ نازل کیا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس کو واضح آیات کے ساتھ نازل کیا ہے'' یعنی اسی طرح سے ہم نے قرآن میں ایسی آیات نازل کی ہیں جو الفاظ کے اعتبار سے بھی واضح ہیں اور معنی کے اعتبار سے بھی۔

(2) یہ قرآن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے قرآن کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس راستے سے بہت دور نکال دیتا ہے۔ وہ یہ معاملہ اپنی حکمت کے کمال سے کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ﴾ وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا اور اُن سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔ (الانبیاء:23)

(4) ہدایت تو اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے وہ جس کے لیے ہدایت کا ارادہ کرتا ہے وہ قرآن وسنت سے راہنمائی پالیتا ہے اور جس کے لیے نہیں چاہتا تو اس کے پاس خواہ ہر قسم کی نشانیاں آجائیں وہ ایمان نہیں لاتا اور قرآن ایسے شخص کے خلاف حجت بنے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی بن گئے اور صابی اور نصاریٰ اور مجوسی اور جنہوں نے شرک کیا، بے شک اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے''۔(17)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی بن گئے

اور صابی اور نصاریٰ اور مجوسی اور جنہوں نے شرک کیا، بے شک اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے'' مختلف مذاہب کے لوگوں کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان حق اور انصاف سے فیصلے کرے گا۔ ایمان والے جنت میں جائیں گے اور ان کے افعال پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے، ان کے رازوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(2)﴿وَالَّذِیْنَ هَادُوْا﴾ ''اور جولوگ یہودی بن گئے'' جولوگ سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے وہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی زندگی میں انہیں یہود نہیں کہا جاتا تھا۔ یہود تو وہ اس وقت کہلائے جب انہوں نے کتاب اللہ میں تحریف کی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کی نسبت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے بڑے بیٹے یہودا کی طرف ہے۔ یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ یہ ایک قبیلے کی نسبت تو ہوسکتی ہے مذہب کی نہیں۔

(3)﴿وَالصَّابِئِیْنَ﴾ ''اور صابی'' صابی دراصل وہ ستارہ پرست اور سورج پرست قوم ہے جس نے اپنے معبودوں کی حمایت میں سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو آگ میں ڈالا تھا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا پیروکار بتاتے اور باقی بعد میں آنے والے سب نبیوں کے منکر ہیں۔ بعد میں صابی کا لفظ دین میں تبدیلی کرنے یا آبائی مذہب سے روگردانی کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا اور ایک گالی کی حیثیت اختیار کرگیا۔ چنانچہ مشرکین مکہ بھی اسلام لانے والوں کو اسی نام سے نوازتے تھے اور کہتے تھے کہ فلاں شخص صابی ہوگیا ہے۔ یعنی کہ بے دین اور لامذہب ہوگیا ہے۔ جیسا کہ ہندوستان میں توحید کی طرف رجوع کرنے والوں کو وہابی کے لقب سے نوازا جانے لگا ہے۔

(تیسیر القرآن:144,145/2)

(4)﴿وَالنَّصٰرٰی﴾ ''اور نصاریٰ'' سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور ان پر نازل شدہ کتاب انجیل کے پیروکار۔ ابتداً ان کا نام ناصری یا گلیلی تھا۔ سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ناصرہ گلیل میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ یہود انہیں ایک بدعتی فرقہ کی حیثیت سے ناصری یا گلیلی کہہ کر پکارتے تھے۔ قرآن میں ان کا نام نصاریٰ مذکور ہے۔ اور اسے بھی ناصرہ سے منسوب قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پیروکار یا حواریوں نے ﴿نحن انصار اللہ﴾ (آل عمران 53) کا اقرار کیا تھا۔ لہٰذا یہ لوگ نصاریٰ کہلائے۔ بعد میں انہوں نے اپنے لیے عیسائی کا لقب پسند کرلیا۔ ان لوگوں نے بھی بعد میں بہت سے بدعتی عقائد شامل کر لیے جیسے تثلیث، الوہیت مسیح اور کفارہ مسیح وغیرہ۔ (تیسیر القرآن:144,145/3)

(5)﴿وَالْمَجُوْس﴾ ''اور مجوسی'' مجوسی بھی آتش پرست اور ستارہ پرست لوگ تھے اور صابی فرقہ کی طرح اپنے آپ کو سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا پیروکار بتاتے اور باقی بعد میں آنے والے سب نبیوں کے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک نیکی اور بدی کے خدا الگ الگ ہیں۔ نیکی کا خدا خالق یزدان ہے اور بدی کا خدا خالق اہرمن ہے۔ یہ لوگ اپنی الہامی کتابوں کا نام ژند اور اوستا بتاتے ہیں۔ مزدک نے ان کے مذہب اور اخلاق کو بری طرح مسخ کرکے رکھ دیا تھا حتیٰ کہ حقیقی بہن سے نکاح بھی ان کے ہاں جائز قرار دیا گیا۔ (تیسیر القرآن:144,145/3)

(6)﴿وَالَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡۤا﴾ ''اور جنہوں نے شرک کیا'' یعنی اہل مکہ اور اہل عرب اور دنیا میں جو کوئی بھی شرک کرے وہ اس میں شامل ہے۔

(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفۡصِلُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا'' یہ فیصلہ قیامت کے دن ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال پر گواہ ہے۔

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے'' اللہ تعالیٰ سب کے اعمال پر گواہ ہے وہ عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيۡرٌ مِّنَ النَّاسِ‌ؕ وَكَثِيۡرٌ حَقَّ عَلَيۡهِ الۡعَذَابُ‌ؕ وَمَنۡ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّكۡرِمٍ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفۡعَلُ مَا يَشَآءُ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چانداور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی، اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کردیتا ہے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے'' (18)

سوال1:﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيۡرٌ مِّنَ النَّاسِ‌ؕ وَكَثِيۡرٌ حَقَّ عَلَيۡهِ الۡعَذَابُ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چانداور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی، اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ اے محمد! کیا آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میری عظمت کی وجہ سے ہر چیز مجھے سجدہ کررہی ہے؟

(2) جو آسمانوں میں ہیں یعنی فرشتے۔

(3) جو زمین میں ہیں یعنی جن اور دوسری مخلوقات۔

(4)﴿وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ﴾ ''اور سورج اور چانداور تارے'' یعنی آسمانوں کے تارے، چانداور سورج سجدہ ریز ہیں۔

(5)﴿وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ﴾ ''اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی ہیں'' یعنی زمین میں پہاڑ، درخت اور جانور سجدہ کررہے ہیں۔

(6) مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا منبر بنا لیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں اور زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی ہوتی ہیں۔

(7) ﴿وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ﴾ ''اور بہت سے لوگ بھی'' بہت سے انسان بھی خوشی خوشی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔ ساری کائنات میں انسان اور جن ہی مکلف مخلوق ہیں اور انہیں قوت ارادہ واختیار دیا گیا باقی مخلوق تکوینی طور پر اللہ کے حضور ہر وقت سجدہ ریزہ رہتی ہے اور ان کے سجدہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کام پر اللہ نے انہیں لگا دیا یا جو خدمت ان کے ذمہ کردی اور جو قوانین ان کے ذمے کر دیئے ہیں ان سے سر مو تجاوز نہیں کرتے۔ (تیسیر القرآن : 146/2) ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (۱۵)﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے اور صبح وشام اُن کے سائے بھی۔'' (الرعد:15)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ (۴۸) وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (۴۹)﴾ ''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کے سائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں اس حال میں وہ سب عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی چلنے والا جانور ہو یا فرشتے، اور وہ تکبر نہیں کرتے۔'' (النحل:48,49)

(9) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے، جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کہ یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے۔ پھر (دوبارہ آنے کی) اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے، جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی۔ بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا۔ چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے۔ یہ زبردست، علیم کا اندازہ ہے'' (یٰس :38) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (بخاری:3199)

(10) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے آج رات اپنے کو دیکھا اور میں سو رہا تھا (یعنی خواب میں دیکھا) کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، میں نے سجدہ کیا تو میرے سجدے کے ساتھ اس درخت نے بھی سجدہ کیا، پھر میں نے اسے سنا، وہ کہہ رہا تھا: "اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا، وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ" اے اللہ! اس کے بدلے تو میرے لیے اجر لکھ دے، اور اس

کے بدلے میرا بوجھ مجھ سے ہٹا دے، اور اسے میرے لیے اپنے پاس ذخیرہ بنالے، اور اسے مجھ سے تو اسی طرح قبول فرما جیسے تو نے اپنے بندے داود سے قبول کیا تھا“۔ حسن بن محمد بن عبید اللہ بن ابی یزید کہتے ہیں: مجھ سے ابن جریج نے کہا کہ مجھ سے تمہارے دادا نے کہا کہ ابن عباس ؓ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے آیت سجدے کی تلاوت کی اور سجدہ کیا، ابن عباس کہتے ہیں: تو میں نے آپ کو ویسے ہی کہتے سنا جیسے اس شخص نے اس درخت کے الفاظ بیان کئے تھے۔ (ترمذی:579)

(11)﴿وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾ ”اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے“ بہت سے لوگ سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں ان پر عذاب واجب ہو چکا ہے۔

سوال 2:﴿وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ط إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾ ”اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتا ہے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ﴾ ”اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتا ہے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں“ جو لوگ سجدہ کرنے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر رکھا ہے اور وہ اپنے آپ کو عزت والا سمجھتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرنے سے انسان کی توہین نہیں ہوتی اس کی عزت بڑھتی ہے۔

(3)﴿إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے“ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، وہ قدرت والا، صاحب اختیار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(4) ابن ابی حاتم میں ہے کہ سیدنا علی ؓ سے کسی نے کہا: یہاں ایک شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادوں اور اس کی مشیت کو نہیں مانتا۔ آپ ؑ نے اسے فرمایا: اے شخص بتا تیری پیدائش اللہ تعالیٰ نے تیری چاہت کے مطابق کی یا اپنی؟ اس نے کہا: اپنی چاہت کے مطابق۔ فرمایا یہ بھی بتا کہ جب تو چاہتا ہے مریض ہو جاتا ہے یا جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے؟ اس نے کہا جب وہ چاہتا ہے۔ پوچھا: پھر تجھے شفا تیری چاہت سے ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کے ارادے سے؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے ارادے سے۔ فرمایا اچھا یہ بھی بتا کہ اب وہ جہاں چاہے گا تجھے لے جائے گا یا جہاں تو چاہے گا؟ کہا جہاں وہ چاہے گا۔ فرمایا پھر کیا بات باقی رہ گئی؟ سن اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو واللہ میں تیرا سر اڑا دیتا۔ (الاساس:3541/7)

﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ز فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ نَارٍ ط يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ﴾

”یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے، تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے

کپڑے کاٹے جاچکے،کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں کے اوپرڈالا جائے گا‘‘(19)

سوال1:﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ﴾ ’’یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے،تو جن لوگوں نے کفر کیاان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جاچکے،کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں کے اوپرڈالا جائے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ ’’یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے‘ بدر کے دن ایک گروہ مومن تھااور دوسرا مشرکین قریش کا تھا۔ان میں سے ہر گروہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ حق پر ہے۔

(2) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت:’’قریش کے ان چھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن لڑائی کے لیے (تنہا تنہا) نکلے تھے۔‘‘(مسلمانوں کی طرف سے) علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے اور (کافروں کی طرف سے) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے۔‘‘(بخاری:3966)

(3) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں پہلا شخص ہوں گا جو رحمٰن کے حضور میں قیامت کے دن اپنا دعویٰ پیش کرنے کے لیے چہار زانو بیٹھوں گا۔قیس نے کہا کہ آپ ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ’’یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا‘ بیان کیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بدر کی لڑائی میں دعوت مقابلہ دی تھی۔یعنی علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم نے (مسلمانوں کی طرف سے) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے (کفار کی طرف سے)(بخاری:4744)

(3)﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ’’تو جن لوگوں نے کفر کیا‘‘یعنی یہودی، عیسائی، مجوسی، صابی، مشرک۔

(4)﴿قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ ’’ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جاچکے‘‘ان کے کپڑے گندھک کے ہوں گے جن میں سے آگ نکلے گی تو پوری طرح سے عذاب ان کو گھیرے میں لے لے گا۔‘‘رب العزت نے فرمایا:﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (۵۰)﴾ ’’ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اوران کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی‘‘(ابراہیم:50)

(5)﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ’’اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اوراُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔‘‘(الاعراف:41)

(6)﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ﴾ ’’کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں کے اوپرڈالا جائے گا‘‘ان کے سروں پر کھولتا ہو پانی ڈالا جائے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (۴۴) كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ (۴۵) كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (۴۶) خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (۴۷) ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ (۴۸) ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (۴۹)﴾ ’’یقیناً زقوم کا درخت۔گناہ گار کا کھانا ہے۔پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔کھولتے ہوئے

پانی کے جوش مارنے کی طرح۔ پکڑو اُسے، پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ۔ پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو۔ چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے۔'' (الدخان:43۔49)

﴿يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِىْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ﴾

''جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی'' (20)

سوال1: ﴿يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِىْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ﴾ ''جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی'' سخت گرم پانی جب دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا تو ان کی جلدیں اور بدن کے اندرونی حصے تک گل جائیں گے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کھولتا ہوا پانی کافروں کے سروں پر ڈالا جائے گا جو سر کو چھید کر پیٹ تک پہنچے گا اور پیٹ میں جو کچھ ہوگا اسے کاٹ ڈالے گا اور وہ سب کچھ (اس کی پیٹھ سے نکل کر) قدموں میں جا گرے گا۔'' اور یہ ہے (تفسیر لفظ) ''صھر'' (کی) اس سزا کے بعد کافر پھر اپنی پہلی حالت پر لوٹا دیا جائے گا''۔ (احمد، الشرح السنۃ)

(3) ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ج اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا (٢٩)﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکھف:29)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا، جو سرایت کرے گا یہاں تک کہ دوزخی کے پیٹ میں پہنچ جائے گا اور جو کچھ اس کے پیٹ میں ہوگا اسے کاٹ ڈالے گا۔ (پھر یہ گرم پانی سرایت کرتا ہوا) دونوں قدموں سے باہر آئے گا اور وہ گرم ہی ہوگا اور اسے پھر پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔'' (ترمذی:2582، مسند احمد:8886)

﴿وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ﴾

''اور اُن کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔'' (21)

سوال1:﴿وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ﴾''اوراُن کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اوراُن کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے'' یہ ہتھوڑے سخت گیر فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوں گے جن کے ساتھ وہ انہیں سزادیں گے۔ان کے سروں پر ہتھوڑے ماریں گے۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''اگر جہنم میں کافروں کو مارنے والا لوہے کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے اور سارے انسان اور جن اکٹھے ہوجائیں تب بھی اسے نہیں اٹھاسکتے''۔ (مسند ابو یعلی:1384)

(2) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:''پھر اس پر ایک اندھا گونگا فرشتہ مقرر کردیا جاتا ہے۔اس کے پاس بھاری گرز ہوتا ہے اگر اسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ (پہاڑ) مٹی مٹی ہوجائے۔پھر وہ اسے اس کے ساتھ ایسی چوٹ مارتا ہے جس کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ مشرق اور مغرب کے درمیان ساری مخلوق سنتی ہے۔پھر وہ مٹی (ریزہ ریزہ) ہوجاتا ہے۔فرمایا پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔'' (ابوداؤد:4753)

﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾

''جب کبھی وہ سخت گھٹن کی وجہ سے ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکلیں، وہ اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور تم آگ کا عذاب چکھو۔'' (22)

سوال1:﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾''جب کبھی وہ سخت گھٹن کی وجہ سے ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکلیں، وہ اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور تم آگ کا عذاب چکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾''جب کبھی وہ سخت گھٹن کی وجہ سے ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکلیں، وہ اس میں لوٹا دیے جائیں گے'' جب کبھی دوزخی گھبرا کر جہنم سے نکلنا چاہیں گے تو واپس اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے۔عذاب ان سے کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(2)﴿وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾''اور تم آگ کا عذاب چکھو'' ان سے کہا جائے گا یعنی دل اور بدن جلانے والا عذاب چکھو۔

(3)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اگر واقعتاً ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ ہوتا کہ وہ اس کو قیامت کے دن کے عذاب سے فدیے میں دے دیں تو ان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہوں گے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔'' (المائدۃ:36,37)

(4) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے لگتے ہی ایک ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے وائے کا غل مچ جائے گا۔ جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے، وہیں لوٹا دیئے جائیں گے۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جہنم کی آگ سخت سیاہ، بہت اندھیرے والی ہے۔ اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ سیدنا زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: جہنمی اس میں سانس بھی نہ لے سکیں گے۔ سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واللہ انہیں چھوٹنے کی تو آس ہی نہیں رہے گی، پیروں میں بوجھل بیڑیاں ہیں، ہاتھوں میں مضبوط ہتھکڑیاں ہیں۔ ہاں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گرز کھا کر تہہ میں اتر جاتے ہیں۔ (ابن کثیر: 447/3) رَبِّ سَلِّمْ

رکوع نمبر 10

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾

”یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا“ (23)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ”یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ”یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی“ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جو اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، اس کے انصاف کے دن، اس کی تقدیر پر ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے انہیں اپنے فضل و کرم سے جنت کا وارث بنائے گا۔ یاذوالجلال والاکرام ہمیں اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس کا وارث بنا دے۔ (آمین)

(2) جنت کے گوشے گوشے میں دودھ، شہد، شراب اور پانی کی نہروں کا جال بچھا ہوگا۔ محلات کے نیچے نہریں ہوں گی، درختوں کے نیچے نہریں ہوں گی، جدھر چاہیں گے انہیں پھیر دیں گے۔

(3) ﴿يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا﴾ ”وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے“ ان کے ہاتھوں میں

سونے اور موتیوں کے زیورات یعنی کنگن پہنائے جائیں گے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں وضو کا پانی پہنچتا ہے۔'' (مسلم:586)

(5) ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ ''اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' ان کے لیے ریشم کے لباس ہوں گے۔ گندھک کے لباس کے مقابلے میں دبیز اور مہین ریشم۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ج وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (۲۱) اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا (۲۲)﴾ ''ان پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔ بلاشبہ یہی تمہارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش ہمیشہ کے لیے قابلِ قدر ہے۔ (الدھر:22,21)

(6) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشم کا کپڑا پیش کیا گیا اس کی خوبصورتی اور نزاکت نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر اور افضل ہیں۔'' (صحیح بخاری:3249)

(7) ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ط نِعْمَ الثَّوَابُ ط وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا (۳۱)﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے اَبدی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے۔ اس میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے۔'' (الکھف:31)

(8) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کہ اگر جنت کی چیزوں میں سے ناخن کے برابر ظاہر ہو تو جو کچھ آسمان وزمین کے کناروں میں ہے چمکا دے اور اگر اہل جنت سے ایک مرد جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہوں تو آفتاب کی روشنی مٹا دے جیسے آفتاب مٹا دیتا ہے تاروں کی روشنی۔'' (ترمذی:2538)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جہنم جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والے سو رہے ہوں اور جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے طلب کرنے والے سو رہے ہوں۔'' (ترمذی:2601)

(10) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ جو دشمن کے حملہ سے ڈرا اور شروع رات ہی میں سفر میں نکل پڑا وہ منزل کو پہنچ گیا۔ آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ کا سامان بڑا قیمت والا ہے، آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔'' (ترمذی:2450)

سوال 2: اہل ایمان کو جنت میں کیا کیا نعمتیں فراہم کی جائیں گی؟

جواب: (1) ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں۔ (2) سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ (3) موتی پہنائے جائیں گے۔

(4) ان کالباس خالص ریشم کا ہوگا۔ (5) ان کو پاکیزہ بات کرنے کا راہ نمائی کی گئی۔

سوال 3: جنت میں داخلے کا سبب بننے والی کون سی خصوصیات ہوں گی؟

جواب: ایمان اور عمل صالح۔

﴿وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ﴾

''اور انہیں پاکیزہ بات (کلمہ) کی ہدایت بخشی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔'' (24)

سوال 1: ﴿وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور انہیں پاکیزہ بات (کلمہ) کی ہدایت بخشی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت دی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ ''اور ان کو پاکیزہ بات (کلمہ) کی ہدایت بخشی گئی'' یعنی لا الہ الا اللہ جو کہ سب سے افضل کلمہ اخلاص ہے اور دیگر تمام کلمات جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی حمد اور اس کے ذکر کے لیے ہیں۔

(2) یعنی طیب کلام کی طرف ان کی راہ نمائی کی جائے گی اور وہ ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر والحمد للہ ۔رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ ''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے اور جو لوگ برائیوں کی خفیہ تدبیریں کرتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیریں خود ہی غارت ہو کر رہیں گی۔'' (فاطر:10) (جامع البیان:144/17)

(3) طیب کلام سے مراد قرآن حکیم ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ہیں۔ (فتح القدیر:556/3)

(4) دنیا میں ان کی شہادت اور قرآن کی قرأت کی طرف راہ نمائی کی گئی۔ (قرطبی:24/6)

(5) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جیسے سانس بے قصد و بے تکلف آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح جنتیوں کو تسبیح و تحمید کا الہام ہوگا۔'' (مسلم:2835)

(6) ﴿وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور انہیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت دی گئی'' اور یہ سیدھا راستہ جو رب کی رضا کی طرف لے جاتا ہے وہ اسلام ہے اور وہ اپنے رب کی توفیق اس پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کی۔ اس کے پسندیدہ کام کئے اور ناراضگی کے کام چھوڑ دیے۔ (ایسر التفاسیر:946)

(7) یعنی قابل ستائش طریقے کی طرف۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت الٰہی تمام تر حکمت، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، مامورات کے حسن اور

منہیات کی قباحت پر مشتمل اور یہ ایک ایسا دین ہے جس میں کوئی افراط اور تفریط نہیں جو علم نافع اور عمل صالح پر مبنی ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف راہ نمائی کی گئی، وہ اللہ تعالیٰ جو قابل تعریف ہے۔ اس لیے کہ اکثر راستے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے، کیونکہ وہ چلنے والے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے (الحمید) کا ذکر فرمایا کیونکہ اہل ایمان یعنی اس راستے پر گامزن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے احسان ہی کی بنا پر ہدایت حاصل کی۔ (تفسیر سعدی:2/1716,1717)

سوال 2: جنت کے قیمتی باغوں میں بسائے جانے والوں کی کن دو خصوصیات کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا؟

جواب: (1) پاکیزہ بات کرنے کی توفیق۔ (2) صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق۔

سوال 3: قول طیب کی ہدایت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) قول طیب کی ہدایت سے مراد پاکیزہ بات کرنے کی توفیق ملنا۔ (2) پاکیزہ بات قبول کرنے کی توفیق ملنا۔

سوال 4: جنت اور پاکیزہ بات کا کیا باہمی تعلق ہے؟

جواب: جنت میں بے ہودہ کلام اور گناہ کی بات نہیں ہوگی۔ جنت میں پاکیزہ باتیں ہوں گی۔

سوال 5: پاکیزہ کلام کون سا ہوتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا کلام۔

(2) انسان کا گناہوں سے محفوظ کلام، وہ کلام جو جھوٹ، غیبت، چغلی، بدگمانی، تجسس، مذاق اُڑانے، طعنے دینے، لعنت کرنے، گالی گلوچ سے، بُرے القابات سے، نام رکھنے سے، کسی کی کردار کشی سے پاک ہو۔

(3) پاکیزہ کلام وہ ہوتا ہے جس کا انداز بھی پاکیزہ ہو جو کاٹ سے، سختی سے پاک ہو یعنی شیریں کلام۔

(4) پاکیزہ کلام حق گوئی پر مبنی ہوتا ہے۔

سوال 6: انسان پاکیزہ کلام کیسے کر سکتا ہے؟

جواب: پاکیزہ کلام کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نصیب ہوتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۭ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

”یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور مسجدِ حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے بنایا ہے۔ جس میں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں۔ اور جو شخص سیدھے راستے سے ہٹ کر اس میں ظلم کرنے کا ارادہ کرے گا تو ہم

اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے"(25)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ِۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ﴾ "یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور مسجدِ حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے بنایا ہے جس میں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ "یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا" یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور جو وہ اپنے رب کی طرف سے لے کر آئے ان کی تکذیب کی۔(جامع البیان:145/17)

(2)﴿وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں" یعنی جنہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکا کہ اس میں داخل نہ ہو جائیں۔(ایسر التفاسیر:947)

(3)﴿وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ﴾ "اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے بنایا ہے" یعنی وہ مسجد جو مکہ مکرمہ میں ہے۔(i)اہل مکہ مسلمانوں کو اذیتیں دیتے تھے۔(ii)نئے اسلام قبول کرنے والوں پر تشدد کرتے تھے۔

(iii)اہل اسلام پر پابندیاں لگاتے تھے۔(iv)حرم کے راستے مسلمانوں پر بند کرتے تھے۔

(4)﴿سَوَآءَ ِۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ط﴾ "جس میں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں" العاکف مکہ میں عبادت کی غرض سے رہنے والے مقامی باشندے۔

(5)﴿وَالْبَادِ﴾ اور باہر سے آنے والے۔(6)جو لوگ مسجد حرام سے مراد بیت اللہ لیتے ہیں تو اس بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ مقیم، غیر مقیم سب کا حصہ برابر ہے یعنی کوئی مسلمان دن یا رات میں کسی وقت بھی عبادت کرنا چاہے اس میں کسی کو روکا نہیں جا سکتا۔ جو لوگ مسجد حرام سے مراد پورا مکہ لیتے ہیں ان کے نزدیک پورا حرم تمام مسلمانوں کے لیے برابر ہے کوئی یہاں کے مکانات اور زمینوں پر ملکیت نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے ان کی خرید وفروخت اور کرائے پر دینا جائز نہیں۔ کچھ لوگ ملکیت خاص کے قائل ہیں اس لیے وہ زمینوں کی خرید وفروخت اور کرائے پر دینے کے قائل ہیں۔ آج کل تقریباً تمام علماء اس پر متفق ہو گئے کہ ملکیت خاص کی اجازت ہے۔

(7)﴿وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ ۢ بِظُلْمٍ﴾ "اور جو شخص سیدھے راستے سے ہٹ کر اس میں ظلم کرنے کا ارادہ کرے گا۔" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ظلم سے مراد ہے جو اس میں شرک کرتے ہیں۔

(8)جو حرم میں ظلم سے الحاد کرے، بڑے بڑے گناہوں کا قصد کرے۔

(9)﴿نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ "تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے" اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کی برائی کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کرنے کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ

کے راستے سے روکا، لوگوں کو ایمان لانے سے منع کیا اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکا، جو ان کی ملکیت ہے نہ ان کے باپ دادا کی۔ بلکہ مسجد حرام مقیم اور دور سے زیارت کے لئے آنے والوں کے لئے برابر ہے بلکہ انہوں نے مخلوق میں افضل ترین ہستی محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کو بھی مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا، حالانکہ مسجد حرام کا احترام، حرمت اور عظمت یہ ہے کہ جو کوئی اس مسجد میں الحاد اور ظلم کا ارادہ کرتا ہے۔ہم اسے دردناک عذاب کا مزا چکھاتے ہیں۔پس حرم میں مجرد ظلم اور الحاد کا ارادہ ہی عذاب کا موجب ہے، حالانکہ دیگر گناہوں میں بندے کو صرف اس وقت سزا ملتی ہے جب وہ اپنے ارادہ گناہ پر عمل کرتا ہے۔تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو مسجد میں سب سے بڑے گناہ یعنی کفر اور شرک کا ارتکاب کرتا ہے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور زیارت کا ارادہ رکھنے والوں کو مسجد حرام سے روکتا ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ اس آیت کریمہ میں حرم کے احترام اور اس کی شدت تعظیم کے وجوب کا اور اس کے اندر ارادہ معصیت اور اس کے ارتکاب سے بچنے کی تاکید کا اثبات ہے۔ (سعدی:1717/2)

(10)﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ”اور اُس سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکا میں ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کی؟ انہی لوگوں کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔“ (البقرۃ:114)

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین آدمی اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ مغضوب ہیں:
(i) حرم شریف کی حرمت پامال کرنے والا۔ (ii) اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ اپنانے والا۔
(iii) کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اس کا خون بہائے۔“ (بخاری:6882)

(12) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ابوجہل نے کہا تھا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اس کی گردن میں کچل دوں گا۔ نبی ﷺ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس نے ایسا کیا ہوتا تو اسے فرشتے پکڑ لیتے۔ (بخاری:4958)

(13) سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جاہلیت کے دور میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں ہیں اور کسی (سیدھی) راہ پر نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ سب لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ اسی اثنا میں میں نے ایک شخص سے خبر سنی کہ وہ مکہ میں ہے اور بہت سی خبریں سناتا ہے میں اپنی سواری پر بیٹھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں چھپے ہوئے تھے اور ان کی قوم ان پر غالب اور مسلط تھی۔ میں نے خفیہ طور پر تدبیر کی حتیٰ کہ میں مکہ میں آپ کے پاس پہنچ گیا اور آپ سے عرض کی کہ آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نبی ہوں۔ میں نے عرض کی کہ نبی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے (پیغام دے کر) بھیجا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنے، بتوں کو توڑنے،

اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کا حکم دے کر بھیجا ہے۔میں نے عرض کی کہ آپ کے ساتھ ان باتوں میں کون کون قائم ہے؟ فرمایا آزاد بھی اور غلام بھی۔اس دن ایمان لانے والوں میں سے آپ کے ساتھ صرف ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہ تھے۔میں نے کہا میں بھی آپ کی اتباع کروں گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تم نہیں دیکھتے کہ میرا اور لوگوں کا کیا حال ہے؟ ابھی تم اپنے اہل وعیال کے پاس چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو میرے پاس آ جانا۔الغرض میں اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ آیا۔(مسلم:832)

(14) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے بھائی انیس سے کہا کہ مکہ جانے کے لئے سواری تیار کرواور اس شخص کے متعلق جو نبی ہونے کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں، میرے لئے خبریں حاصل کر کے لاؤ۔اس کی باتوں کو خود غور سے سننا اور پھر میرے پاس آنا۔ان کے بھائی وہاں سے چلے اور مکہ حاضر ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں خود سنیں پھر واپس ہو کر انھوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو بتایا میں نے انہیں خود دیکھا ہے وہ اچھے اخلاق کا لوگوں کو حکم کرتے ہیں اور میں نے ان سے جو کلام سنا وہ شعر نہیں ہے۔ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا جس مقصد کے لئے میں نے تمہیں بھیجا تھا مجھے اس پر پوری طرح تشفی نہیں ہوئی' آخر انھوں نے خود توشہ باندھا' پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ ساتھ لیا اور مکہ آئے، مسجد حرام میں حاضری دی اور یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا۔ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کو پہچانتے نہیں تھے، اور کسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھا' کچھ رات گزر گئی کہ وہ لیٹے ہوئے تھے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حالت میں دیکھا اور سمجھ گئے کہ کوئی مسافر ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ میرے گھر پر چل کر آرام کیجئے۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے چلے گئے لیکن کسی نے ایک دوسرے کے بارے میں بات نہیں کی۔جب صبح ہوئی تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشکیزہ اور توشہ اٹھایا اور مسجد الحرام میں آ گئے۔یہ دن بھی یوں ہی گزر گیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے شام ہوئی تو سونے کی تیاری کرنے لگے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ پھر وہاں سے گزرے اور سمجھ گئے کہ ابھی اپنے ٹھکانے جانے کا وقت اس شخص پر نہیں آیا' وہ انہیں پھر وہاں سے اپنے ساتھ لے آئے اور آج بھی کسی نے ایک دوسرے سے بات چیت نہ کی۔تیسرا دن جب ہوا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ یہی کام کیا اور اپنے ساتھ لے گئے تو ان سے پوچھا کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ یہاں آنے کا باعث کیا ہے؟ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم مجھ سے پختہ وعدہ کر لو کہ میری راہ نمائی کرو گے تو میں تم کو سب کچھ بتادوں گا۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کر لیا تو انہوں نے انہیں اپنے خیالات کی خبر دی۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ وہ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔اچھا صبح کو تم میرے پیچھے پیچھے میرے ساتھ چلنا۔اگر میں (راستے میں) کوئی ایسی بات دیکھوں جس سے مجھے تمہارے بارے میں کوئی خطرہ ہو تو میں کھڑا ہو جاؤں گا۔(کسی دیوار کے قریب) گویا مجھے پیشاب کرنا ہے' اس وقت تم میرا انتظار نہ کرنا اور میں پھر چلنے لگوں تو میرے پیچھے آ جانا تا کہ کوئی سمجھ نہ سکے کہ یہ دونوں ساتھ ہیں اور اس طرح جس گھر میں' میں داخل ہوں تم بھی داخل ہو جانا۔انہوں نے ایسا ہی کیا اور

پیچھے پیچھے چلے تا کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے' آپ ﷺ کی باتیں سنیں اور وہیں اسلام لے آئے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اب اپنی قوم غفار میں واپس جاؤ اور انھیں میرا حال بتاؤ تا آنکہ جب ہمارے غلبہ کا علم تم کو ہو جائے (تو پھر ہمارے پاس آجانا) ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان قریشیوں کے مجمع میں پکار کر کلمۂ توحید کا اعلان کروں گا۔ چنانچہ نبی ﷺ کے پاس سے وہ واپس مسجد حرام میں آئے اور بلند آواز سے کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' یہ سنتے ہی سارا مجمع ٹوٹ پڑا اور اتنا مارا کہ زمین پر لٹا دیا۔ اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے اوپر اپنے آپ کو ڈال کر قریش سے کہا کہ افسوس! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے اور شام جانے والے تمہارے تاجروں کا راستہ ادھر ہی سے پڑتا ہے۔ اس طرح سے ان سے ان کو بچایا۔ پھر ابوذر دوسرے دن مسجد الحرام میں آئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ قوم بری طرح ٹوٹ پڑی اور مارنے لگے۔ اس دن بھی عباس ان پر اوندھے پڑ گئے۔" (بخاری، کتاب المناقب: 3522)

(15) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ڈرے ہوئے گھر میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ابو عمرو عاص بن وائل سہمی ایک دھاری دار حبری چادر اور ایک ریشمی کرتے کا جوڑا پہنے ہوئے ان کے پاس آیا۔ وہ بنی سہم کے قبیلہ سے تھا، جو جاہلیت کے زمانہ میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے کہا، عمر! تمہارا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا، تیری قوم کے لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں نے اسلام قبول کیا تو مجھے مار ڈالیں گے۔ عاص نے کہا، جب میں نے امان دے دی تو وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ پھر عاص نے باہر نکل کر دیکھا تو میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ عاص نے کہا، کیوں کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا، خطاب کے بیٹے کی خبر لینے کا ارادہ ہے، جس نے اپنا دین بدل دیا۔ عاص نے کہا، تم کو ان تک پہنچنے کا کوئی حق نہیں (میں انہیں امان دے چکا ہوں) یہ سن کر وہ لوٹ گئے۔ (بخاری: 3864)

(16) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(قیامت کے قریب) ایک لشکر بیت اللہ پر حملے کے ارادے سے آئے گا اور جب وہ مقام بیداء میں پہنچیں گے تو سب کے سب مع اول و آخر کے دھنسا دیے جائیں گے۔" (بخاری: 2118)

(17) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور فرمایا، اے ابن زبیر! آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حرم کی بے حرمتی کرنے سے بچیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: "قریش میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کے حرم کی بے حرمتی کرے گا، اس کے گناہ اگر تمام جن وانس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں۔" دیکھو! خیال رکھو، کہیں تم وہی نہ بن جانا۔ (مسند احمد: 6205)

رکوع نمبر: 11

﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾

''اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔'' (26)

سوال 1: ﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ ''اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ﴾ ''اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کی'' بیت اللہ پر مشرکین کے قبضے کی وجہ سے اور ان کے اللہ تعالیٰ کے گھر سے اہل توحید کو روکنے کی وجہ سے یہاں بیت اللہ کی تاریخ اور تعمیر کا تذکرہ کیا گیا۔

(2) اللہ رب العزت نے مسجد حرام سے روکنے والے مشرکوں کو خبردار کیا ہے کہ تم جس مقدس جگہ شرک کر رہے ہو ابتداء سے ہی اس کی بنیاد توحید پر رکھی گئی تھی۔ (3) رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی جگہ کی نشاندہی کر کے اس کے بنانے کی اجازت دی۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے مل کر بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کیا۔ رب العزت نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

(5) اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ بیت اللہ کو سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر اس کی بنیاد رکھی تھی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (۹۶) فِيْهِ اٰيٰتٌ مبَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ج وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، تمام جہانوں کے لئے بابرکت اور ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس نے کفر کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔'' (آل عمران: 96,97)

(6) ﴿وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ﴾ ''اور میرے گھر کو پاک رکھیں۔'' رب العزت نے حکم دیا تھا کہ میرے گھر کو شرک سے پاک رکھا جائے اور خالص ان کے لئے بنایا جائے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ (السراج المنیر: 1247/2)

(7) ﴿لِلطَّآئِفِيْنَ﴾ ''طواف کرنے والوں کے لئے'' طواف ایسی عبادت ہے جو بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کے سوا کسی اور گھر کا طواف کرنا شرک ہے۔

(8) ﴿وَالْقَآئِمِيْنَ﴾ ''اور قیام کرنے والوں کے لئے'' قائم سے مراد نماز کا قیام ہے یعنی نمازیوں کے لئے۔

(9)﴿ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ ''اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے'' رکوع اور سجدے کرنے والوں کے لئے اس کو شرک سے، نافرمانیوں کی گندگی سے پاک رکھیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو خاص طور پر اپنی طرف کیوں منسوب کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو شرف اور فضیلت بخشنے، بندوں کے دلوں میں اس کی عظمت کو اجاگر کرنے اور ہر جانب سے دلوں کو اس کی طرف مائل کرنے کے لئے اپنی طرف مضاف کیا ہے تاکہ یہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، ذکر، قراءت قرآن، تعلیم و تعلم اور دیگر عبادات کے لیے ٹھہرنے والوں کے لئے رب تعالیٰ کا گھر ہونے کے ناطے سے اپنی تطہیر اور تعظیم کے لئے عظیم ترین گھر ہو۔ (سعدی: 1718/2)

سوال 3: رب العزت نے طواف اور نماز کو ساتھ ملایا ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: طواف کو نماز کے ساتھ اس لئے ملایا گیا ہے کہ دونوں ملے جلے بیت اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ بیت اللہ ہی کا طواف ہوتا ہے اور اسی کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے۔ (السراج المنیر: 1247/2)

سوال 4: بیت اللہ کی تطہیر کا حکم طواف اور نماز قائم کرنے والوں کے لئے دیا گیا۔ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: رب العزت نے حکم دیا ہے کہ اس گھر کو ان اصحاب فضیلت کے لئے پاک کیجیے جن کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اس گھر کے پاس اپنے آقا کی اطاعت اور اس کی خدمت کریں، نیز اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ یہی لوگ حق دار ہیں اور انہیں کے لئے اکرام ہے۔ انکا اکرام یہ ہے کہ ان کی خاطر اس گھر کی تطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تطہیر میں لغو آوازوں اور شور و شغب سے اس کا پاک صاف ہونا بھی شامل ہے جو نماز اور طواف میں مصروف لوگوں کو تشویش میں ڈالتی ہیں۔ (سعدی: 1719/2)

﴿وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کردیں، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر لاغر اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے، وہ دور دراز راستوں سے آئیں گے۔'' (27)

سوال 1: ﴿وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾ ''اور لوگوں میں حج کا اعلان کردیں، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر لاغر اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے، وہ دور دراز راستوں سے آئیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ ''اور لوگوں میں حج کا اعلان کردیں'' مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: سیدنا ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر کھڑے تھے جب رب العزت نے انہیں حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کردو۔

(2) یعنی لوگوں کو حج کی دعوت دیں اور حج کی فضیلت اور فرضیت کے بارے میں انہیں آگاہ کریں۔

(3)﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا﴾ ''وہ آپ کے پاس پیدل آئیں'' جب آپ حج کی فضیلت کی تبلیغ کریں گے تو وہ اس گھر کی زیارت کے لئے اور اسے آباد کرنے کے شوق میں پیدل آئیں گے۔ابن عباس فرماتے ہیں۔میری یہ تمنا رہ گئی کاش کہ میں پیدل حج کرتا اس لئے کہ فرمان الٰہی میں پیدل چلنے والوں کا ذکر ہے۔(جامع البیان:154/17)

(4)﴿وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ﴾ ''اور ہر لاغر اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے'' لاغر سواریوں پر اور پیدل چل کر مسلسل سفر کرتے ہوئے آئیں گے۔

(5)﴿مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾ ''وہ دور دراز راستوں سے آئیں گے'' یعنی دور دراز کے شہروں سے،صحراؤں اور جنگلوں کو پار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عظیم گھر میں پہنچیں گے۔

سوال 2: کیا حج کرنا فرض ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی کتاب میں حج کے واجب ہونے کی دلیل ہے:﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس نے کفر کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔(آل عمران:37)

(2) حج کے واجب ہونے میں رسول اللہ ﷺ کی کثیر احادیث ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا:﴿اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوا﴾ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا حج کرو۔ایک صحابی (اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ کیا ہر سال اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے'' (مسلم:1337)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ کون سا کام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔پوچھا گیا پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔پھر پوچھا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج مبرور۔(بخاری:1519)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی شان کے لیے حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات کی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جیسے اس کی ماں نے جنا تھا۔'' (بخاری:1521)

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں کیسے حج کا اعلان کیا تھا؟

جواب: آپ نے مقام ابراہیم پر صفا پہاڑی پر یا ابوقبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا دی کہ اے لوگو! تمہارے رب نے ایک گھر اپنا بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو، پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی، یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی

سنائی دی، ہر پتھر، درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز بلند پکارا، بہت سے سلف سے یہ منقول ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری یہ تمنا باقی رہ گئی کہ کاش میں پیدل حج کرتا، اس لئے کہ فرمان الٰہی میں پیدل چلنے والوں کا ذکر ہے۔(ابن کثیر:3/451)

(2) سورہ ابراہیم میں ہے آپ علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: ﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ ”اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے حُرمت والے گھر کے پاس اس وادی میں آباد کیا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو کچھ لوگوں کے دل اُن کی طرف مائل کردیں اور آپ اُنہیں پھلوں کا رزق دیں تاکہ وہ شکر ادا کریں۔“ (ابراہیم:37) یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے کہ ہر مسلمان کا دل بیت اللہ کا مشتاق رہتا ہے اور دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ حج اور عمرہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔

سوال4: کیا سواری پر حج کرنا افضل ہے یا پیدل؟

جواب: تندرستی میں پیدل حج کرنا، سواری پر حج کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیدل چلنے کو مقدم فرمایا ہے جس سے اس کی اہمیت اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

سوال5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا وعدہ کیسے پورا ہو رہا ہے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا وعدہ یوں پورا ہو رہا ہے کہ (1) لوگ دور دراز سے جدید ترین سواریوں پر اور پیدل اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں۔

(2) لوگوں کے دل بیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اٹکے ہوئے ہیں، بیت اللہ کو دیکھنے اور طواف کرنے کے لیے دل دھڑکتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مکہ کے پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہونے والی صدا دُنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ گئی جس کا مشاہدہ حج اور عمرے میں ہر شخص کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

﴿لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ﴾

”تاکہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں چوپائے مویشیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا فرمائے سو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ۔“ (28)

سوال1: ﴿لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ ”تاکہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ ''تاکہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں'' منافع سے مراد دنیا اور آخرت کے فوائد ہیں۔ (ابن عباس)

(2) آخرت کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہے اور دنیا کے فائدے سے مراد قربانی کے اونٹوں اور ذبیحوں سے فائدہ اٹھانا ہے اور تجارتی کاروبار وغیرہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ ج وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اُس کا ذکر کرو جیسے اُس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے۔'' (البقرہ:198)

(3) اللہ رب العزت نے بیت اللہ کی زیارت کی ترغیب دلانے کے لئے فوائد کا ذکر فرمایا ہے۔

(4) (i) یہ منافع دینی بھی ہیں کہ مناسک حج وعمرہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعائیں طلب کی جاتی ہیں۔

(ii) یہ منافع دنیاوی بھی ہیں، دنیا کے پھل اور دوسرے سامان کی تجارت ہوتی ہے اور بزنس سے مال ومتاع بھی میسر آتا ہے۔

(iii) دُنیا کے مختلف علاقوں کی بھلائیاں اور حسن اخلاق کی خوشبو بھی حجاج ساتھ لاتے ہیں جس سے سبھی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

(iv) اس عالمی اجتماع سے روحانی پاکیزگی بھی نصیب ہوتی ہے اور اس علاقے میں اللہ تعالیٰ کی قربت اور انبیاء سے وابستگی نصیب ہوتی ہے۔ (v) اس عالمی اجتماع سے اسلام کی بین الاقوامی وسعت کا شعور ملتا ہے۔ اس اجتماع سے عالم اسلامی کی اجتماعیت کا شعور ملتا ہے۔

(vi) اس اجتماع کی وجہ سے بہت سے دینی اور دُنیاوی تجربات حاصل ہوتے ہیں۔

سوال 2: ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ م بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ ''تاکہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں چوپائے مویشیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا فرمائے سو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں'' یعنی قربانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیں، اس کا شکر ادا کریں کہ اس نے قربانیاں نصیب فرمائیں۔ قربانیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں۔

(2) ﴿فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ﴾ ''اور چند معلوم دنوں میں'' اس سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں جن کی بڑی فضیلت ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالْفَجْرِ (1) وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ ''قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی۔'' (الفجر:1،2)

(3) ﴿عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ م بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ ''چوپائے مویشیوں پر جو اُس نے انہیں عطا فرمائے'' اس سے مراد چوپائے ہیں، یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ۔

(4) ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ ''سو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ'' قربانی کا گوشت خود

بھی کھاؤ، گھر والوں، رشتہ داروں، فقراء، تنگ دست اور محتاج ضرورت مندوں کو بھی کھلاؤ۔

(5) قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے۔

(6) جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم اپنی قربانی کا گوشت منیٰ میں تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے پھر نبی ﷺ نے ہمیں اجازت دے دی اور فرمایا کھاؤ اور توشہ کے طور پر ساتھ بھی لے جاؤ چنانچہ ہم نے کھایا اور ساتھ بھی لے گئے۔ (بخاری:1719)

(7) سیدنا علی نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے قربانی کے لئے بھیجا، اس لئے میں نے ان کی دیکھ بھال کی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان میں گوشت تقسیم کئے پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے گوشت اور چمڑے تقسیم کئے پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے جھول اور چمڑے بھی تقسیم کردیئے۔ (بخاری:1716)

(8) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جب اونٹ ذبح فرمائے تو حکم دیا کہ ہر اونٹ کی ایک ایک بوٹی لے کر پکائی جائے۔ پھر آپ نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ لہٰذا حاجی اپنی مسنون یا نفلی قربانی کا گوشت کھا سکتا ہے۔ (اشرف الحواشی:401/1)

سوال 2: عشرہ ذوالحجہ کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) قرآن وسنت میں ان دس دنوں کی فضیلت کے متعدد دلائل ہیں۔ سورۃ الفجر میں ہے: وَالْفَجْرِ ﴿1﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿2﴾ ''قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی!'' (سورۃ الفجر:2,1)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وَلَيَالٍ عَشْرٍ سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ (تفسیر بغوی:481/4)

(3) اللہ تعالیٰ کا ان دس دنوں کی قسم کھانا ان کی شان وعظمت پر دلیل ہے۔ ان دس دنوں کے ساتھ حج کے مہینوں کا اختتام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ''حج کے مہینے معروف ہیں۔'' (سورۃ البقرہ:197) حافظ ابن رجب نے لکھا ہے: ''ذوالحجہ کے دس دنوں کے فضائل میں ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ معلوم مہینوں کا آخری حصہ ہے اور وہ مہینے حج کے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰت اور وہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔'' (لطائف المعارف:471)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا مِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَآ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ ''جس قدر اللہ عزوجل کو نیک کام ان دنوں یعنی عشرہ ذوالحجہ میں پسند ہے اتنا باقی دنوں میں پسند نہیں ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی اتنا پسند نہیں ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ ''جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں البتہ وہ شخص جو اپنا مال اور اپنی جان لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا اور اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا وہ اس سے بہتر ہے۔'' (بخاری)

(5) آپ ﷺ نے فرمایا: مَا عَمَلٌ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنْ خَيْرٍ يَّعْمَلُهٗ فِيْ عَشْرِ الْاَضْحٰى ''نیکی کا کوئی بھی کام

عشرۂ ذوالحجہ میں کیے جانے والے کام سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ زیادہ پاکیزہ ہے نہ اجروثواب میں بڑھ کر ہے۔'' (بیہقی)
سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مَا مِنْ اَيَّامٍ اَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ مِنْ اَيَّامِ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذوالحجہ سے افضل کوئی دن نہیں ہے۔'' ایک آدمی نے عرض کیا'' ''یارسول اللہ ﷺ! یہ زیادہ افضل ہے یا اتنے دن جہاد فی سبیل اللہ میں گزارنا افضل ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: هُنَّ اَفْضَلُ مِنْ عِدَّتِهِنَّ جِهَادًا فِي سَبِيْلِ اللهِ اِلَّا عَفِيْرًا يُعَفَّرُ وَجْهُهُ فِي التُّرَابِ ''یہ دن جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ افضل ہے۔ البتہ وہ شہید جس کا چہرہ مٹی میں خاک آلودہ ہو گیا ہو وہ اس سے زیادہ افضل ہے۔'' (ابویعلیٰ)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عشرۂ ذوالحجہ کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ بِكُلِّ يَوْمٍ اَلْفُ يَوْمٍ وَيَوْمُ عَرَفَةَ عَشْرَةُ اٰلَافِ يَوْمٍ ''ایک دن ہزار دن کے برابر ہے اور عرفہ کا دن دس ہزار دن کے برابر ہے۔'' (بیہقی)

(7) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عشرہ ذوالحجہ کی امتیازی شان کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں میں بنیادی عبادات جو کہ نماز روزہ، صدقہ اور حج ہیں وہ سب اکٹھی ہو جاتی ہیں اور وہ ان کے علاوہ کسی اور دن میں جمع نہیں ہوتیں۔

(8) رب رحمٰن کی طرف سے عشرہ ذوالحجہ اہل ایمان کے لیے اجروثواب حاصل کرنے کا عظیم الشان اور سنہری موقع ہے۔ کہ ان دنوں کی معمولی درجہ کی نیکی بھی دوسرے دنوں کی اعلیٰ درجے کی نیکیوں سے افضل ہے۔ اس لیے اللہ والے ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کر کے زادِ آخرت جمع کرنے کی شدید جدوجہد کرتے تھے۔ جب عشرہ ذوالحجہ داخل ہوجاتا تو سعید بن جبیر تا حد استطاعت شدید عبادت کرتے۔ (دارمی)

(9) یہ تو یادوں کے دن ہیں، یہ تو انسان کا رشتہ ان ہستیوں سے ملانے کے دن ہیں جنہوں نے وفا کا حق ادا کر دیا۔ انسان ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام کو، ان کے گھرانے کے افراد کو، ان کے تعلق باللہ کو، ان کی قربانیوں کو یاد کرتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر تیس سے زائد آزمائشیں آئیں۔ ہر آزمائش پہلے سے زیادہ بڑی تھی۔ اور آخری آزمائش کی تو کیا ہی بات ہے! جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا قربان کر دینے کا حکم ملا۔ یہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے آخری دن کی بات ہے جس دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس فعل کی یاددہانی کی جاتی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہر عمل سے ایک ہی پکار آتی ہے: لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک یہ تو اس پکار کے تذکرے کے دن ہیں، اس صدا کے جو اللہ تعالیٰ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آج سے سینکڑوں برس پہلے دی تھی۔ آج بھی مکہ میں آنے والے قافلے ان ہی صداؤں کے ساتھ، اُسی آواز، اُسی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اُس دھرتی پر داخل ہوتے ہیں۔ ایک انسان کی پکار کو اللہ تعالیٰ نے کیسا شرفِ قبولیت بخشا ہے!

(10) یہی وہ برکت ہے جس کو مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یاد کرتے ہیں: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى

آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَىٰ آلِ اِبْرَاهِيْمَ اللہ تعالیٰ تو محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر،جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ابراہیم کی علیہ السلام آل پر برکت نازل کی۔

سوال3: قربانی کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) نبی ﷺ نے عرفات میں فرمایا: ''اے لوگو! ہر سال ہر گھر والوں پر قربانی ہے۔'' (المسند: 215/4)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آسودہ حال ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (مسند: 321/2)

(3) سیدنا ابو امامہ بن سہل نے فرمایا کہ ہم مدینہ طیبہ میں اپنے قربانی کے جانوروں کی پرورش کر کے فربہ کرتے تھے اور (دیگر) مسلمان بھی اسی طرح انہیں پال کر موٹا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: 9/10)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کسی آدمی نے قربانی کے روز کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ پسند ہو۔ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگھوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گی، یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عالی مقام پر گرتا ہے لہٰذا اسے بہا کر دلوں کی تسلی کرلو۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾

''پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔'' (29)

سوال1: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ ''پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ﴾ ''پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں'' یہاں ﴿تفث﴾ سے احکام حج مراد ہیں۔ یعنی احرام کو کھولنا، سر منڈوانا، ناخن کاٹنا، اور سلے ہوئے کپڑے پہننا۔ (السراج المنیر: 1249/2)

(2) یعنی جب مناسک پورے ہو جائیں تو اپنے جسم سے اس میل کچیل کو دور کر دیں جو احرام کی حالت میں انہیں لاحق ہو گیا تھا۔

(3) ﴿وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ﴾ ''اور اپنی نذریں پوری کریں'' یعنی حج، عمرہ اور قربانی وغیرہ کے بارے میں جو نذریں انہوں نے اپنے اوپر واجب کر لیں تھیں انہیں پورا کریں۔

(4) اس سے مراد نیکی کی نذریں ہیں۔ یہاں خاص طور پر وہ نذریں مراد ہیں جو بیت اللہ کی زیارت سے متعلق ہیں۔

(5) یعنی حج کی شرائط پوری کریں، بیت اللہ کا طواف کریں، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں، عرفات میں قیام کریں، مزدلفہ میں رات

گزاریں اور منیٰ میں آ کر جمرات پر کنکریاں ماریں۔(ابن ابی حاتم)

(6)﴿ وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ﴾ ''اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں''یعنی دسویں تاریخ کو طواف افاضہ کریں جو کہ طواف واجب ہے۔

(7) نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔جب آپ دسویں تاریخ کو منیٰ میں تشریف لائے تو پہلے جمرات پر سات سات کنکریاں ماریں پھر قربانی کی، پھر سر منڈوایا، پھر طواف افاضہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگوں کو حکم تھا کہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف کریں۔(السراج المنیر:1249/2)

(8) یعنی اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کریں جو تمام مساجد سے افضل ہے اور حطیم کو اس میں شامل کریں۔ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

﴿ذٰلِكَ ۗ وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتۡ لَـكُمُ الۡاَنۡعَامُ اِلَّا مَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ ۙ﴾

''یہ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔اور مویشی جانور تمہارے لیے حلال کردیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں پس تم بتوں کی گندگی سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔''(30)

سوال1:﴿ذٰلِكَ ۗ وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ﴾ ''یہ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' وہ احکام جو ہم آپ کو بتا چکے ہیں۔

(2)﴿وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے احکامات میں اس کی حرمتوں کی تعظیم بھی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسندیدہ ہے۔مومن کے لئے دین اور دنیا میں خیر کا باعث ہے۔اس پر رب العزت اسے بے حد ثواب عطا فرمائے گا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی حرمتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی حرمتوں سے مراد، وہ امور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محترم ہیں اور جن کے احترام کا اس نے حکم دیا ہے، یعنی عبادات وغیرہ، مثلاً تمام مناسک حج، حرم اور احرام، بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے جانور اور وہ تمام عبادات جن کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔پس ان کی تعظیم یہ ہے کہ دل سے ان کی توقیر اور ان کے ساتھ محبت کی جائے اور کسی تحقیر، سستی اور بے دلی کے بغیر ان میں عبودیت کی تکمیل کی جائے۔(سعدی:1720،1721/2)

سوال3:﴿وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''اور مویشی جانور تمہارے لیے حلال کردیے گئے ہیں سوائے ان کے جوتمہیں پڑھ کرسنائے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور مویشی جانور تمہارے لیے حلال کردیے گئے ہیں سوائے ان کے جوتمہیں پڑھ کرسنائے جاتے ہیں۔'' رب العزت نے اپنے انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لئے مویشی حلال کردیے۔ان کو مناسک میں مشروع کیا ہے۔ان ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔(2)﴿اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''سوائے ان کے جوتمہیں پڑھ کرسنائے جاتے ہیں'' یعنی جن کی حرمت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دیا ہے﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ لا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تم پر حرام کردیا گیامرداراور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے اور گلا گھٹنے سے مرنے والا (جانور) اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور) اور بلندی سے گرکر مرنے والا اور سینگ لگنے سے مرنے والا اور جسے درندے نے کھایا ہومگر جسے تم نے ذبح کیا ہو اور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت کا حال معلوم کرو، یہ نافرمانی ہے۔آج تمہارے دین سے وہ لوگ مایوس ہوگئے جنہوں نے کفر کیا چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرواور تم مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے، چنانچہ جو شخص بھوک میں مجبور کیا جائے کہ گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہوتو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (المائدۃ:3)

سوال4:﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ ''پس تم بتوں کی گندگی سے اجتناب کرواور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ﴾ ''پس تم بتوں کی گندگی سے اجتناب کرو'' یعنی بتوں اور باطل معبودوں کی خباثت اور گندگی سے بچو۔اللہ رب العزت کی بندوں پر رحمت ہے کہ اس نے تزکیہ کے لئے شرک کو حرام کیا۔

(2)﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ ''اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔'' رب العزت کی رحمت ہے کہ اس نے تزکیہ کے لئے جھوٹی بات کو حرام قرار دیا ہے۔

(3) یعنی حرام باتوں سے اجتناب کرو۔تمام حرام اقوال جھوٹے کلام میں شمار ہوتے ہیں۔مثلاً﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ

زُلْفٰی﴾ ''ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا'' (الزمر:3) اور یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

(4) جھوٹ شرک کی طرح گندہ ہے۔اس میں جھوٹی گواہی بھی شامل ہے۔

﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾

''اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہونے والے ہو، اُس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے ہو، اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے'' (31)

سوال 1: ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہونے والے ہو، اُس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہونے والے ہو'' اللہ تعالیٰ کے دین پر اخلاص سے عمل کریں۔

(2) ﴿غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ ''اُس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے ہو'' اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے رخ پھیر کر صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت پر توجہ رکھیں۔ (3) حق پر قائم رہیں۔

سوال 2: ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے'' رب العزت نے اس شخص کی مثال دی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔

(2) ﴿فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ﴾ ''تو گویا وہ آسمان سے گر گیا'' یعنی جیسے وہ آسمان سے گر گیا ہو۔

(3) ﴿فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ﴾ ''پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں'' اب پرندے تیزی سے اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔

﴿اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ ''یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے'' یا ہوا کے تیز جھونکوں سے وہ دور کی جگہ جا پڑا ہے اور گرتے ہی تباہ ہو گیا ہے۔

(4) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب فرشتے کافر کی روح آسمانوں پر لے کر چڑھتے ہیں تو اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے

اوراس کی روح وہیں سے کھینچ دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی''۔(السراج المنیر :1251/2)

(5) یہی حال مشرکین کا ہے۔ پس ایمان آسمان کی مانند محفوظ اور بلند ہے اور جس نے ایمان کو ترک کردیا وہ اس چیز کی مانند ہے جو آسمان سے گرے اور آفات وبلیات کا شکار ہوجائے تو اسے پرندے اچک لیتے ہیں اور اس کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کردیتے ہیں۔ مشرک کا یہی حال ہے جب وہ ایمان کو ترک کردیتا ہے تو شیاطین ہر جانب سے اسے اچک لیتے ہیں، اسے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالتے ہیں اوراس کا دین اور دنیا تباہ کردیتے ہیں یا اسے سخت تیز ہوا لے اڑتی ہے اوراسے فضا کے مختلف طبقات میں لئے پھرتی ہے اوراس کے اعضاء کے چیتھڑے بنا کر کہیں دور جا پھینکتی ہے۔(سعدی:1722,1721/2)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(البقرۃ:257)

﴿ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾

''یہ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے''(32)

سوال1:﴿ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾''یہ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾''یہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی حرمات جن کو آپ کے سامنے بیان کیا گیا ہے۔

(2)﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے'' شعائر سے مراد علامت اور نشانیاں ہیں۔ شعائر اللہ سے مراد اسلام کے امتیازی احکامات ہیں جن کی وجہ سے الگ شناخت ممکن ہوجاتی ہے۔

(3) شعائر سے مراد دین کی ظاہری علامات ہیں جن میں مناسک حج شامل ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں''(البقرۃ:158) (4) بیت اللہ کی طرف بھیجے جانے والے جانور بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں۔

(5) شعائر کی تعظیم سے مراد ان کی عزت اور توقیر کو قائم کرنا ہے اور بندوں کی قدرت اور استطاعت کے مطابق ان کو تکمیل تک پہنچانا ہے۔

(6)﴿فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾''تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے'' اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم، دلوں کے تقویٰ سے صادر ہوتی ہے۔ پس شعائر کی تعظیم کرنے والا اپنے تقویٰ اور صحت ایمان کی دلیل پیش کرتا ہے، اس لیے کہ شعائر کی تعظیم دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم

وتوقیر کے تابع ہے۔(سعدی:2/1722)

﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾

''تمہارے لیے ان جانوروں میں ایک مقررہ وقت تک کچھ فوائد ہیں پھران کے حلال ہونے کی جگہ قدیم گھر کے پاس ہے''(33)

سوال1: ﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾''تمہارے لیے ان جانوروں میں ایک مقررہ وقت تک کچھ فوائد ہیں پھران کے حلال ہونے کی جگہ قدیم گھر کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَكُمْ فِيهَا﴾''تمہارے لیے ان جانوروں میں'' یعنی ان قربانیوں میں جواللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف بھیجی جاتی ہیں۔

(2)﴿مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾''ایک مقررہ وقت تک کچھ فوائد ہیں''یعنی بیت اللہ کی طرف جو جانور بھیجے جاتے ہیں ذبح کرنے سے پہلے تک ان سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں مثلاً ان کی سواری، دودھ اور دیگر کام جن سے قربانیوں کو نقصان نہ پہنچے۔

(3)سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔اس شخص نے کہا یہ تو قربانی کا جانور ہے۔آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ اس پر سوار ہو جانا۔اس نے کہا یہ تو قربانی کا جانور ہے۔تو آپ ﷺ نے پھر فرمایا:افسوس!سوار بھی ہو جاؤ،ویلک آپ نے دوسری یا تیسری بار فرمایا۔(بخاری:1689)

(4)﴿ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾''پھران کے حلال ہونے کی جگہ قدیم گھر کے پاس ہے''بیت عتیق سے مراد سارا حرم، منیٰ وغیرہ ہیں یعنی جب قربانیوں کو ذبح کردو تو اس کا گوشت خود بھی کھاؤ اور محتاجوں کو کھلاؤ اور ہدیے بھیجو۔

(5)یعنی قربانی کے جانوروں کی انتہا بیت اللہ ہے،وہاں پہنچ کر انہیں ذبح کیا جاتا ہے۔

(6)جیسا کہ فرمایا:﴿هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾''یہ کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے''۔(المائدہ:95)

رکوع نمبر:12

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ﴾

''اور ہم نے ہر اُمت کے لیے قربانی کو مقرر کیا ہے تاکہ وہ ان مویشی چوپایوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا کر رکھے ہیں،سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو تم اسی کے فرماں بردار بنو،اور آپ عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں''۔(34)

سوال1:﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾''اور ہم نے

ہر اُمت کے لیے قربانی کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے تا کہ وہ ان مویشی چوپایوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا کیے ہیں'' ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کیا گیا، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا﴾ ''اور ہم نے ہر اُمت کے لیے قربانی کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مشروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی قربانیاں کرنا اور خون بہانا ابتداء سے ہی مروج ہے کہ لوگ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔(2) تا کہ اس کا ذکر قائم ہو اور لوگ اس کا شکر ادا کریں۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔

(بخاری:5553)

(4) سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کیا کرتا تھا۔(ابن ماجہ:3147)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے، ہر سال قربانی کرتے رہے۔(ترمذی)

(6)﴿لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ ''تا کہ وہ ان مویشی چوپایوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا کیے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مویشیوں کی قربانیاں کریں۔(7) ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے انسان کے احساسات، رجحانات اللہ کی ذات کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں۔(8) ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر انسان کا شعور، اس کی سرگرمی، اس کا عمل، اس کی ہر حرکت کو ایک سمت مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ قربانی کی طرح مومن کی زندگی کا ہر کام اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے۔ اس وجہ سے غیر اللہ کے نام پر کی گئی قربانیوں کو حرام قرار دیا گیا۔

سوال 2: قربانیاں کیا ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے معاملے میں کیا حکم دیا؟

جواب:(1) قربانی سنت ابراہیمی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ماھذہ الاضاحی یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ فرمایا: سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(2) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کا حکم دیا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ''پھر اپنے ربّ کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔''(سورۃ الکوثر:2)

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی سنت ابراہیمی پر مداومت اور ہمیشگی فرمائی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز عید کے بعد قربانی کرنے کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔ سیدنا براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اس دن ہم پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ نماز (عید) ادا کرتے ہیں پھر واپس پلٹتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں جس شخص نے ایسے ہی کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔''

(صحیح بخاری: 5545)

(4) حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے حج کی قربانی کے سواونٹ ذبح کرنے کے ساتھ عیدالاضحیٰ کی قربانی بھی کی۔اپنی طرف سے ایک بکری،اورازواج مطہرات کی طرف سے ایک گائے کوذبح فرمایا۔

سوال3: منسک کے کیا معنی ہیں؟

جواب:اس سے مراداللہ تعالیٰ کی قربت کے لئے قربانی کرنا ہے۔

سوال4: ہرامت کے لئے قربانی کاطریقہ کیوں مقرر کیا گیا ہے؟

جواب: قربانی کاطریقہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے تا کہ لوگ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہیں۔

سوال5:﴿فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ ’’پھر تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔پھر تم اسی کے فرماں بردار بنو۔اور عاجزی اختیار کرنے والوں کوخوشخبری دے دو‘‘ آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا﴾ ’’پھر تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔پھر تم اسی کے فرماں بردار بنو‘‘ تمام انبیاء توحید کی دعوت دیتے رہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ’’اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔‘‘ (الانبیاء:25)

(2) اگر چہ شریعتیں مختلف ہیں مگر ایک اصول پر سب متفق ہیں اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، اللہ تعالیٰ اکیلے کا عبودیت کا مستحق ہونا اور اس کے ساتھ شرک کا ترک کردینا،اس لئے فرمایا:﴿فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا﴾ یعنی اسی کی اطاعت کرو،اسی کے سامنے سرتسلیم خم کرو،اس کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرو کیونکہ اس کی اطاعت ہی سلامتی کے گھر تک پہنچنے کا راستہ ہے۔(تفسیر سعدی:1723/2)

(3) یعنی تمہارا معبود ایک ہی ہے اسی کے لیے ساری عبادات اور اسی کے لیے قربانیاں ہیں۔

(4)﴿فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا﴾ ’’پھر تم اسی کے فرماں بردار بنو‘‘یعنی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کرو۔اس کے حکم کو بجالاؤ۔اس کی اطاعت،اسی کی عبادت کرو،اس کے سامنے سرتسلیم خم کردو۔

(5)﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ ’’اور عاجزی اختیار کرنے والوں کوخوشخبری دے دو‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دے دو کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ان کے لیے ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ کی معرفت سے دل پر طاری ہونے والی عجز کی کیفیت کو اخبات کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے تصور سے اس کا دل کانپ اُٹھتا ہے اور وہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتا ہے۔

(7) المخبت سے مراد اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اختیار کرنے والا،اس کے حکم کے سامنے سرجھکا دینے والا،اس کے بندوں سے تواضع سے

پیش آنے والا ہے۔

(8) مجاہد نے کہا کہ المخبتین وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف مطمئن رہتے ہیں۔ (جامع البیان:171/17)

(9) یہاں لفظ مخبتین استعمال ہوتا ہے اور خبت النار بمعنی آگ کا شعلہ ختم ہو جانا اور کوئلہ یا انگارہ پر راکھ کا پردہ چڑھ جانا ہے۔ (مفردات القرآن) اور مخبت سے مراد ایسا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے اپنے پندار نفس اور خواہشات نفس کو ختم کر دیا ہو۔ نیز اس کے معنوں میں عاجزی، نرمی اور تواضع سب کچھ شامل ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن:161/3)

(10) المخبتین وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی رہتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''جو لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (الحج:35) ﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور تاکہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے جان لیں کہ آپ کے رب کی جانب سے یقیناً وہ حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں پس اُن کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے راستے کی طرف ضرور ہدایت دینے والا ہے۔'' (الحج:54)

(11) حافظ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ اخبات طمانیت کے پہلے مقامات میں سے ہے۔ جیسے سکینت، یقین اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد وغیرہ۔ (مدارج السالکین:7/2)

(12) اخبات سے ہی عالی ہمتی آتی ہے اور نفس مدح وذم سے بالاتر ہو جاتے ہیں۔

(13) اخبات سے دل کو خوشخبری ملتی ہے۔ ایمان کی حلاوت اور یقین نصیب ہوتا ہے۔ (نضرۃ النعیم:123/12)

سوال 6: رسول ﷺ اخبات کے لیے کیا دعا کرتے تھے؟

جواب: نبی ﷺ یہ دعا فرماتے تھے: ﴿رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِي، وَانْصُرْنِي عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا لَكَ ذَكَّارًا لَكَ رَهَّابًا لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُخْبِتًا إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي﴾ یا اللہ! میری مدد کر اور کسی اور کی میرے اوپر مدد نہ کر۔ اور تدبیر کر میرے لیے اور نہ تدبیر کر کسی اور کی میرے نقصان اور ضرر کے واسطے۔ اور ہدایت کر مجھ کو اور آسان کر میرے لیے ہدایت کا راستہ۔ اور میری مدد کر اس شخص کے اوپر جو مجھ پر زیادتی کرے۔ اور اے میرے رب مجھے اپنا شکر ادا کرنے والا، اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا اور تجھ سے ڈرنے والا، اور تیری ہی اطاعت

کرنے والا، اوراپنے سامنے عاجزی کرنے والا، اور تجھی سے اپنا دردواندوہ بیان کرنے والا اور تیری ہی طرف رجوع کرنے والا بنا دے۔ اے رب میری توبہ قبول فرما۔ اور میرے گناہ دھودے۔ اور میری دعا قبول فرما اور ثابت کردے حجت میری، اور سیدھا کردے میری زبان کو، اور ہدایت دے میری دل کو اور میرے سینے کا حسد نکال دے۔'' (جامع ترمذی:3551، ابن ماجہ:3830)

سوال7: اللہ تعالیٰ نے الٰہٌ وَّاحِدٌ کے سامنے کیسے مطیع ہونے کا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دل کی آمادگی کے ساتھ سرتسلیم خم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا مطالبہ کیوں کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ میں ایک معبود ہوں اس لئے اطاعت بھی ایک ہی کی ہونی چاہیے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ نے مُخبتین کو کس وجہ سے خوشخبری دی ہے؟

جواب: مخبتین کا رخ، ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی ہے اُن لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا مشکل نہیں ہوتا۔

﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

''وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (35)

سوال1: ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' ایمان والوں کی عمدہ صفات کا تذکرہ ہے، ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں'' ایمان والوں کی عمدہ صفات کا تذکرہ ہے۔ (i) ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لرز جاتے ہیں۔ (ii) مصائب پر صبر کرتے ہیں۔ (iii) نماز قائم کرتے ہیں۔ (iv) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(2) ایمان والوں کی پہلی عمدہ خصلت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت خوف اور خشوع ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈرتے

رہتے ہیں ۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے توان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت اس کی اطاعت میں کمی اور اس کا شکرادا نہ کرنے اور اس کے ذکر سے غفلت کے شعور سے ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:952)

(4) ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کردیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (الزمر:23)

(5) ﴿وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ﴾ ''اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔'' الصبرین وہ ہیں جو آلام اور مشقتوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرتے ہیں ۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کردے، تو بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ:43)

(6) ﴿وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ﴾ ''اور نماز قائم کرنے والے ہیں'' یعنی وقت کی پابندی، ارکان اور شرائط کی مکمل ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔(تفسیر منیر:230/9) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (۲)﴾ ''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔'' (المومنون:1،2)

(7) ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ ہم نے اُنہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں'' یعنی وہ طیب رزق میں سے گھر والوں، رشتہ داروں، فقراء، محتاجوں پر خرچ کر کے مخلوق کے ساتھ حسنِ معاملہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔

(8) وہ اپنے رب کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ وہ اس رزق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں جو اس نے دیا اور اس کی شریعت کو تسلیم کرتے ہیں اور جو کچھ اس نے فرض کیا اس کو ادا کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:952)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کب کانپ اٹھتے ہیں؟

جواب: جب انسان کے دل کو اللہ تعالیٰ کا شعور نصیب جاتا ہے تو انسان کا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کانپ اُٹھتا ہے۔

سوال3: انسان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے کیا تبدیلیاں آتی ہیں؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر صبر کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرتا ہے جیسا کہ عبادت کرنے کا حق ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے انسان اپنے مال میں بخل نہیں کرتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

سوال 4: اسلام اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر چیز کا محور بناتا ہے، اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب: اسلام یہ چاہتا ہے کہ ایک مسلمان کی قوت عمل اور اس کی سمت میں کوئی تضاد نہ ہو۔ اس لیے اسلام عقیدہ کو پوری زندگی پر غالب کرتا ہے۔

سوال 5: اسلام کیسے ذات باری تعالیٰ کو ہر چیز کا محور بنا دیتا ہے؟

جواب: اسلام عقیدے اور دین کے بنیادی شعائر میں ربط پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر چیز کا محور بنا دیتا ہے۔

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور ہم نے قربانی کے اونٹوں کو تمہارے لئے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے، ان میں تمہارے لیے بہت بھلائی ہے سو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو کہ وہ گھٹنا بندھے کھڑے رہنے والے ہوں، پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور قناعت پسند اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ، اس طرح جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔'' (36)

سوال 1: ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ﴾ ''اور ہم نے قربانی کے اونٹوں کو تمہارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے، ان میں تمہارے لیے بہت بھلائی ہے پھر سو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو کہ وہ گھٹنا بندھے کھڑے رہنے والے ہوں'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ ''اور ہم نے قربانی کے اونٹوں کو تمہارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے''

﴿بُدْنَ﴾ وہ اونٹ اور گائے ہے جن کو قربانی کے لیے پالا جائے، انہیں بڑا اور موٹا کیا جائے اور ان کو اچھا سمجھا جائے۔

(2) ﴿بُدْنَ﴾ سے مراد موٹا تازہ جانور ہے۔ اہل لغت اس سے مراد اونٹ لیتے ہیں لیکن حدیث کے اعتبار سے گائے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (3) اللہ رب العزت نے قربانی کے جانور کو اپنے نشانات کے طور پر مقرر فرمایا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ''یہ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔'' (الحج: 32)

(5)﴿لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ﴾ ''ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے'' قربانی کے جانوروں میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ دنیا میں بھلائی یہ ہے کہ آپ اس میں سے کھاتے بھی ہو اور دیگر فائدے اٹھاتے ہو۔ آخرت کی بھلائی یہ ہے کہ قربانی کا صلہ بہت بڑا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی آدمی نے قربانی کے روز کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ پسند ہو۔ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگھوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گی، یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عالی مقام پر گرتا ہے لہٰذا اسے بہا کر دلوں کی تسلی کر لو۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

(6)﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا﴾ ''ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو'' یعنی قربانی کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو۔ (ایسر التفاسیر: 952)

(7)﴿صَوَآفَّ﴾ ''کھڑا کر کے'' یعنی کھڑے ہونے کی حالت میں اونٹوں کو ذبح کرو۔

(8) لفظ صواف دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے ایک تو ترجمہ سے ہی واضح ہے یعنی قربانی کے اونٹ زیادہ ہو گئے تو ان کو صف بستہ کھڑا کر لیا جائے پھر باری باری نحر کیا جائے اور دوسرا مطلب ہے کہ ان کو کھڑے کھڑے ہی نحر کیا جائے۔ انہیں بٹھا کر نحر نہ کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اونٹ کا اگلا بایاں پاؤں رسی سے باندھ دیا جائے، پھر کسی نیزے برچھے یا تیز دھار آلہ کو اس کے گلے یا سامنے کے حصہ میں چبھو دیا جائے تاکہ کھڑے کھڑے ہی ان کا خون نکل جائے۔ (تیسیر القرآن: 162,163/3)

(9) اونٹ کی بائیں ٹانگ کو باندھ لیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اسی طرح قربانی کے اونٹوں کو ذبح کرتے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اونٹ کو اس حالت میں ذبح کرتے تھے کہ اس کا بایاں پاؤں بندھا ہوتا اور وہ باقی ماندہ تین پاؤں پر کھڑا ہوتا۔ (ابوداود: 1764)

(10) زیاد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پاس تشریف لائے جس نے ذبح کرنے کے لیے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اسے کھڑا کر کے باندھ لو۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔'' (بخاری: 1713)

(11) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک عید الاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ میں حاضر تھا۔ جب آپ نے اپنا خطبہ مکمل کر لیا اور منبر سے اترے تو آپ کو ایک مینڈھا پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یہ دعا پڑھی: ﴿بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ! هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کر سکے۔'' (مسند احمد: 14849، ابوداود: 2810)

(12) سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے (نماز) عید سے قبل (قربانی) ذبح کی وہ اس کی جگہ (اور) بکری ذبح کرے اور جس نے (نماز عید تک جانور) ذبح نہیں کیا، یہاں تک کہ ہم نے نماز پڑھ لی تو وہ بسم اللہ کہہ کر جانور ذبح کرے۔ (بخاری: 5500)

(13) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو مینڈھے ذبح کیے اور آپ ﷺ (انھیں ذبح کرتے وقت) ''بسم اللہ واللہ اکبر'' کہتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سات اونٹ کھڑے کرکے اپنے ہاتھ سے نحر کیے۔ (بخاری:1714)

سوال 2: ﴿فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور قناعت پسند اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ، اس طرح جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا﴾ ''پھر جب وہ پہلو کے بل گر پڑیں'' یعنی جب ان کی پہلو زمین پر ٹک جائیں۔ یہ خون نکلنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ اونٹ دائیں یا بائیں گر پڑتا ہے۔

(2) اس سے مراد ہے سارا خون نکل کر اُونٹ بے روح ہو کر زمین پر گر پڑے۔

(3) جب قصاب قربانی کے جانور کو زمیں پر گرا کر کھال اتار دے تو وہ کھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

(4) ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا﴾ ''تو ان میں سے خود بھی کھاؤ'' قربانی کا گوشت کھانا مستحب یعنی پسندیدہ ہے۔ اگر کوئی نہ کھائے، سارا تقسیم کر دے تو کوئی گناہ نہیں۔

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن عید میں شریک ہونے کے لیے دیہات سے (محتاج) لوگ آ گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''قربانی کے گوشت سے تین دن کے لیے رکھ لو۔ باقی خیرات کر دو۔ (تاکہ محتاج کو بھی کھانے کو گوشت مل جائے) بعد میں لوگوں نے عرض کیا کہ: ہم اپنی قربانیوں کی کھالوں سے مشکیں بناتے تھے اور ان میں چربی پگھلاتے تھے'' آپ ﷺ نے پوچھا ''تو اب کیا ہوا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: آپ نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں ان محتاجوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو اس وقت موقع پر آ گئے تھے۔ اب تم کھاؤ بھی، صدقہ بھی کرو اور رکھ بھی سکتے ہو'' (مسلم، کتاب الاضاحی)

(6) ﴿وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ ''اور قناعت پسند اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ'' ﴿قَانِع﴾ سے مراد: (i) قناعت کرنے والے یعنی سوال نہ کرنے والے کے ہیں۔ (ii) اس سے مراد سائل بھی ہے۔ ﴿مُعْتَرّ﴾ سے مراد بغیر سوال کے سامنے آنے والے کے ہیں۔

(7) یعنی قربانی کا گوشت محتاج کو بھی کھلاؤ جو قناعت کی وجہ سے سوال نہیں کرتا اور فقیر کو بھی دو جو سوال کرتا ہے یعنی یہ گوشت سبھی کا حق ہے۔

(8) ﴿كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اس طرح جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔'' یعنی قربانی کے جانوروں کی تسخیر اس لیے ہے کہ تم شکر ادا کرو۔ جس نے جانوروں کو تمہارے ساتھ رحمت اور حسنِ معاملہ کرتے ہوئے تمہارا مطیع کر دیا۔

(9) تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات، اعمال میں اخلاص، اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے پر اس کا شکرادا کرو۔

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے قربانی کے جانوروں کو اس لیے مسخر کیا کہ انسان شکر گزار ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جانور پر قابو دیا ہے۔

(2) تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرے۔ (3) تا کہ انسان احسن عمل کرے۔

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

"اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اس طرح اُس نے تمہارے لیے ان کو مسخر کیا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور آپ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں۔" (37)

سوال 1: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے" آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا﴾ "اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون" ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے روایت نقل کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ بیت اللہ کو اونٹوں کے گوشت اور اس کے خون سے ملوث کر دیا کرتے تھے تو صحابہ کرام یہ دیکھ کر کہنے لگے تو ہم اس چیز کے زیادہ مستحق ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون۔ (تفسیر ابن عباس: 308/2)

(2) رب العزت نے فرمایا کہ قربانی کے جانور کو صرف ذبح کرنا مطلوب نہیں ہے۔ قربانی کے گوشت سے یا اس کے خون سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ وہ تو ساری مخلوقات سے بے نیاز ہے۔

(3) قربانیاں تو اس لیے مقرر کی گئیں ہیں کہ تم قلب و ذہن سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار ہو جاؤ۔ اسی وجہ سے قربانی کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا عظیم نام لینے اور اس کی بڑائی بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قربانی کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو خالق اور مالک تسلیم کرلو۔

(4) ﴿وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ "بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو صرف تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے" اللہ تعالیٰ کو گوشت اور خون کی نہیں، دلوں کے تقویٰ کی ضرورت ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ کو دل کا اخلاص، اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب اور ثواب کی امید پہنچتی ہے۔

(6) قربانی فخر جتانے اور شہرت کے لیے یا عادت کے طور پر نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب کے لیے ہونی چاہئے۔

(7) جانور قربان کرنے والا دراصل علامت کے طور پر اپنے آپ کو قربان کرتا ہے۔ یوں اس کے دلی جذبات واحساسات رب تک جا پہنچتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ

الْاٰخَرِ ط قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ط قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''اورانہیں آدم کے دو بیٹوں کا برحق واقعہ پڑھ کر سناؤ، جب اُن دونوں نے قربانی پیش کی تو اُن دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اُس (دوسرے) نے کہا: ''میں ضرور بہ ضرور تجھے قتل کردوں گا'' اُس نے جواب دیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے۔'' (المائدۃ:27)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔'' (مسلم:2564)

سوال 2: ﴿ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ط وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''اس طرح اُس نے تمہارے لیے ان کو مسخر کیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور آپ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ ﴾ ''اس طرح اُس نے تمہارے لیے ان کو مسخر کیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو'' یعنی اس نے تمہارے لیے قربانیوں کو اس لیے مطیع کیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی، اس کی عظمت، اس کی توقیر، اس کی تعظیم کرو۔

(2) ﴿عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ﴾ ''کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے'' یعنی اس وجہ سے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی دولت نصیب کی ہے۔ جس نے تمہیں اپنے لیے خالص ہونا سکھایا، جس نے اپنے ذکر کی محبت دی، جس نے اپنی ذات کی (یعنی رب العزت کی) بڑائی بیان کرنی سکھائی، جس نے شکر ادا کرنا سکھایا، جس نے دلوں کے تقویٰ کی سمجھ دی یقیناً وہی حمد اور تعظیم کا حق رکھتا ہے۔

(3) ﴿وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''اور آپ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں'' یعنی ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں گویا کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں اور اگر وہ اس درجے تک نہ پہنچیں تو دل میں یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ رہا ہے۔

(4) ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں، ان کی خیر خواہی کرتے ہیں، ان کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں اور رحمان کے بندوں کو علمی یا مالی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

(5) ان سعادت مندوں کو خوشخبری دے دو جو توحید پرست مخلص ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے۔'' (یونس:26)

(6) جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حق میں مخلص ہیں، ان کے ساتھ احسان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ حسنِ معاملہ کرے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ ''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔'' (الرحمٰن:60)

سوال 3: احسان کرنے والوں کو خوش خبری دی گئی، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (1) احسان کرنے والوں کا شعور احسن ہے۔ (2) احسان کرنے والوں کی عبادت احسن ہے۔

(3) احسان کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ بھی احسن ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرتا ہے جو ایمان لائیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے خیانت کار اور بہت ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔'' (38)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرتا ہے جو ایمان لائیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے خیانت کار اور بہت ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرتا ہے جو ایمان لائیں'' رب العزت نے ایمان والوں کو خوشخبری دی ہے کہ بدخواہوں کی بدخواہی، دشمنوں کی دشمنی، کفار کے شر سے، شیطان کے وسوسوں سے، اپنے نفس اور اپنے برے اعمال کے شر سے اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرے گا۔ وہ ان کا محافظ اور نگران بن جائے گا۔ اس لیے اس پر بھروسہ کریں، جو مشکلات کو آسان کرتا ہے، جو بوجھ ہلکے کرنے کا وعدہ کرتا ہے، اس کی طرف جھکیں جو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہ کیا ہو۔ ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔'' (الطلاق 2۔3)

(2) اللہ تعالیٰ ہر کسی کے ایمان کے مطابق اس کی مدافعت کرتا ہے۔

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ بڑے خیانت کار اور بہت ناشکرے کو پسند نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ خیانت کے مرتکب سے محبت نہیں کرتا۔

(4) خیانت حقوق میں ہوتی ہے، ذمہ داریوں میں ہوتی ہے، امانت میں ہوتی ہے۔ خیانت ایمان کے منافی ہے، نفاق کی نشانی ہے۔

(5) ﴿كَفُوْرٍ﴾ ''ناشکرے'' اللہ تعالیٰ ناقدرے، ناشکرے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

(6) ﴿کفور﴾ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے احسانات کے جواب میں کفر کرتا ہے۔ جو اس کے انعامات پر نافرمانیاں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ناشکرے انسان سے ناراض ہوتا ہے۔

(7) جو اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی مخالفت کرتا ہے وہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔

(8) جو اللہ تعالیٰ کے انعامات کو نہیں پہچانتا، وہ اس کا شکر بھی ادا نہیں کرتا یوں نعمت کا انکار کرتا ہے۔ (جامع البیان: 181/17)

(8) اس آیت کا مخالف مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امانت کی حفاظت کرنے والوں، ذمہ داریاں ادا کرنے والوں، حقوق ادا کرنے والوں اور

شکر گزاروں سے محبت کرتا ہے۔

رکوع نمبر 13

﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾

''انہیں بھی اجازت دے دی گئی جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر یقیناً پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (39)

سوال 1: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾ ''انہیں بھی اجازت دے دی گئی جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر یقیناً پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ﴾ ''انہیں بھی اجازت دے دی گئی جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا'' یہ جہاد کی سب سے پہلی آیت ہے اور یہ ان عظیم صفات کے حامل لوگوں کے بارے میں ہے جنہیں مکہ سے نکالا گیا۔

(2) اگر مظلوموں کی دادرسی نہ کی جائے تو دنیا میں طاقت ور کمزوروں کو اور زیادہ وسائل والے بے وسیلہ لوگوں کو جینے ہی نہ دیں اور زمین فساد سے بھر جائے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دیا گیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انھوں (یعنی مکہ والوں) نے اپنے نبی کو نکال دیا، ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ وہ ضرور ہلاک کر دیے جائیں گے۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''انہیں بھی اجازت دے دی گئی جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر یقیناً پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ وہ پہلی آیت ہے جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی۔

(مستدرک حاکم: 2968، مسند احمد: 1870)

(4) ہجرت مدینہ کے بعد بھی مسلمانوں کو کافروں سے جنگ کرنے کی ممانعت تھی۔ پھر جب مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی تو انہیں جہاد کی اجازت دے دی گئی۔

(5) کفار کے خلاف جہاد کی اجازت اس لیے ملی کہ ان پر ظلم کیے گئے اور انہیں دین سے روکا گیا۔ دین اسلام پر عمل کرنے کی وجہ سے انہیں اذیتیں دی گئیں اور انہیں ان کے گھروں اور وطن سے نکالا گیا۔

(6) سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مشرکینِ مکہ کی سب سے بڑی ظالمانہ حرکت کے بارے میں

پوچھا جوانہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کی تھی تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، اس بدبخت نے اپنی چادر آپ ﷺ کی گردن مبارک میں ڈال کر کھینچی جس سے آپ ﷺ کا گلا بڑی سختی کے ساتھ پھنس گیا۔ اتنے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس بدبخت کو دفع کیا اور کہا: کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی ہوئی دلیلیں بھی لے کر آیا ہے۔ (بخاری:3678)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ (کعبہ کے پاس) سجدے میں تھے اور آپ کے گرد قریش کے چند لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھڑی لے کر آیا اور اس نے اسے آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا، جس کے باعث آپ اپنا سر نہ اٹھا سکے، یہاں تک کہ (سیدہ) فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ کی پیٹھ پر سے اسے ہٹا دیا۔ (بخاری:3854)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو میں نے اپنے ماں باپ کو دین اسلام ہی پر پایا اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گزرتا تھا کہ جس دن صبح و شام رسول اللہ ہمارے پاس تشریف نہ لاتے ہوں۔ جب مسلمانوں کو سخت تکلیفیں پہنچنے لگیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کے ملک کی ہجرت کرنے کے لیے نکلے۔ لیکن جب وہ برک الغماد پہنچے تو ان کی ملاقات ابن دغنہ سے ہوئی۔ وہ قارہ قبیلے کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا، ابوبکر! کہاں کا قصد ہے؟ انھوں نے کہا، میری قوم نے مجھے نکال دیا، سو میں چاہتا ہوں کہ (اللہ کی) زمین کی سیاحت کروں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا، اے ابوبکر! تم جیسا شخص نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے، تم تو نادار کے لیے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہو، حق کے کاموں میں مدد کرتے ہو، سو میں تمھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں، تم (مکہ) لوٹ چلو اور اپنے شہر ہی میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ساتھ مکہ لوٹ آئے۔ ابن دغنہ نے شام کے وقت قریش کے سرداروں کے پاس جا کر ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے، کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو نادار لوگوں کے لیے کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں کے بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے، حق کے کاموں میں مدد کرتا ہے؟ قریش نے ابن دغنہ کی پناہ رد نہیں کی، صرف اس سے یہ کہا کہ تم ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ اپنے گھر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، جتنی چاہے نمازیں پڑھیں، جو چاہیں قراءت کریں، لیکن ہم لوگوں کو نہ ستائیں، نہ اعلانیہ طور پر یہ کام کریں، کیوں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے نہ بگڑ جائیں۔ ابن دغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ پیغام پہنچا دیا اور یوں ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شرط پر مکہ میں رہنے لگے۔ اب وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے، نماز اعلانیہ نہ پڑھتے، نہ اپنے گھر کے سوا اور کہیں قرآن مجید کی تلاوت کرتے، پھر معلوم نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں کیا آیا کہ انہوں نے گھر کے سامنے میدان میں ایک مسجد بنائی اور وہاں نماز ادا کرنے اور قرآن مجید پڑھنے لگے۔ اب مشرکوں کی عورتیں اور بچے وہاں جمع ہو جاتے۔ وہ حیرت و پسندیدگی کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل انسان تھے، جب وہ قرآن مجید پڑھتے تو آنکھوں کے آنسو روک نہ سکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر قریش کے سردار

گھبرا گئے۔ آخر انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا، وہ آیا تو انھوں نے اس سے شکایت کی کہ ہم نے تمھاری پناہ میں اس شرط پر ابو بکر کا مکہ میں رہنا منظور کیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کریں، لیکن ابو بکر نے اس شرط کی خلاف ورزی کی ہے۔ انھوں نے تو گھر کے سامنے میدان میں ایک مسجد بنالی ہے اور وہاں وہ اعلانیہ نماز ادا کرتے اور قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہمارے بچے بگڑ نہ جائیں، لہٰذا تم ابو بکر کو اس سے روکو۔ وہ چاہیں تو صرف اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کر سکتے ہیں اور اگر نہ مانیں اور اسی پر ضد کریں اور اعلانیہ عبادت کریں تو تم ان سے کہو کہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں، کیونکہ ہم لوگ تمہاری پناہ توڑنا نہیں چاہتے اور یہ بھی ہم سے نہ ہو سکے گا کہ ابو بکر کو اعلانیہ عبادت کرنے دیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابن دغنہ قریش کے کافروں کی یہ تقریر سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، جو شرط میں نے قریش کے لوگوں سے ٹھہرائی تھی تم کو معلوم ہی ہے، اب یا تو تم اس شرط پر قائم رہو۔ یا پھر میری امان واپس کر دو، اس لیے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے لوگ یہ خبر سنیں کہ میں نے جو امان دی تھی وہ توڑ دی گئی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تمہاری امان واپس کرتا ہوں اور میں اللہ عزوجل کی امان پر راضی ہوں۔ (بخاری:3905)

(8)﴿وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصۡرِهِمۡ لَقَدِيۡرٌ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر یقیناً پوری قدرت رکھنے والا ہے'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلے آئیں وہ اس دنیا میں اکیلے نہیں ہوتے۔ وہ اپنے اخلاص کا ثبوت دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد ضرور کرتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ اپنی تائید اور نصرت سے ان کی مدد کرتا ہے اور وہ اس پر قدرت رکھتا ہے۔ اس لیے ایمان والوں کو صرف اسی سے نصرت طلب کرنی چاہیے، اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔

سوال 2: جہاد کے کون سے مقاصد یہاں بیان کئے گئے ہیں؟

جواب: (1) ظلم کا خاتمہ۔ (2) اعلائے کلمۃ اللہ۔

سوال 3: مسلمانوں کو جہاد کی اجازت کیوں دی گئی؟

جواب: مسلمان پوری انسانیت کے لئے اس عظیم مہم میں حصہ لے رہے ہیں کیونکہ اس کے نتائج صرف ان کے لئے ہی مفید نہیں ہوں گے بلکہ اس کے نتیجے میں عقیدے اور نظریات کی آزادی کے بنیادی حقوق قائم ہوں گے۔

(2) مسلمانوں کو یہ اجازت اس لئے دی گئی کہ انہیں بلا جواز اپنے گھروں سے نکالا گیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کیسے مظلوموں کی مدد کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے وہ رکاوٹوں پر قابو پالیتے ہیں اور حق پر جمے رہتے ہیں۔

سوال 5: ہجرت کے بعد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی اجازت کیوں دی گئی؟

جواب: (1) جہاد کی اجازت دراصل اپنے عقیدے اور ملت کی مدافعت ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ ایمان، بھلائی اور سچائی کو کمزور چھوڑنا نہیں چاہتا اس لیے مدافعت کی اجازت دی گئی۔

﴿اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

''جن لوگوں کو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا ہے صرف اسی وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دور کرنا نہ ہوتا تو یقیناً ڈھا دیے جاتے خانقاہیں اور کلیسائیں اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اُس کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا، سب پر غالب ہے'' (40)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ ''جن لوگوں کو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا ہے صرف اسی وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ﴾ رب العزت نے کفار کے ظلم کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ انہوں نے اذیتیں دے کر گھروں سے نکال دیا۔

(2) سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس زمانہ میں ہم مشرک لوگوں کی طرف سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کی، آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ (سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا، آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں پھیر دی جاتی تھیں، لیکن تب بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے، نیز آرا ان کے سر کے درمیان رکھ کر چلایا جاتا اور ان کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے، لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ (ایک دن) اس کام کو ضرور پورا کرے گا، یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے سوار ہو کر حضر موت تک جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہیں ہوگا اور نہ (چرواہے کو) اپنی بکریوں پر بھیڑیے کے علاوہ کسی کا ڈر ہوگا'' (بخاری: 3852)

(2) ﴿بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ﴾ ''ناحق صرف اس وجہ سے کہ'' ناحق انہیں فتنے میں مبتلا کیا۔

(3) ﴿اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ ''کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔'' انہیں جس بات کی سزا دی جا رہی ہے وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں ''اللہ ہمارا رب ہے'' یعنی ان کا جرم توحید ہے، ان کا جرم اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہے، ان کا جرم اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، رب العزت نے فرمایا:

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اوراس کے سوا انہوں نے ان سے کوئی انتقام نہیں لیا، کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو سب پر غالب، ہر تعریف کے لائق ہے۔'' (البروج:8)

سوال 2: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دور کرنا نہ ہوتا تو یقیناً ڈھادیے جاتے خانقاہیں اور کلیسائیں اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دور کرنا نہ ہوتا'' یہ آیت کریمہ جہاد کی حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ جہاد کا مقصد اقامت دین یا اہل ایمان کا کفار کی اذیتوں، ان کے ظلم اور ان کی تعدی سے دفاع کرنا ہے جو اہل ایمان پر ظلم و زیادتی کی ابتدا کرتے ہیں، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ممکن بنایا جائے اور دین کے تمام ظاہری قوانین کو نافذ کیا جائے، اس لئے فرمایا: ﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ پس اللہ تعالیٰ مجاہدین فی سبیل اللہ کے ذریعے سے کفار کی ریشہ دوانیوں کا سدباب کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1727/2)

(2) ﴿لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ﴾ ''تو یقیناً ڈھادیے جاتے خانقاہیں اور کلیسائیں اور عبادت گاہیں اور مسجدیں'' یعنی بڑی بڑی عبادت گاہیں منہدم کردی جاتیں یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مساجد۔

(3) ﴿يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ ''جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے'' عبادت گاہوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تلاوت ہوتی ہے، نماز قائم کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا مختلف طریقوں سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(4) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ روکے تو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے مسلمانوں پر غالب آجائیں گے، ان کی مساجد کو تباہ کردیں گے اور ان کے دین کے بارے میں ان کو اذیتوں میں مبتلا کریں گے۔

(5) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ جہاد ایذا رسائی کو دور کرنے کے لیے اور امن قائم کرنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔

(6) اس آیت سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ جن شہروں میں مساجد آباد ہیں، جہاں دین کے شعائر قائم ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے، اس کا ذکر ہوتا ہے وہ مجاہدین کی فضیلت اور برکت کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے فتنہ و فساد ختم کرتا رہتا ہے۔

سوال 3: ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا'' اللہ رب العزت نے اپنا طریقہ کار، اپنی سنت واضح فرمائی ہے کہ وہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی اور اس کے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے، جو اخلاص

کے ساتھ دین کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے جہاد کرتا ہے۔(2) رب العزت نے فرمایا:
﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے۔'' (محمد 7،8)

(3)﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔'' (المجادلہ:21)

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا، سب پر غالب ہے'' یعنی وہ پوری قوت کا مالک ہے، وہ عزیز ہے، کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے، وہ اپنی ساری مخلوق پر غلبہ رکھتا ہے، ساری مخلوق کی پیشانیاں اس کی مٹھی میں ہیں۔ مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ خوش ہو جائیں اگرچہ وہ ساز و سامان اور افرادی قوت کے اعتبار سے کمزور ہیں، اگرچہ ان کا دشمن طاقت ور ہے مگر ان کا اعتماد قوت کے مالک قوی پر ہے جو پوری قوت رکھتا ہے کہ ان کے دشمنوں کو عبرتناک شکست دے۔ وہ سب پر غالب ہے، اسی نے سب کے اعمال کو بھی تخلیق کیا ہے۔ وہ ان کے دشمن سے پورا انتقام لے سکتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی صادر ہو چکا۔ یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے۔'' (الصافات:171،173)

سوال 4: لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالنا کب سرکشی اور کھلا ظلم بن جاتا ہے؟

جواب: (1) جب کسی کو کوئی ذاتی دشمنی نہ ہو۔(2) جب کسی کے دنیا کے مفادات میں سے کسی مفاد کا دخل نہ ہو۔

(3) جب محض اس وجہ سے گھر سے نکال دیا جائے کہ لوگ کہیں اللہ ہمارا رب ہے۔ یہ عقیدے اور نظریات کی جنگ ہے۔ محض عقیدے کی وجہ سے لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالنا سرکشی اور کھلا ظلم ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ بغیر مسلمانوں کی کوشش کے ان کی مدد کر سکتے ہیں پھر اس کے لئے جہاد کیوں کرواتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ کی دعوت کے حاملین سست اور کاہل ہوں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نصرت کی جائے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ اہل ایمان کا دفاع وہ اہل ایمان کے ذریعے کروائے تاکہ مسلمان پختہ ہو جائیں۔

(3) جس کامیابی کے لئے لوگ کوشش نہیں کرتے اس کے لئے ان کی خفیہ صلاحیتیں بے دار نہیں ہوتیں۔

(4) جو کامیابی آسانی سے بیٹھے بٹھائے مل جاتی ہے وہ جلد ہی ناکامی میں بدل جاتی ہے۔

﴿اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ﴾

''یہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے'' (41)

سوال 1: ﴿اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ﴾ ''یہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ﴾ ''یہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں'' یعنی اگر ہم انہیں زمین کا اقتدار دے دیں اور کوئی ان کی مخالفت کرنے والا نہ رہے۔

(2) ﴿اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''تو وہ نماز قائم کریں گے'' زمین کا اقتدار حاصل کرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتے ہیں۔ وہ نماز قائم کرتے ہیں یعنی نماز کو اس کے ارکان، شرائط اور حدود کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

(3) ﴿وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ دیں گے'' وہ مستحقین کو اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(4) ﴿وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾ ''اور معروف کا حکم دیں گے'' یعنی وہ اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور نیکیوں کا حکم دیتے ہیں۔ معروف میں ہر وہ کام شامل ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہے، جس کو عقل اور شریعت نیک اعمال قرار دیتی ہو۔

(5) ﴿وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ﴾ ''اور منکر سے روکیں گے'' یعنی وہ ان ساری برائیوں سے روکتے ہیں یعنی شرک، کفر، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے روکتے ہیں۔

(6) کسی چیز کے حکم دینے اور اس کے منع کرنے میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہ ہو۔ پس جب امر المعروف اور نہی عن المنکر تعلیم و تعلم پر موقوف ہے تو لوگوں کو تعلیم اور تعلم پر مجبور کرتے ہیں اور جب امور بالمعروف اور نہی عن المنکر، شرعی طور پر مقرر کردہ یا غیر مقرر کردہ تادیب پر موقوف ہو، مثلاً مختلف قسم کی تعزیرات تو انہیں قائم کرتے ہیں۔ جب یہ معاملہ اس بات پر موقوف ہو کہ لوگ کچھ امور کے خوگر ہوں، جن کے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام ممکن نہیں تو ان پر ان امور کو لازم کیا جائے گا اور اسی طرح معاملات ہیں کہ ان کے بغیر اگر امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ممکن نہ ہو، تو ان کا اہتمام ضروری ہوگا۔ (سعدی: 1730/2)

(7)﴿وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اورسب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ تقویٰ کے لیے ہی اچھا انجام ہے اور جو بادشاہ یا سردار اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اس کا حکم نافذ کرتے ہیں، ان کا انجام اچھا ہے اور جو اپنی خواہشات کو لوگوں پر نافذ کرتے ہیں ان کا انجام برا ہے۔

سوال 2: اسلامی حکومت کے بنیادی اغراض ومقاصد کیا ہیں؟

جواب: (1) اقامت صلوٰۃ۔ (2) ادائیگی زکوٰۃ۔ (3) امر بالمعروف۔ (4) نہی عن المنکر

سوال 3: ان اہداف اور مقاصد کو پورا کرنے کے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب: (1) اس کی وجہ سے حکومتوں کو امن وسکون ملتا ہے۔ (2) اس کی وجہ سے خوشحالی آتی ہے۔

(3) اس کی وجہ سے مسلمان سربلند اور سرفراز ہوتے ہیں۔

سوال 4: آج کے دور میں اسلامی ممالک میں بدامنی، فساد قتل وغارت گری پستی اور زبوں حالی کیوں ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے کو اور اللہ تعالیٰ کے نظام کو چھوڑ کر مغربی جمہوری نظام کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس نظام کے توسط سے امن، خوشحالی اور سربلندی کا خواب بھی نہیں دیکھا جاسکتا۔

سوال 5: ''تمام معاملات کا انجام کار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، تدبیر بھی اسی کی ہے۔ اس کے احکامات سے منحرف ہو کر کوئی حقیقی کامیابی تک نہیں پہنچ سکتا۔

﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ﴾

''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ ان سے پہلے قومِ نوح، عاد اور ثمود جھٹلا چکے ہیں'' (42)

سوال 1: ﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ ان سے پہلے قومِ نوح عاد اور ثمود جھٹلا چکے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں'' رب العزت نے قوم کی مخالفت پر نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ جو توحید، رسالت، بعث، جزا اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں ان پر افسوس اور غم نہ کرو۔

(2)﴿فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ﴾ ''تو بلاشبہ ان سے پہلے قومِ نوح عاد اور ثمود جھٹلا چکے ہیں'' (i) رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ تکذیب کوئی نئی بات نہیں۔ قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود بھی جھٹلاتی رہیں اور اللہ تعالیٰ مہلت دیتا رہا۔ پچھلی قوموں کی مہلت جب ختم ہوگئی تو انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ مشرکین مکہ بھی انجام کے لئے تیار ہوجائیں۔

(3) پچھلی قوموں کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا (۳۵) فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا (۳۶) وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا (۳۷) وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا ۢ بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا (۳۸) وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (۳۹) وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا (۴۰)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اُس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا۔ پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے اُنہیں تباہ و برباد کر دیا، بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اُٹھائے جانے کی اُمید ہی نہیں رکھتے۔'' (الفرقان:35تا40)

(4) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' راوی نے بیان کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

﴿وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ﴾

''اور قوم ابراہیم اور قوم لوط'' (43)

سوال 1: ﴿وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ﴾ ''اور قوم ابراہیم اور قوم لوط'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور قوم ابراہیم اور قوم لوط'' یعنی قومِ ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط علیہ السلام نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔

﴿وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾

''اور اہلِ مدین بھی (جھٹلا چکے ہیں) اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا تو کافروں کو میں نے ڈھیل دی پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا، تو کیسا تھا میرا عذاب''! (44)

سوال1:﴿وَّ اَصْحٰبُ مَدْيَنَ ج وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ج فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''اور اہلِ مدین بھی (جھٹلا چکے ہیں) اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا تو کافروں کو میں نے ڈھیل دی پھر میں نے اُنہیں پکڑلیا، تو کیسا تھا میرا عذاب'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّ اَصْحٰبُ مَدْيَنَ﴾ ''اور اصحاب مدین بھی'' اصحاب مدین یعنی شعیب عَلَیْہِ السَّلام کی قوم نے بھی جھٹلایا۔

(2)﴿وَ كُذِّبَ مُوْسٰى﴾ ''اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا'' یعنی سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کو بھی جھٹلایا گیا تھا حالانکہ ان کے پاس بڑے بڑے معجزات اور روشن نشانیاں تھیں۔ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کو فرعون اور اس کے سرداروں نے جھٹلایا تھا۔

(3)﴿فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''تو کافروں کو میں نے ڈھیل دی'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ کافروں کو اسی نے ڈھیل دی، انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کی گئی۔ اسی وجہ سے وہ اپنی سرکشی میں بڑھ گئے۔

(4)﴿ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ﴾ ''پھر میں نے اُنہیں پکڑلیا'' پھر میں نے انہیں عذاب کے ذریعے سے پکڑلیا۔ یہ پکڑ کسی غالب اور قدرت رکھنے والے کی تھی۔

(5)﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''تو کیسا تھا میرا عذاب'' یعنی کفر اور تکذیب کرنے والوں کی سزا کیسی تھی؟ بدترین اور قبیح سزا تھی۔ ان میں سے کسی کو پانی نے پکڑا اور کسی کو چھتری کے ذریعے عذاب نے آلیا، بعض طوفان ہوا سے پکڑے گئے، بعض کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔

(6)﴿نَكِيْرِ﴾ سے مراد خوف ناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ طوفان، زلزلے اور کڑک کی وجہ سے جس خوف ناک عذاب میں مبتلا کرتے ہیں اُسے نکیر کہتے ہیں۔

﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴾

''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل'' (45)

سوال1:﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴾ ''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ﴾ ''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں'' یعنی ان جیسی کتنی ہی بستیاں ہیں۔

(2)﴿اَهۡلَكۡنٰهَا﴾ ''جنہیں ہم نے ہلاک کیا'' یعنی تم نے کبھی سوچا نہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں کیوں تباہ کر دیا؟

(3)﴿وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ ''اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے، رسولوں کو جھٹلا کر ظلم کیا تھا۔

(4)﴿فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا﴾ ''چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں'' ان کے گھر کھنڈر اور محلات اجڑے پڑے ہیں۔ ان کی عمارتیں اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں۔

(5)﴿وَبِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ﴾ ''اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے'' کتنے ہی کنویں تھے جہاں سے پانی لینے کے لیے لوگوں کا رش ہوتا تھا آج کنووں کے مالک اور پینے والے کہاں گئے؟

(6)﴿وَّقَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ﴾ ''اور چونا گچ محل'' اور کتنے ہی محلات ہیں جن کے رہنے والوں نے انہیں مضبوط بنایا اور خوب سجایا مگر وہ آج کہاں جا کر سو گئے ہیں؟ ان کے محلات ویران ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کا نام ونشان تک نہ چھوڑا۔

سوال 2: بستیوں کی ہلاکت کا سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب: بستیوں کی ہلاکت کا سبب ظلم ہوتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ بستیوں کو کیسے ہلاک کرتے ہیں؟

جواب: (1) بستیاں کھنڈرات میں بدل جاتی ہیں۔ (2) چھتیں اُلٹ جاتی ہیں۔ (3) کنوئیں بے کار ہو جاتے ہیں۔

﴿اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا‌ ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ﴾

''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں''۔(46)

سوال 1: ﴿اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں'' یعنی کیا وہ اپنے دل کو حاضر کر کے زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں؟

(2)﴿فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَا﴾ ''کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟'' یعنی اگر تمہارے دل سمجھنے

والے ہوجائیں توتم ان کھنڈروں سے عبرت حاصل کروگے۔

(3)﴿اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ ''یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں'' تمہارے کان سننے والے ہوجائیں کہ وہ ان کی خبریں سنتے جن پر عذاب نازل ہوا اورتم عبرت حاصل کرتے۔

سوال2:﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں'' آنکھیں اندھی ہوجائیں تو دنیا نظر نہیں آتی پھر بھی خطرے کی کوئی بات نہیں لیکن اگر دل اندھا ہوجائے تو دین کا نقصان ہے۔کبھی دل کا اندھا سچائی تک نہیں پہنچ سکتا،کبھی عبرت حاصل نہیں کرسکتا،کبھی واقعات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ جب انسان عقل سے کام نہیں لیتا تو سر کی آنکھیں اسے کوئی چیز نصیحت کی نظر سے نہیں دکھا سکتیں۔

(3)عبرت سے خالی ہوکر سننا اور تفکر سے خالی ہوکر زمین میں چلنا پھرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

سوال3:اللہ تعالیٰ زمین پر چلنے پھرنے کی دعوت کیوں دے رہے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان یہ جان لے کہ کھنڈرات کی تاریخ کیا ہے؟(2)یہ کیوں خالی پڑے ہیں؟ (3)محل کیوں برباد ہوئے؟(4)خاموشی کی زبان میں یہ کھنڈرات سب کچھ بتائیں اور لوگ عبرت حاصل کریں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیکھنے والے کون ہوتے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیکھنے والے وہ ہوتے ہیں جو عبرت اور نصیحت کے لیے دیکھیں۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل اندھے کب ہوتے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل تب اندھے ہوتے ہیں جب وہ عبرت نہیں پکڑتے۔ایسا دیکھنا جانوروں کا سا دیکھنا ہے جس میں غور وفکر نہ ہو۔

﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾

''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور یقیناً آپ کے رب کے ہاں کا ایک دن ایک ہزار سال کی مانند ہے اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو''۔(47)

سوال1:﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ ''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ﴾ ''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں'' جولوگ اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اوراس کے عذاب کا انکار کرتے ہیں وہ عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہیں جیسا کہ ابوجہل نے بدر کی جنگ کے لیے مکہ سے نکلتے ہوئے کہا تھا:﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسایا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ'' (الانفال:32)

(2) کفار کا ایک اور قول رب العزت نے نقل فرمایا:﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ(١٦)﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے'' (ص:16)

(3)﴿وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا'' عذاب تو اپنے وقت پر آئے گا، اللہ تعالیٰ اس وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ (4) عذاب ضرور واقع ہوگا، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

(5) عذاب کا جلدی آنا محمد ﷺ کے اختیار میں نہیں، نہ وہ جلدی مچا کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ سمجھیں۔ وہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ وقت پر عذاب بھی بھیجے گا، قیامت بھی قائم کرے گا، دشمنوں سے انتقام بھی لے گا اور اپنے ولیوں کا اکرام بھی کرے گا۔

سوال2: لوگ عذاب مانگنے میں جلدی کیوں کرتے ہیں؟

جواب:(1) لوگ عذاب کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے ہیں۔ (2) لوگ گذشتہ قوموں کی ہلاکت سے سبق نہیں لیتے۔

(3) لوگ عذاب کو دور سمجھتے ہیں۔

سوال3:﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ ''اور یقیناً آپ کے رب کے ہاں کا ایک دن ایک ہزار سال کی مانند ہے اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور یقیناً آپ کے رب کے ہاں کا ایک دن ایک ہزار سال کی مانند ہے اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو'' قیامت کا دن اپنی شدت اور ہولناکی کی وجہ سے ہزار برس کا لگے گا۔

(2)(i) اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے حساب سے جلدی کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے حساب میں دن اتنا طویل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ آدھے دن کی مہلت دے تو 500 برس اور دن کا چوتھائی حصہ مہلت دے تب بھی 250 سال بنتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کو ایک گھنٹے کی مہلت بھی ملے تو 40 سال ہیں۔ (ایسر التفاسیر) (ii) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ بات جلدی یا دیر کی نہیں بات یہ ہے کہ تم نے مانگا ہے اور عذاب آئے گا۔

(3) عذاب دنیا میں آئے یا آخرت تک مؤخر کر دیا جائے آخرت کا دن تو آ کر رہے گا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''فرشتے اور روح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔'' (المعارج:4)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ ''وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ (کام) ایک دن میں اُس کی طرف اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے، اس میں سے جو تم شمار کرتے ہو۔'' (السجدہ:5)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نادار وفقیر مومن دولت مندوں سے نصف دن، یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔'' (ابن ماجہ:4122)

(7) سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کی مہلت سے عاجز نہیں رکھے گا۔'' (ابوداؤد:4349)

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾

''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے'' (48)

سوال 1: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی'' یعنی کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو میں نے طویل مدت تک مہلت دی باوجود اس کے کہ

(2) ﴿وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ ''اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں'' یعنی وہ ظلم کرنے والی تھیں لیکن ان کا ظلم کرنا عذاب کو جلدی لانے کا سبب نہ بنا۔

(3) ﴿ثُمَّ اَخَذْتُهَا﴾ ''پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا'' یعنی جب ان کا وقت آیا تو میں نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا۔

(4) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے'' (بخاری:4686)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ان عذاب زدہ لوگوں (کی بستیوں) پر تمہارا گزر ہو تو

روتے ہوئے گزرو، اگر تم رونہ سکو تو ان بستیوں میں مت جاؤ، ایسا نہ ہو کہ ان جیسا عذاب تم پر بھی نازل ہو جائے۔" (بخاری:433)

(6)﴿وَاِلَیَّ الْمَصِیْرُ﴾ "اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے" یعنی اگر دنیا میں ان پر عذاب نازل بھی ہو گیا تب بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔ اس لیے اس کی دی ہوئی مہلت کے دھوکے میں نہ رہیں اور اس عذاب سے ڈریں۔

(7)﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا ہے تو میں نے اُن کو مہلت دی جنھوں نے کفر کیا پھر میں نے انہیں آ پکڑا تو کیسا تھا میرا عذاب! (الرعد:32)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا قانون مہلت کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ پہلے مہلت دیتے ہیں۔ (2) پھر ظلم کرنے والوں کو پکڑ لیتے ہیں۔

(3) عذاب میں تاخیر ہو جائے تب بھی اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ لوٹ کر تو بالآخر رب کے پاس ہی آنا ہے۔

رکوع نمبر: 14

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

"آپ کہہ دیں اے لوگو! یقیناً میں تمہیں کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔" (49)

سوال 1: ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ "آپ کہہ دیں اے لوگو! یقیناً میں تمہیں کھلا خبردار کرنے والا ہوں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ﴾ "آپ کہہ دیں اے لوگو!" جب کفار نے نبی ﷺ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ کیا تو رب العزت نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں۔

(2)﴿اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ "یقیناً میں تمہیں کھلا خبردار کرنے والا ہوں" کہ میرے رب نے مجھے آپ کی طرف نذیر بنا کر بھیجا ہے کہ میں تمہیں اس عذاب سے خبردار کر دوں جو آنے والا ہے۔ اب وہ جلدی آئے یا دیر سے، میرے اختیار میں یہ معاملہ نہیں ہے۔

(3)(i) نبی کا اصل کام ہی لوگوں کو برے انجام سے ڈرا دینا ہے۔ (ii) اسلام کی دعوت کا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو برے دن سے خبردار کر دیا جائے۔

(4) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو پیام مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی اور میری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اپنی قوم کو آ کر متنبہ کیا اور کہا میں نے اپنی آنکھوں سے دشمن کے لشکر کو پہاڑ کے اس طرف دیکھا ہے اور میں

تمہارے لیے نذیر عریاں ہوں پس جلدی کرو۔ جلدی کرو۔ اور (بھاگو بھاگو) کچھ لوگوں نے اطلاع دینے والے کی بات مان لی اور رات ہی سے چل دیئے اور فرصت کو غنیمت سمجھ کر روانہ ہو گئے اور بچ گئے اور کچھ لوگوں نے اس کے کہے کو سچ نہ جانا اور صبح تک وہ اپنی جگہ پر رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صبح کو دشمن کے لشکر نے ان پر حملہ کر دیا سب کو غارت کر دیا اور ان کی جڑ اکھاڑ کر رکھ دی۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے میرا کہا مانا اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر چلے اور ان لوگوں کی جنہوں نے میرا کہا نہ مانا اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کی انہوں نے تکذیب کی۔ (تفسیر مظہری:91/8)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گئی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔ اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ پکڑ کر آگ سے تمہیں نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرتے جاتے ہو۔ (بخاری:6483)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ''اور اپنے خاندان کے قرابت داروں کو ڈراؤ'' نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے (صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر) آواز دی کہ اے جماعت قریش! یا اسی طرح کا اور کوئی کلمہ، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ (اگر تم شرک و کفر سے باز نہ آئے تو) اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے لیے بالکل کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔ اے صفیہ، رسول اللہ کی پھوپھی! میں اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ اے فاطمہ! محمد ﷺ کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے لے لو لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ (بخاری:4771)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ یہود کے بیت المدارس میں گئے آپ نے انہیں آواز دی اور فرمایا: اے یہودیو! اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔ اس پر یہودیوں نے کہا اے ابو القاسم! آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: یہی میرا مقصد ہے اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔ انہوں نے پھر کہا: اے ابو القاسم! آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔ (بخاری:3478)

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾

''تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں ان کے لیے بڑی مغفرت اور باعزت رزق ہے۔'' (50)

سوال 1: ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ''تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے

نیکیاں کیں ان کے لیے بڑی مغفرت اور باعزت رزق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں''یعنی جولوگ شرک اور نافرمانی کے کام چھوڑ کر اسلام لے آئے۔(2) جن لوگوں نے نیک اعمال سے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔(الاساس:3580/7)

(3)﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾''ان کے لیے بڑی مغفرت ہے''یعنی اللہ تعالیٰ ان کے پہلے گناہوں کو ڈھانپنے والا ہے۔

(4) جب ان سے کوئی گناہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتے ہیں۔

(5)﴿وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾''اور باعزت رزق ہے''رزقِ کریم سے مراد عزت کی روزی ہے جو باعزت بھی ہوتی ہے اس کا ذریعہ بھی پاک ہوتا ہے۔

(6) اس سے مراد جنت ہے،یعنی رزق کی اقسام میں بہترین قسم،جو تمام فضائل کی جامع اور تمام کمالات سے بڑھ کر ہے۔(سعدی:1734/2)

(7)﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ج وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ج وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔''(الزخرف:71)

﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوششیں کیں اس حالت میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں،وہی دوزخ والے ہیں''(51)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوششیں کیں اس حالت میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں،وہی دوزخ والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ﴾''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوششیں کیں اس حالت میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں''اللہ تعالیٰ کی آیات سے مراد اللہ تعالیٰ کی سچائی کے دلائل اور اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے۔

(2)﴿مُعٰجِزِيْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ان کا گمان ہے کہ وہ عاجز کردیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان پر گرفت کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

(3) یعنی جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ ان کی سازش کامیاب ہوجائے گی۔

(4)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾''وہی دوزخ والے ہیں''یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو نیچا دکھانے کی تگ ودو کرتے ہیں وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ان کے عذاب میں کوئی کمی نہ ہوگی،نہ ان سے دردناک عذاب ہٹایا جائے گا۔

(5) جولوگ ایمان والوں کو نیچا دکھانے کے لیے ان سے دشمنی رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنا مقصد حاصل کریں گے اور یہ ہمیشہ کے

عذاب میں رہیں گے۔﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم اُن کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے۔'' (النحل:88)

سوال 2: لوگوں کا یہ گمان کیوں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کردیں گے؟

جواب: لوگ بعث بعد الموت اور حساب کتاب کے منکر تھے اس لیے ان کا خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کردیں گے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ج فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اُس نے تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں خلل ڈال دیا تو جو کچھ بھی شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (52)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا'' رب العزت نے فرمایا کہ محمد ﷺ سے پہلے کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں گزرا۔

(2) ﴿اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى﴾ ''مگر اُس نے تمنا کی'' یعنی جب بھی ان میں سے کسی نے تلاوت کی جس کے ذریعے وہ نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

(3) ﴿اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ﴾ ''شیطان نے اس کی تمنا میں خلل ڈال دیا'' یعنی اس کی تلاوت میں ایسے امر سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتا جو اس کی تلاوت کے متضاد ہوتا حالانکہ انبیاء اور رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے سلسلے میں معصوم رکھا ہے اور اپنی وحی کی ہر چیز سے حفاظت کی تاکہ اس میں کوئی چیز مل نہ پائے۔

(4) شیطانی القاء کو قرار نہیں ملتا۔ یہ وقتی طور پر لاحق ہوتا ہے پھر ختم ہو جاتا ہے اسی لیے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ (112) وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ (113)﴾ ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے۔ چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ اور تاکہ اس

(جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اسے پسند کریں اور تا کہ وہ بھی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔'' (انعام:112،113)

(5)﴿تَمَنّٰى﴾ کے معنی تمنا یا آرزو کرنا بھی لغوی لحاظ سے درست ہیں اور تلاوت کرنا بھی۔ ترجمہ میں پہلے معنی کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی یا رسول کوئی بھی آرزو کرتا ہے (اور نبی کی بڑی سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کرلیں اور اس دعوت کو فروغ عام حاصل ہو) تو شیطان اس کی خواہش کی تکمیل میں کسی طرح کی رکاوٹیں ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی کہ حرمت علیکم المیتة تو بعض لوگوں نے یہ اعتراض جڑ دیا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا جانور تو حرام ہوا اور انسان کا مارا ہوا (ذبح کیا ہوا) حلال؟ یہ خالصتاً شیطانی وسوسہ تھا۔ اسی طرح جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم﴾ تم بھی اور اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اور آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو کافروں نے فوراً یہ اعتراض جڑ دیا کہ پرستش تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کی بھی کی جاتی ہے تو کیا یہ ہستیاں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گی؟ یہ بھی خالصتاً شیطانی وسوسہ تھا۔ ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ دوسری صریح اور محکم آیات نازل فرما کر شکوک وشبہات اور شیطانی وساوس کو دور فرما کر اپنے حکم کی وضاحت فرما دیتے ہیں۔ بعض تفاسیر میں ایک واقعہ مندرج ہے جو یوں ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ سورۃ النجم کی تلاوت فرما رہے تھے اور یہ تلاوت مشرکین مکہ بھی پاس بیٹھے سن رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائیں۔ افرایتم الات والعزی ومنات الثالثة الاخری تو شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر درج ذیل الفاظ یوں پڑھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ آپ ہی کی زبان سے ادا ہوئے ہیں: ﴿تلك الرابين العلى وان شفاعتهن لترجى﴾ یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں یعنی لات، عزی اور منات۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی شفاعت کی یقیناً توقع کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ جب مشرکین مکہ نے یہ الفاظ سنے تو ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو گئے کہ ان کے بتوں کا بھلائی سے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ بڑی غور سے آپ کی تلاوت کو سننے لگے اور سورہ النجم کے اختتام پر دیگر مسلمانوں نے سجدہ کیا تو ساتھ ہی مشرکین مکہ نے بھی سجدہ کیا۔ (تیسیر القرآن:3/171،172)

سوال 2: اللہ تعالیٰ شیطان کی رکاوٹوں کو کیسے دور کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ تلاوت میں ملاوٹ کو ناکام بناتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے شکوک دور کرتے ہیں۔
(3) اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو پختہ ثابت کرتے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ دعوت کے سلسلے کے تمام شبہات کو دور کر دیتے ہیں۔

سوال 3: ﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُس کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اللہ تعالیٰ اُس کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' پھر اللہ تعالیٰ اس شیطانی القاء کو مٹا دیتا ہے، اس کو زائل کر کے یہ واضح کر دیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات نہیں ہیں۔

(2)﴿ثُمَّ يُحْكِمُ اللهُ اٰيٰتِهٖ﴾''پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے'' یعنی وہ اپنی آیات کی حفاظت کرتا ہے۔اس طرح وہ آیات شیطان کے القاء سے محفوظ رہتی ہیں۔

(3)﴿وَاللهُ عَلِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال درجے کا علم رکھتا ہے۔وہ علم کا مالک ہے، وہ اپنے کامل علم سے اپنی وحی کی حفاظت کرتا ہے اور شیطان کی ڈالی ہوئی باتوں کو زائل کر دیتا ہے۔

(4)﴿حَكِيْمٌ﴾اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے۔وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔اس نے اپنی حکمت سے شیاطین کو دلوں میں باتیں ڈالنے کا اختیار دیا ہے۔

(5)وہ اپنی حکمت سے جس کو چاہتا ہے دلوں میں راسخ کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق مٹا دیتا ہے۔

﴿لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ ۢ بَعِيْدٍ﴾

''تاکہ جو شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ان لوگوں کے لئے فتنہ بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں''(53)

سوال1:﴿لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ ۢ بَعِيْدٍ﴾''تاکہ جو شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ان لوگوں کے لئے فتنہ بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ﴾''تاکہ جو شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بنا دے'' یعنی نبی یا رسول کی تلاوت سے شیطان ایسے کلمات دلوں میں ڈالتا ہے۔

(2)﴿فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾''ان لوگوں کے لئے فتنہ جن کے دلوں میں بیماری ہے'' جس سے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

(3)القاء دو قسم کے لوگوں کے لیے فتنہ بنتا ہے: جن کے دلوں میں بیماری ہے یعنی جو کامل ایمان نہیں رکھتے، جن کے دلوں میں معمولی سا شک یا شبہ ہوتا ہے وہ جب شیطانی القاء کو سنتے ہیں تو ان کے دلوں میں شک گھر کر لیتا ہے اور یوں وہ فتنے میں گھر جاتے ہیں۔

(4)﴿وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ﴾ جن کے دل سخت ہوتے ہیں ان پر نہ نصیحت اثر کرتی ہے نہ نبی کی بات انہیں سمجھ آتی ہے۔ وہ شیطانی القاء کو اپنے لیے دلیل بنا کر جھگڑا کرتے ہیں اور رسول کی مخالفت کے لیے ہتھیار بنا لیتے ہیں۔

(5) شیطان جو کچھ دلوں میں ڈالتا ہے وہ ان کے لیے فتنہ بن جاتا ہے اور دلوں کی برائی ظاہر ہو جاتی ہے۔

﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍ مبَعِیْدٍ﴾ ''اور بے شک ظالم یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں''یعنی اے محمدؐ! تمہاری قوم کے مشرک اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں حق سے بہت دور ہیں۔

سوال 2: شیطان کی ڈالی ہوئی بات لوگوں کے لیے فتنہ کیسے بن جاتی ہے؟

جواب: (1) شیطان لوگوں کے دلوں میں شوشے ڈال دیتا ہے تاکہ لوگوں کے دل فتنے میں مبتلا ہو جائیں۔

(2) شیطان کی کوششوں سے دل کے مریض اور سنگ دل لوگ شوشے کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور حق سے دور چلے جاتے ہیں۔

سوال 3: شیطان کے جال میں کون لوگ پھنس جاتے ہیں؟

جواب: شیطان کے جال میں وہ لوگ پھنستے ہیں جن کے دل میں کفر اور نفاق ہوتا ہے یا گناہ کر کے اُن کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔

سوال 4: ظالم لوگ دور کی گمراہی میں کیسے چلے جاتے ہیں؟

جواب: ظالموں کے لیے شوشے فتنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''اور تاکہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے جان لیں کہ آپ کے رب کی جانب سے یقیناً وہ حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں پس اُن کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے راستے کی طرف ضرور ہدایت دینے والا ہے''۔(54)

سوال 1:﴿ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''اور تاکہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے جان لیں کہ آپ کے رب کی جانب سے یقیناً وہ حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں پس اُن کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور تاکہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے جان لیں کہ آپ کے رب کی جانب سے یقیناً وہ حق ہے''یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے وہ حق اور باطل، صحیح اور غلط میں تمیز کر لیں۔

(2)علم والے جان لیتے ہیں اورانہیں یقین ہے کہ قرآن حق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جانے والی وحی ہے۔رب العزت نے اسے اپنی حفاظت میں اتارا ہے۔اس میں کوئی باطل چیز شامل نہیں ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے'' (فصلت:42)

(3)﴿فَیُؤْمِنُوْا﴾ ''تو وہ اس پر ایمان لے آئیں''علم والے حق پہچان کر اس پر ایمان لے آئیں۔

(5)﴿فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''پس اُن کے دل اس کے لیے عاجز ہوجائیں''یعنی قرآن کی صداقت اور عظمت کے سامنے ان کے دل جھک جائیں، وہ قرآن کی حکمت کو قبول کریں اور تسلیم کرلیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت ہے۔

سوال2: شیطان کا القاء، شیطانی اغواء اہل ایمان کو حق پہچاننے تک، ایمان اور اخبات تک کیسے لے جاتا ہے؟

جواب: شیطانی القاء ہمیشہ بے بنیاد ہوتا ہے۔جب کبھی شیطان شوشے چھوڑتا ہے تو اہل ایمان کے لیے یہی موقع ہوتا ہے کہ وہ حق کو واضح کر کے لوگوں کے لیے ثابت شدہ بنادیں۔اس کی وجہ سے ایمان والے حق کو پہچانتے ہیں۔اس سے اُن کا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ سے اُن کی عاجزی میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

سوال3:﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے راستے کی طرف ضرور ہدایت دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے راستے کی طرف ضرور ہدایت دینے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور دنیا میں انہیں حق کے علم اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی سیدھا راستہ دکھائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے۔'' (ابراھیم:27)

سوال4: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کیسے سیدھا راستے پر چلاتے ہیں؟

جواب:(1)ایمان والے اپنے ایمان میں سنجیدہ ہوتے ہیں ان کی سنجیدگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

(2)اہل ایمان جھوٹے پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوتے اس لیے وہ الفاظ سے دھوکہ نہیں کھاتے۔

(3)اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے لیے اُن کے ایمان کو ایسا علم بنادیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ باتوں کی گہرائی تک جاتے ہیں۔اور ظاہر میں

نہیں اٹکتے۔ایسے ہی اللہ تعالیٰ انہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ حق کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں اور اس کی اتباع کی توفیق بھی دیتے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ باطل کی سمجھ بھی دیتے اور اہل ایمان کو اس سے بچا بھی لیتے ہیں۔

﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہمیشہ اس سے شک ہی میں پڑے رہیں گے حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت آجائے یا اُن پر بانجھ دن کا عذاب آجائے''(55)

سوال 1: ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہمیشہ اس سے شک ہی میں پڑے رہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہمیشہ اس سے شک ہی میں پڑے رہیں گے۔'' کافروں کا شک قیامت تک دلوں میں رہے گا، وہ قرآن کے بارے میں شک میں ہیں۔ یہ تردد دلوں سے نہیں جائے گا۔شیطان نے جو شکوک ان کے دلوں میں ڈالے ہیں وہ حشر تک رہیں گے۔

(2) ﴿حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً﴾ ''حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت آجائے'' حتیٰ کہ ان پر قیامت آجائے۔

(3) ﴿أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ﴾ ''یا اُن پر بانجھ دن کا عذاب آجائے'' یعنی قیامت کا عذاب آجائے۔(i) بانجھ دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔(ii) قیامت کو يَوْمٍ عَقِيمٍ کہا گیا ہے کیونکہ قیامت کے بعد کوئی دن نہیں ہوگا۔

(4) جب قیامت آئے گی تو کفر کرنے والے نادم ہوں گے لیکن اس دن انہیں ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔اس وقت وہ حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم نے رسول پر ایمان کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔(5) اس آیت میں شکوک وشبہات پر قائم رہنے سے ڈرایا گیا ہے۔

﴿الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ط يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ط فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾

''اُس دن بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی، وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، پھر جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے''(56)

سوال 1: ﴿الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ط يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ط فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ ''اُس

دن بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی، وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، پھر جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾ ''اُس دن بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی'' یعنی قیامت کے دن بادشاہت، اقتدار، اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہوگا۔ (2)﴿يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ﴾ رب العزت سب کے درمیان عدل وانصاف کرے گا۔

(3)﴿يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ج لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ط لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے'' (المومن:16)

(4)﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ط وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾ ''اُس روز حقیقی بادشاہت رحمٰن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا'' (الفرقان:26)

(5)﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''پھر جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے۔'' جو لوگ اس قرآن پر ایمان لائے اور اس پر جس نے اسے نازل کیا اور اس پر جس پر نازل کیا گیا انہوں نے اس پر عمل کیا جو اس میں حلال وحرام ہیں اور جو اس کے حدود اور فرائض ہیں۔ (جامع البیان 205/17) انہیں جنت کی ایسی نعمتیں عطا کی جائیں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ عقل ان کا اندازہ کرسکتی ہے نہ کوئی ان کی حقیقت کو بیان کرسکتا ہے۔

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سیدھی چال چلتے رہو اور خوش ہو جاؤ کیونکہ کسی کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے؟ فرمایا: ''اور نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی مغفرت اور رحمت سے ڈھانپ لے گا۔'' (بخاری ومسلم)

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو ایسے ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے'' (57)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو ایسے ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا حق کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔

(2)﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾''تو ایسے ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے'' کیوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی، پیغمبروں کی اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی توہین کی۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جولوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے۔''(غافر:60)

رکوع نمبر:15

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی، پھر انہیں قتل کردیا گیا یا وہ مرگئے تو اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً اچھا رزق دے گا۔

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بہترین رزق دینے والا ہے''(58)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی، پھر انہیں قتل کردیا گیا یا وہ مرگئے تو اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً اچھا رزق دے گا۔اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بہترین رزق دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾''اور جن لوگوں نے ہجرت کی''یعنی جن لوگوں نے دیارِ کفر سے ہجرت کی اور دارالایمان مدینہ میں چلے آئے۔

(2)﴿فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یعنی جنہوں نے دنیا کے لئے گھر بار نہیں چھوڑے، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے دین اور اس کے اولیاء کی نصرت کے لئے ہجرت کی۔(ایسر التفاسیر:960)

(3)اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب کسی علاقے میں اپنے اسلام کو بچانا ناممکن ہوجائے، ظلم حد سے بڑھ جائے تو اپنے خاندان، وطن، مال، یادوں اور ساز وسامان کو اللہ تعالیٰ پر قربان کرکے، اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ایسی جگہ چلے جانا جہاں ایمان بچانا ممکن ہو۔

(4)﴿ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا﴾''پھر انہیں قتل کردیا گیا یا وہ مرگئے''یعنی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہجرت کرکے گھر سے نکلا اور اس کے دین کی عظمت اور سربلندی کی خاطر نکل کھڑا ہوا اور جہاد کرتے کرتے شہید ہوگیا یا گھر میں وفات پا گیا وہ اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ درجے کا حق دار بن گیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ م

بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (النساء:100)

(5) ﴿ لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً اچھا رزق دے گا'' یعنی نعمتوں بھری جنتوں میں داخل کرے گا۔ وہاں سدابہار زندگی، رونقیں، آرام اور قلب اور قالب کی ساری نعمتیں جمع ہوں گی۔

(6) اس میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کشادہ اور اچھے رزق کی ذمہ داری اٹھائی ہے، خواہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ بستر پر جان دے یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید کر دیا جائے، ان سب کے لئے رزق کی ضمانت ہے۔ اس لئے ہجرت کرنے والے کو یہ وہم لاحق نہ ہو کہ جب وہ اپنے گھر بار اور مال و اولاد کو چھوڑ کر نکلے گا تو محتاج ہو جائے گا کیونکہ اس کا رازق وہ ہے جو سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا ہے۔ (تفسیر سعدی:1738/2)

(7) ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔'' (آل عمران:169)

(8) ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بہترین رزق دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ بہترین رزق عطا فرمانے والا ہے۔ وہ بغیر حساب کے رزق دینے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں۔ اس کے سوا کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴾ ''چنانچہ ان کے رب نے ان کی دُعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیئے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔'' (آل عمران:195)

سوال 2: رزق حسن سے کیا مراد ہے؟

جواب: رزق حسن سے مراد جنت کی نعمتیں ہیں جو کبھی فنا نہیں ہوں گی۔

سوال3: دنیا کی زندگی میں کون قربانیاں دیتا ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی میں وہ قربانیاں دیتا ہے جس کے لیے ایمان سب سے قیمتی چیز ہو۔

سوال4: اللہ تعالیٰ رزق دینے والوں سے سب سے اچھا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ بغیر حق کے رزق دیتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ بغیر سوال کے رزق دیتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ اصل رازق ہے اس لیے وہ سب رازقوں سے اچھا ہے کیونکہ باقی تو اسی کے دیئے ہوئے کو دیتے ہیں۔

﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً ایسی جگہ میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور سب کچھ جاننے والا، بے حد بردبار ہے''(59)

سوال1: ﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً ایسی جگہ داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور سب کچھ جاننے والا، بے حد بردبار ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً ایسی جگہ داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے'' اس سے مراد یا تو وہ شہر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح کئے، خاص طور پر مکہ مکرمہ، کیونکہ اہل ایمان مکہ مکرمہ میں نہایت مسرت اور رضا کی حالت میں داخل ہوئے تھے یا اس سے مراد آخرت کا رزق اور جنت میں داخل ہونا ہے۔ پس آیت کریمہ رزق کی دونوں اقسام، یعنی رزق دنیا اور رزق آخرت دونوں کو جمع کرنے والی ہے۔ لفظ کا اطلاق دونوں کے لئے درست اور معنی دونوں کے صحیح ہیں۔ ان تمام معانی کے اطلاق سے کوئی امر مانع نہیں۔ (تفسیر سعدی: 1738,1739/2)

(2) ﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً ایسی جگہ میں داخل کرے گا'' یعنی قیامت کے دن وہ داخل ہوں گے۔ ﴿مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ﴾ ''جسے وہ پسند کریں گے'' اور وہ جنت ہے۔ (ایسر التفاسیر: 960)

(3) ﴿فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۸۸) فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ (۸۹)﴾ ''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے۔ تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے۔'' (الواقعہ: 88,89)

(4) ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (۱۶۹) فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۷۰) يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۷۱)﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ

سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس پر وہ بہت خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ وہ خوشیاں منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور فضل پر اور اس پر کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' (آل عمران:169۔171)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! حارثہ کے بارے میں بھی آپ ﷺ مجھے کچھ بتائیں۔ (حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے، انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر لگا تھا) کہ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کرلوں اور اگر کہیں اور ہے تو اس کے لیے روؤں دھوؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام حارثہ رضی اللہ عنہا! جنت کے بہت سے درجے ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوسِ اعلیٰ میں جگہ ملی ہے۔ (بخاری:2809)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اصحاب بئر معونہ، یعنی ان ستر (70) صحابہ کے بارے میں روایت ہے جنہیں ایک ہی دن دھوکے سے شہید کر دیا گیا تھا۔ جن لوگوں نے ان کو شہید کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے قنوت میں ان کے لیے بددعا اور لعنت بھی فرمائی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئے تھے: ﴿بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا﴾ ہماری طرف سے ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس طرح ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے اور اس نے ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔'' (بخاری:677)

(7) ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور سب کچھ جاننے والا، بے حد بردبار ہے'' اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ بندوں کے ظاہری اور باطنی اعمال کو جانتا ہے۔ وہ سچے مہاجروں اور سچے مجاہدوں کو جانتا ہے، ان میں سے کون کیسے ثواب کا حق دار ہے وہ علیم خوب جانتا ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک عمل کرنے والوں کے درجات اور مراتب کو جانتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ معاف کرتا ہے، درگزر کرتا ہے، گناہ گار کی ستر پوشی کرتا ہے، وہ بڑے تحمل والا ہے، اپنے حلم سے درگزر فرماتا ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ ہجرت اور توکل کی وجہ سے خطائیں مٹا دیتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ کے حلیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر اور شرک کرنے والوں کی گستاخیاں دیکھتا ہے۔ ان کو قدرت رکھنے کے باوجود سزا نہیں دیتا، انہیں مسلسل رزق دیتا ہے اور اپنا فضل عطا فرماتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ایسی جگہ پہنچائے گا جہاں وہ راضی ہو جائیں گے؟

جواب (1) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ایسی جگہ پہنچائے گا جو ایمان کو سب سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ دُنیا میں ایمان کی وجہ سے قربانیاں دینے والوں کو آخرت کا سب سے قیمتی مقام دے گا۔ جہاں خوشیاں ہوں گی، راحتیں ہوں گی، جہاں ایمان والے راضی ہو جائیں گے۔

سوال 3: جنت سے اہل ایمان کیسے راضی ہوجائیں گے؟

جواب: جنت کی نعمتیں ایسی ہیں جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کانوں نے سنا نہیں، جس کے بارے میں کسی انسان کے دل میں وہم وگمان بھی نہیں گزرا۔ایسی نعمتیں پاکر اہل ایمان راضی ہوجائیں گے۔

﴿ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾

''یہ اور جوکوئی بدلہ لے جیسا کہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی، پھراُس پر زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔بے شک اللہ تعالیٰ نہایت درگزر کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (60)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ ''یہ اور جوکوئی بدلہ لے جیسا کہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی، پھراُس پر زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔بے شک اللہ تعالیٰ نہایت درگزر کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی یہ رزق حسن، عزت والے پسندیدہ مقام میں داخلہ ان کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارے جائیں اور ان کے لئے دنیا میں ان کے دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے۔(تفسیر المراغی:251/6)

(2) ﴿وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ﴾ ''اور جوکوئی بدلہ لے جیسا کہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی'' جس شخص کے ساتھ زیادتی اور ظلم کا ارتکاب کیا گیا ہو، اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس ظالم کا مقابلہ ویسی ہی زیادتی کے ساتھ کرے۔اگر وہ ایسا کرے تو اس پر کوئی مؤاخذہ اور کوئی ملامت نہیں۔پس اگر اس کے بعد بھی وہ اس پر زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس ظالم کی مدد کرے گا کیونکہ وہ اب مظلوم ہے، اس بنا پر اس کو ظلم وزیادتی کا نشانہ بنانا جائز نہیں کیوں کہ اس نے اپنا حق وصول کرلیا ہے۔پس جب دوسرے سے اس کی برائی کا بدلہ لینے والا شخص اپنا بدلہ لینے کے بعد زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس دوسرے کی (جواب مظلوم ہے) مدد فرماتا ہے اور وہ مظلوم جو سرے سے بدلہ ہی نہ لے، تو اس کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی مدد بہت زیادہ قریب ہے۔(تفسیر سعدی:1740،1739/2)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نہایت درگزر کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کو معاف کردیتا ہے، ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، وہ ان کے گناہ بخش دیتا ہے اور ان گناہوں کو دور کرکے ان کے آثار بھی مٹا دیتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی، دائمی اور لازم وصف ہے اور ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ عفو اور مغفرت کا معاملہ ہوتا ہے، اس لئے اے وہ مظلوم لوگو! جن کے خلاف جرم کیا گیا ہے، تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم معاف کردو، درگزر سے کام لو اور بخش دو تاکہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرے جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ

﴿لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی بُرائی ہے۔ پھر بھی جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا۔'' (الشوریٰ:40) (تفسیر سعدی:1740،1739/2)

(4) اللہ تعالیٰ نے معافی کی ترغیب دی ہے کہ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا ہے تم بھی درگزر کرو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی نصرت کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نصرت کی شرائط یہ ہیں کہ (1) سزا بطور قصاص دی جائے۔ (2) سزا میں زیادتی نہ ہو۔ (3) سزا میں غلو نہ کیا جائے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ ۢ بَصِيۡرٌ﴾

''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (61)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ ۢ بَصِيۡرٌ﴾ ''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی یہ نصرت، یہ مدد اس لئے ہے جو باغی اور ظالم کا مقابلہ ویسی ہی زیادتی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس پر جو وہ چاہتا ہے۔ (جامع البیان:206/17)

(2) ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ﴾ '' اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے کائناتی تبدیلی سے ظالمانہ نظام کی تبدیلی اور آنے والی صبح ایمان کی بشارت دی ہے۔

(3) وہ رات کو دن میں داخل کرتا یعنی رات کا کچھ حصہ لے کر دن کو بڑا کر دیتا ہے جیسے گرمیوں کے دن بڑے ہوتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے تو رات بڑی ہو جاتی ہے جیسے سردیوں کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔

(4) دن اور رات میں کمی بیشی سے موسم مترتب ہوتے ہیں۔ اسی پر دن رات اور سورج چاند کے فائدوں کا انحصار ہے۔ موسموں کا یہ اختلاف انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے۔

(5) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ ۢ بَصِيۡرٌ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ تمہارے حالات سے وہ بے خبر نہیں، وہ خود مشاہدہ کرتا ہے اور سنتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے یقین دلایا ہے کہ وہ عینی شاہد ہے، اس لیے وہ بندوں سے ان کے ظلم کا بدلہ لے لے گا۔

(6) بندوں کی زبان کے اختلاف اوران کی مختلف حاجات کے باوجودوہ ان کی چیخ وپکار میں ہرایک کی بات سنتا ہے۔﴿سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جواس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جورات کو چھپنے والا ہے اوردن میں چلنے والا ہے۔'' (الرعد:10)(تفسیر سعدی:1740/2)

(7) سمیع وہی ہے جوتمام مسموعات کا اور اصوات،کلمات اور عبادات کا سننے والا ہے۔

(8) سمیع وہی ہے جوکروڑوں آوازوں کوسنتا ہے اورسب کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ بصیر ہے۔اس سے رات کی تاریکیوں میں بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔وہ سیاہ رات میں سیاہ چیونٹی کوسیاہ پتھر پر چلتے دیکھتا ہے۔ کائنات میں اسی کا تصرف ہے۔وہ ایسا حاکم ہے جس کا حکم ٹالنے کی کسی کومجال نہیں۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ وَاَنَّ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ هُوَ الۡبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ﴾

''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بلند وبالا ہے، بہت بڑا ہے'' (62)

سوال1:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ وَاَنَّ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ هُوَ الۡبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ﴾ ''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بلند وبالا ہے، بہت بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی جو بہترین رزق دینے والا علیم وحلیم ہے۔جومعاف کرنے والا،بخش دینے والا ہے،جوسمیع وبصیر ہے،جو حکم دیتا ہے،جس کا کائنات میں تصرف ہے۔

(2)﴿بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ﴾ ''اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حق ہے'' وہ ثابت ہے جو ہمیشہ سے ہے،وہ زائل ہونے والانہیں،وہ ''اول'' ہے اس سے پہلے کچھ نہ تھا وہ ''آخر'' ہے اس کے بعد کچھ نہیں،وہ کامل اسماء وصفات کا مالک،وعدے کا سچا،اس کا وعدہ حق ہے،اس سے ملاقات ہونا حق ہے،اس کا دین حق ہے،اس کی عبادت حق،نفع منداور ہمیشہ رہنے والی ہے۔(تفسیر سعدی:1740,1741/2)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لَهٗ دَعۡوَةُ الۡحَـقِّ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا يَسۡتَجِيۡبُوۡنَ لَهُمۡ بِشَىۡءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيۡهِ اِلَى الۡمَآءِ لِيَبۡلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ‌ؕ وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ﴾ ''اسی کو پکارنا برحق ہے اوراس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے مگراس شخص کی طرح جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والانہیں،اور کافروں کا پکارنا تو گمراہی میں ہے۔'' (الرعد:14)

(4)﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ ''اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے۔اس کے ماسوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں کیونکہ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔وہ زبردست، غلبے والا ہے،وہ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔اور جھوٹے معبود کسی نفع اور نقصان پر قادر نہیں۔

(5)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بلند و بالا ہے،بہت بڑا ہے'' وہ فی ذاتہٖ بلند ہے،اس لئے وہ تمام مخلوقات سے بلند ہے،وہ عالی قدر ہے،اس لئے وہ اپنی صفات میں کامل ہے،وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے،وہ اپنی ذات اور اسماء وصفات میں بلند ہے۔یہ اس کی عظمت و کبریائی ہے کہ قیامت کے روز زمین اس کے قبضہ قدرت میں اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ پر لپٹے ہوئے ہوں گے۔یہ اس کی کبریائی ہے کہ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر محیط ہے،یہ اس کی کبریائی ہے کہ تمام بندوں کی پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔وہ اس کی مشیت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتے۔وہ اس کے ارادے کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں نہ ساکن ہو سکتے ہیں۔اس کی کبریائی کی حقیقت کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا،کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی مرسل۔ہر صفت کمال و جلال،اور عظمت و کبریائی اس کے لئے ثابت ہے۔اس کی یہ صفت کامل ترین اور جلیل ترین درجے پر ہے۔یہ اس کی کبریائی ہے کہ زمین و آسمان والوں سے صادر ہونے والی عبادات کا مقصد اس کی تعظیم و کبریائی کا اقرار اور اس کے جلال و اکرام کا اعتراف ہے،بنابریں تکبیر تمام بڑی بڑی عبادات مثلاً نماز وغیرہ کا شعار ہے۔(تفسیر سعدی:2/1740،1741)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ﴾ ''چنانچہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند،بہت بڑا ہے۔'' (المؤمن:12)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کو اللہ تعالیٰ نے کیسے ثابت کیا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نظام کائنات کو کنٹرول کرتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ ہی حق ہے وہ قائم و دائم ہے۔
(3) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ سرکشوں سے بڑا بادشاہ ہے۔(5) اللہ تعالیٰ جباروں سے بہت بڑا ہے۔
(6) اللہ تعالیٰ کے ماسوا جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی برسایا؟ تو زمین سرسبز ہو گئی، یقیناً اللہ تعالیٰ نہایت باریک بین پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔''(63)

سوال 1:﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا؟ تو زمین سرسبز ہو گئی۔یقیناً اللہ تعالیٰ باریک بین، پوری طرح خبر

رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا'' یعنی کیا تم نے بصیرت کی آنکھ سے نہیں دیکھا؟

(2) رب العزت نے اپنی نشانیوں پر غور وفکر کی دعوت دی ہے جو اس کی توحید کے دلائل ہیں۔

(3)﴿اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی برسایا؟'' یعنی زمین پیاسی ہو، زمین پر قحط ہو اور نباتات اور درخت خشک ہو چکے ہوں تو آسمان پر تبدیلیاں کون لے کر آتا ہے؟ وہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، جو بادل اٹھا کر لاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیاسی زمین پر برستے ہیں۔ بارشوں کا برسانے والا وہی ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ اور وہ جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اُس کے ساتھ مُردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ (الزخرف:11)

(4)﴿فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً﴾ ''پھر زمین سرسبز ہو گئی'' پھر جب کسی جگہ ہر شے تر وتازہ اور سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے۔ سیاہ، خشک، ویران اور قحط زدہ زمین کیسے لہلہا اُٹھتی ہے کبھی تم نے غور کیا؟ رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ وَتَرَی الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ (٥)﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔'' (الحج:5)

(5)﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ (٩) وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ (١٠)﴾ ''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیے۔ اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں۔'' (ق:9-10)

(6)﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (٨٤) سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (٨٥) قُلْ مَنْ رَّبُّ

السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ (٨٦) سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ (٨٧) قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (٨٨) سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ (٨٩) ﴾ ''آپ پوچھیں کس کا ہے جوزمین اوراس میں ہے اگرتم جانتے ہو؟ وہ جلدہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دوتوکیاتم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ آپ پوچھیں سات آسمانوں کارب اورعرشِ عظیم کارب کون ہے؟ وہ جلدہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کہہ دوتوکیاتم ڈرتے نہیں؟ آپ پوچھیں کہ ہر چیزکی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اوروہی پناہ دیتا ہے اوراس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی اگرتم جانتے ہو؟ وہ جلدہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کہہ دوکہ کہاں سے تمہیں جادوکیاجاتا ہے؟'' (المومنون:84۔89)

(7) جوزمین کواس کی موت کے بعدزندہ کرتا ہے وہی مردوں کوزندہ کرے گا۔

(8) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ باریک بین، باخبرہے'' (اللطیف) سے مراد وہ ہستی ہے جوتمام اشیاء کے باطن، ان کے مخفی اموراوران کے تمام بھیدوں کوخوب جانتی ہے، جواپنے بندوں کوان دیکھے راستوں سے بھلائی عطاکرتی ہے اوران سے برائی کودورکرتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کالطف وکرم ہے کہ وہ اپنے بندے کواپنے انتقام میں، اپنی قوت اوراپنی قدرت کاملہ کانظارہ کرواتا ہے اورجب بندہ ہلاکت کے گڑھے پرپہنچ جاتا ہے تواس پراپنے لطف کااظہارکرتا ہے۔ یہ بھی اس کے لطف وکرم کاحصہ ہے کہ وہ بارش ہونے کی جگہوں اورزمین کے سینے میں چھپے ہوئے بیجوں کوجانتا ہے۔ وہ بارش کے اس پانی کواس بیج تک پہنچاتا ہے، جومخلوق سے مخفی ہے پھراس سے مختلف انواع کی نباتات اگاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1742،1741/2)

(9) خبیرسے مرادہے کہ وہ بندوں کی ضروریات سے خبردارہے۔ وہ اپنی کامل خبرکی بنیادپربندوں کے معاملات کی تدابیراوراصلاح کرتا ہے۔

﴿لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ﴾

''اُسی کا ہے جوآسمانوں میں ہے اورجوکچھ زمین میں ہے۔ اوربے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑابے پروا، تمام تعریفوں والاہے۔'' (64)

سوال1: ﴿لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ﴾ ''اُسی کا ہے جوآسمانوں میں ہے اورجوکچھ زمین میں ہے۔ اوربے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑابے پروا، تمام تعریفوں والاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''اُسی کا ہے جوآسمانوں میں ہے اورجوکچھ زمین میں ہے'' یعنی زمین وآسمان میں جوکچھ ہے اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ ان پراسی کی ملکیت اوراسی کاتصرف ہے۔ وہ اپنی قوت اورحکمت سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ اس کے سواکوئی ایسانہیں جس کے پاس کوئی اختیارہو۔

(2) ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ﴾ ''اوریقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے جوبے نیازہے، قابلِ تعریف ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ غنی ہے، وہ اپنی

ذات میں محمود ہےاوروہ اپنے اسماء میں محمود ہے کیونکہ اس کے تمام نام اچھے ہیں۔وہ اپنی صفات میں محمود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات، صفات کمال ہیں۔وہ اپنے افعال میں محمود ہے کیونکہ اس کے تمام افعال عدل واحسان اور رحمت وحکمت پر مبنی ہیں۔وہ اپنی تشریع میں محمود ہے کیونکہ وہ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں کوئی خالص یا راجح مصلحت ہواوروہ اسی چیز سے روکتا ہے جس میں کوئی خالص یا راجح فساد ہو۔وہ جس کے لئے ہر قسم کی ستائش ہے، جس نے زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور ان کے بعد جو کچھ وہ چاہے، سب کو لبریز کر رکھا ہے۔وہ ہستی کہ بندے اس کی حمد وثنا بیان کرنے سے قاصر ہیں بلکہ وہ ویسے ہی ہے جیسے اس نے خود اپنی حمد وثنا بیان کی ہے۔وہ اس حمد وثنا سے بالا وبلند تر ہے جو بندے بیان کرتے ہیں۔وہ جسے اپنی توفیق سے نوازتا ہے تو اپنی توفیق پر قابل تعریف ہے اور جب اس سے علیحدہ ہو کر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے تو اس پر بھی قابل تعریف ہے۔وہ اپنی حمد وثنا میں غنی اور اپنی غنا میں قابل تعریف ہے۔(تفسیر سعدی:2/1741،1743)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔“ (آل عمران:97)

(4) ﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔“ (محمد:38)

رکوع نمبر 16

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

”کیا آپ نے نہیں دیکھا یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو زمین میں ہے اور کشتیوں کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بڑی شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے“(65)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ﴾ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو زمین میں ہے اور کشتیوں کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا“ کیا تم نے اپنے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے احسانات کو نہیں دیکھا؟

(2) ﴿اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا“ رب العزت نے زمین کے حیوانات، جمادات اور نباتات کیسے تمہارے فائدے کے لیے تمہارے قبضے میں دے دیے ہیں۔تم ان جانوروں پر سواری کرتے ہو، ان کا گوشت کھاتے ہو، دودھ پیتے ہو، ان سے اپنے سامان کی نقل وحمل کے اور دیگر کام لیتے ہو۔نباتات، پھل، سبزیاں اور اجناس سے تم اپنی خوراک

حاصل کرتے ہو اور جمادات اور معدنیات سے تم کتنے فائدے اٹھاتے ہو؟ اس نے تمہیں معدنیات نکالنے کی قوت بھی عطا فرمائی ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کیا یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔'' (الجاثیہ:13)

(3)﴿وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ﴾ ''اور کشتیوں کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں'' یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کردیا، وہ جہاز اور کشتیاں سمندروں میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہیں اور پہاڑوں جیسی موجیں چیرتی پھاڑتی تمہارے سامان تجارت کو ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچاتی رہتی ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (النحل:14)

سوال 2:﴿ وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بڑی شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ ''اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے'' اللہ رحمٰن ورحیم کا حکم ہے کہ آسمان زمین پر نہیں گرتا۔ اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو آسمان زمین پر گر پڑتا اور زمین اور اس میں موجود ہر چیز کو ہلاک کردیتا۔

(2)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ڬ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں اور اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا، یقیناً وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (فاطر:41)

(3) جب قیامت آئے گی تو یہ قوانین معطل ہوجائیں گے، آسمان گر پڑے گا اور یہ نظام درہم برہم ہوجائے گا۔

(4)﴿اِذَا السَّمَاۗءُ انْفَطَرَتْ ۝ۙ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔'' (الانفطار:1,2)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا، اے محمد ﷺ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمین کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک انگلی پر، درخت اور نہروں کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی

پر رکھے گا۔ پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔اس پر نبی ﷺ ہنس دیئے اور یہ آیت پڑھی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ﴾ (بخاری:7451)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ رات میں یہ دعا کرتے تھے: ﴿اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ قَوْلُكَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ لِي غَيْرُكَ﴾ ''اے اللہ تعالیٰ! تیرے ہی لیے تعریف ہے تو آسمان و زمین کا مالک ہے۔ حمد تیرے لیے ہی ہے تو آسمان و زمین کا قائم کرنے والا ہے اور ان سب کا جو اس میں ہیں۔ تیرے ہی لیے حمد ہے تو آسمان و زمین کا نور ہے، تیرا قول حق ہے اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تیری ملاقات سچ ہے اور جنت سچ ہے اور دوزخ سچ ہے اور قیامت سچ ہے ۔ اے اللہ تعالیٰ! میں نے تیرے ہی سامنے سر جھکا دیا، میں تجھ ہی پر ایمان لایا، میں نے تیرے ہی اوپر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا۔ میں نے تیری ہی مدد کے ساتھ مقابلہ کیا اور میں تجھی سے انصاف کا طلب گار ہوں۔ پس تو میری مغفرت کر، ان تمام گناہوں میں جو میں پہلے کر چکا ہوں اور جو بعد میں مجھ سے صادر ہوں جو میں نے چھپا رکھے ہیں اور جن کا میں نے اظہار کیا ہے، تو ہی میرا معبود ہے اور تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔'' (بخاری:7385)

(7) ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بڑی شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یقیناً وہ لوگوں پر خود ان کی ذات سے بھی بڑھ کر، ان کے والدین سے بھی بڑھ کر شفیق اور مہربان ہے۔ رب العزت ان کے لیے بھلائی چاہتا ہے اور وہ اپنے لیے برائی چاہتے ہیں۔ فرمایا: ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ط وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ج وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ (٦)﴾ ''اور وہ بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی مانگتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرتناک سزائیں گزر چکیں اور یقیناً آپ کا رب لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے، اور یقیناً آپ کا رب بلاشبہ بہت سخت سزا والا بھی ہے۔'' (الرعد:6)

(8) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذیت کی بات سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں ہے، (کم بخت مشرک) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور وہ پھر بھی ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔'' (بخاری:7378)

(9) یہ اللہ تعالیٰ کی رأفت و رحمت ہے کہ آسمان زمین پر نہیں گرتا۔ ہر چیز جو جہان میں ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے اپنا وجود رکھتی ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات رؤف اور رحیم کے لیے کیا دلائل دیئے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو مسخر کر رکھا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے کشتی کو ایک قاعدے کا پابند بنایا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی چیزوں کو انسان کے لیے مفید بنا دیا ہے۔ یہ اس کی شفقت اور رحمت کا ثبوت ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے زمین کی کون کون سی چیزیں انسان کے لیے مسخر کر دی ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین کے طبعی حالات کو ایسا بنایا کہ زندہ رہنا ممکن ہو جائے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے جانور، درخت، نہریں اور انسان کے نفع اور لذت کے لیے بے شمار چیزیں انسان کے کام میں لگا دی ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے کشتیوں کو کیسے مسخر کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کشتیوں کو انسان کے کام میں لگانے کے لیے قوانین قدرت بنائے جن کے تحت سمندروں کے پانی کشتیوں کو راستہ دیتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے کشتیوں اور جہازوں کے توسط سے بحری تجارت کو ممکن بنا دیا۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو کیسے تھام رکھا ہے؟

جواب: (1) آسمان زمین پر نہیں گرتا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے زمین کو تباہ ہونے سے بچا رکھا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے آسمان میں اپنی قدرت کے قانون جاری کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے وہ زمین پر گر نہیں سکتا۔

﴿وَهُوَ الَّذِيٓ اَحۡيَاكُمۡ ۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَـكَفُوۡرٌ﴾

''اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں موت دے گا پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا، یقیناً انسان بلاشبہ بڑا ہی ناشکرا ہے'' (66)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيٓ اَحۡيَاكُمۡ ۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَـكَفُوۡرٌ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں موت دے گا پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا، یقیناً انسان بلاشبہ بڑا ہی ناشکرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيٓ اَحۡيَاكُمۡ ۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں موت دے گا'' اللہ تعالیٰ کی ذات کا بہت بڑا انعام ہماری حیات ہے، ہمارا نام ونشان بھی نہ تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہمیں زندگی عطا فرمائی۔

(2) ﴿ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ﴾ ''پھر وہی تمہیں موت دے گا'' یعنی زندگی کے بعد تمہاری اجل آ لے گی۔

(3) ﴿ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ﴾ ''پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا'' پھر تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا اور تمہیں تمہاری نیکی کی جزا اور برائی کا بدلہ دے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ ۚ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾ تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اُس نے تمہیں زندگی عطا کی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (البقرۃ:28)

(4)﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ کہیں گے: ”اے ہمارے رب! تُو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تُو نے ہمیں دو دفعہ زندگی دی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟“ (غافر:11)

(5)﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ﴾ ”یقیناً انسان بلا شبہ بڑا ہی ناشکرا ہے“ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مصیبتوں کے بعد جب نعمت ملتی ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ میرے رب نے مجھے مصیبت سے نکالا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کی قدر نہیں کرتا ہے۔ وہ اپنے رب کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔ (الدر المنثور:4/666)

سوال 2: زندگی کیسے آتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ علم غیب سے زندگی کے راز کا تعلق ہے۔ (2) زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے۔

سوال 3: موت کیسے آتی ہے؟

جواب: موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے۔

سوال 4: موت کے بعد زندگی کیسے آئے گی؟

جواب: (1) موت کے بعد کی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کے علم غیب سے تعلق رکھتی ہے۔ (2) موت کے بعد کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوگی۔

سوال 5: انسان اللہ تعالیٰ کا ناشکرا کیوں ہے؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کو نہیں پہچانتا۔ (2) انسان اللہ تعالیٰ کے احسانات کو محسوس نہیں کرتا۔

(3) انسان اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو تسلیم نہیں کرتا۔

﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾

”ہر اُمت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جسے وہ بجالانے والے ہیں سو وہ آپ سے اس معاملے میں ہرگز جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں۔“ (67)

سوال 1: ﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ”ہر اُمت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جسے وہ بجالانے والے ہیں سو وہ آپ سے اس معاملے میں ہرگز جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ﴾ ''ہر اُمت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے'' رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ اس نے ہر امت کے لیے عبادت مقرر کی ہے۔ ہر قوم کی ایک شریعت ہے۔

(2) منسک سے مراد وہ مقام ہے جس پر انسان کو کثرت سے آنے جانے کی عادت ہو۔ خواہ بھلائی کے لیے آئے جائے یا برائی کے لیے۔ اسی وجہ سے حج کے احکام کو مناسک کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ وہاں بار بار جاتے ہیں اور جا کر ٹھہرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حسب ضرورت و مصلحت پچھلی قوموں کو پچھلے انبیاء کے ذریعے عبادات کے مختلف طریقے بیان کر کے ان پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اب ان سب کو حسب مصلحت منسوخ کر کے ایک ہی طریقہ عبادت بیان کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ہر ایک کو آپ کی پیروی کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

(السراج المنیر: 1267/2)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے اور ان پر نگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے، چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ، تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔'' (المائدہ: 48)

(3) ﴿فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ﴾ ''سو وہ آپ سے اس معاملے میں ہرگز جھگڑا نہ کریں'' اب یہ ان پڑھ لوگ جو شرک میں اور جہالت میں مبتلا ہیں، آپ ﷺ سے جھگڑا نہ کریں، آپ ﷺ پر لائی ہوئی کتاب اور شریعت پر اعتراض نہ کریں جیسے مشرکین مکہ اپنے قیاس کی بناء پر جھگڑا کرتے تھے ''جسے تم قتل کرتے ہو اسے تو کھا لیتے ہو، جسے اللہ تعالیٰ مار دیتا ہے اسے نہیں کھاتے اور یہ کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے'' آپ ﷺ ان اعتراضات کا جواب نہ دیں اور نہ ہی دل میلا کریں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے آپ ﷺ کے ساتھ جھگڑا کر رہے ہیں۔

(4) ﴿وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ''اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں'' آپ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں، یعنی اپنے رب پر ایمان لانے اور شریعت پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔ ان کے جھگڑے کی وجہ سے آپ ﷺ دعوت کا کام نہ چھوڑیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ اور وہ آپ کو

اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کر دی گئی ہیں اور آپ اپنے رب کی طرف بلائیں اور آپ مشرکوں میں سے نہ بنیں۔(القصص:87)

(5)﴿اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں'' آپ ﷺ روشن راستے پر ہیں جو سیدھا رب تک جاتا ہے۔

(6) جو معتدل اور منزل مقصود پر پہنچاتا ہے اور علم حق اور اس پر عمل کا متضمن ہے۔آپ کو اپنی دعوت کی حقانیت پر اعتماد اور اپنے دین پر یقین ہے، لہٰذا یہ اعتماد اور یقین اس امر کے موجب ہیں کہ آپ ﷺ اپنے موقف پر سختی سے جمے رہیں اور وہ کام کرتے رہیں جس کا آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے۔آپ ﷺ کا موقف مشکوک اور کمزور نہیں یا آپ کی دعوت جھوٹ پر مبنی نہیں کہ آپ لوگوں کی خواہشات نفس اور ان کی آراء کی طرف التفات کریں اور ان پر اعتراض آپ ﷺ کی راہ کو کھوٹا کر دے۔اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔یقیناً تم صریح حق پر ہو۔''نیز اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾ میں جزئیات شرع پر معترضین کے اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ ہے جو عقل صحیح پر مبنی ہے کیونکہ ہدایت ہر اس چیز کا وصف ہے جسے رسول لے کر آئے ہیں۔ہدایت وہ طریق کار ہے جس سے اصولی اور فروعی مسائل میں راہ نمائی حاصل ہوتی ہے اور یہ وہ مسائل ہیں جن کا حسن اور جن میں پنہاں عدل وحکمت، عقل صحیح اور فطرت سلیم کے نزدیک معروف ہے اور یہ چیز مامورات ومنہیات کی تفاصیل پر غور کرنے سے معلوم کی جا سکتی ہے۔(تفسیر سعدی:1745/2، 1746)

سوال 2: مختلف اُمتوں کے لیے کون سی شریعتیں رہیں؟

جواب: (1) تورات سیدنا موسیٰ ؑ کے لیے شریعت تھی۔(2) انجیل سیدنا عیسیٰ ؑ کے لیے شریعت تھی۔

(3) قرآن حکیم اُمت محمدیہ کے لیے شریعت اور ضابطہ حیات ہے۔

سوال 3: سابقہ شریعت والوں کو اس شریعت کے معاملے میں جھگڑا کرنے سے کیسے روکا ہے؟

جواب: (1) ہر شریعت اللہ تعالیٰ کے اُصول کے مطابق ہے۔

(2) آپ ﷺ کو شریعت اور دین اللہ تعالیٰ کے اُصول کے مطابق عطا کیا گیا اس لیے سابقہ شریعتوں والوں کو جھگڑنے کی بجائے ایمان لانا چاہیے۔

سوال 4: اپنے رب کی طرف دعوت دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو کیسے اعتماد دیا گیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں اس لیے مطمئن ہو جائیں۔استقامت کے ساتھ اس شریعت پر خود قائم رہیں اور دوسروں کو دعوت دیں۔(2) جھگڑے کی پرواہ نہ کریں کیونکہ اب آپ سیدھے راستے پر ہیں اور پچھلی شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔

﴿وَاِنْ جَادَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے زیادہ جاننے والا ہے'' (68)

سوال 1: ﴿وَاِنْ جَادَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ جَادَلُوْكَ﴾ ''اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں'' اگر مشرک آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے دین کے بارے میں جھگڑا کریں۔ ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔'' (یونس:41)

(2) ﴿فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو آپ کہہ دیں جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے زیادہ جاننے والا ہے'' آپ ﷺ انہیں بتادیں کہ آپ ﷺ کی کیا نیت ہے؟ کیا مقصد ہے؟ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ قیامت کے دن سارے اختلافات کا فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ط قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔـا ط هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ط كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًام بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ط وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اُس نے خود ہی اُسے گھڑا ہے؟ کہہ دو اگر میں نے اسے گھڑلیا ہے تو میرے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا تم کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، تم اُس کے بارے میں جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں زیادہ جانتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر وہی کافی ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الاحقاف:8)

سوال 2: مجادلہ کا فائدہ کب ہوتا ہے؟

جواب: (1) مجادلہ کا فائدہ تب ہوتا ہے جب کوئی ماننے کے لیے تیار ہو۔ (2) جب کوئی حقیقت جاننا چاہتا ہو۔

سوال 3: مجادلہ کب مفید نہیں ہوتا؟

جواب: (1) جب لوگ اپنی بات پر بضد ہوں۔ (2) جب لوگ دلائل کو رد کردیں۔

سوال 4: لوگوں کے جھگڑے سے باز نہ آنے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کو کیا ہدایت دی گئی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ آپ ﷺ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیں۔

﴿اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے'' (69)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا'' اللہ تعالیٰ ہی کافروں اور مومنوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

(2) ﴿يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ﴾ ''قیامت کے دن'' قیامت کے دن ہی وہ ثواب اور عذاب کا فیصلہ کرے گا جیسے دنیا میں دین کے معاملے میں تمہارے اختلافات کے لیے دلائل دیئے جارہے ہیں جو فیصلہ کن ہیں۔

(3) ﴿فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ﴾ ''جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے'' یعنی دین کے معاملے میں جو تم اختلافات کررہے ہو اس کی حقیقت دنیا میں تو دلائل سے واضح کی جارہی ہے لیکن اصل فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ اس وقت سمجھ تو آجائے گی مگر پلٹنے کا موقع نہیں ملے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَقُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَيۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ؕ لَا حُجَّةَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ ۚ اَللّٰهُ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا ۚ وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ (۱۵)﴾ ''چنانچہ آپ اُسی کی طرف دعوت دیں اور مضبوطی سے قائم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی میں اُس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔'' (الشوریٰ:15)

سوال 2: حق اور باطل کے درمیان انصاف کا فیصلہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

جواب: (1) یہ فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ (1) اُس دن کسی کو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض نہیں ہوگا۔

(2) اُس فیصلے کے خلاف کوئی اپیل نہ ہوگی۔ (3) اللہ تعالیٰ اپنے کامل علم کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

﴿اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ﴾

''کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟ یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر

بہت ہی آسان ہے''۔(70)

سوال1: ﴿اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ فِىۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ﴾
''کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟ یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس فیصلے کی تکمیل یہ ہے کہ یہ فیصلہ اس کے علم کی بنیاد پر ہوگا، بنابریں اللہ تعالیٰ نے احاطہ علم اور احاطہ کتاب کا ذکر فرمایا: ﴿اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟'' اللہ تعالیٰ پر تمام معاملات کے ظاہر و باطن، جلی و خفی اور اول و آخر میں سے کچھ بھی مخفی نہیں، زمین و آسمان کی موجودات کا احاطہ کرنے والا علم اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب میں درج کر رکھا ہے۔ اور وہ ہے لوح محفوظ۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا ''لکھ! قلم نے عرض کیا'' کیا لکھوں؟ فرمایا'' قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ۔'' (ابوداؤد:4700) (سعدی:1746/2)

(2) (i) اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ سے کائنات کی چھپی ہوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں۔ (iii) اللہ تعالیٰ کچھ بھولتا نہیں۔ (iv) جو کچھ مخلوقات نے کرنا تھا اللہ تعالیٰ کو اس کا پہلے سے علم تھا۔ (v) جن لوگوں نے نیکی یا بدی کا راستہ اختیار کرنا تھا اللہ تعالیٰ انہیں جانتا تھا۔

(3) ﴿اِنَّ ذٰ لِكَ فِىۡ كِتٰبٍ﴾ ''یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے جس سے آسمان اور زمین کی چھوٹی بڑی کوئی چیز اوجھل نہیں۔ سب کچھ ایک روشن کتاب میں ہے جس کو کائنات کے وجود میں لانے سے پہلے ہی رب العزت نے لکھ دیا تھا۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے، آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا آسمان اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار برس پہلے، اس وقت پروردگار کا عرش پانی پر تھا۔'' (مسلم:6748)

(5) ولید بن عبادہ بن صامت نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا (بنایا) پھر اس سے کہا: لکھ، تو وہ چل پڑا، اور ہمیشہ ہمیشہ تک جو کچھ ہونے والا تھا سب اس نے لکھ ڈالا۔ (سنن ترمذی:3319)

(6) ﴿اِنَّ ذٰ لِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ﴾ ''یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالیٰ کامل علم رکھنے والا ہے۔ اس کے لیے تمام چیزوں کے علم کا احاطہ کرنا آسان ہے۔ وہ اشیاء کو ان کے حالات کو وجود میں لانے سے پہلے ہی جانتا ہے اور ان کے حالات لکھ چکا ہے کہ بندے پیدا ہونے کے بعد کیا کریں گے۔ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہیں۔

(7) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ریکارڈ رکھنا مشکل نہیں، یہ تقدیر کا مسئلہ ہے جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سب کچھ کہاں درج کر رکھا ہے؟

جواب:(1)سب کچھ ایک کتاب میں ہے۔(2)اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے یہ باتیں پہلے ہی لکھ دیں۔

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾

”اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ اُن کی عبادت کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری اور ان کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اُنہیں کوئی علم بھی نہیں ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے“(71)

سوال1:﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ اُن کی عبادت کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری اور ان کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اُنہیں کوئی علم بھی نہیں ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ اُن کی عبادت کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری“ اللہ رب العزت نے مشرکوں کا رد کیا ہے جو اپنی جہالت اور نادانی سے غیر اللہ کی عبادت میں مگن ہیں جس کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

(2)غیر اللہ کی عبادت کے لیے نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی۔(3)اس کے لیے کوئی سند حاصل نہیں ہے۔

(4)غیر اللہ کی عبادت محض وہم اور خرافات کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

(5)﴿وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ”اور ان کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اُنہیں کوئی علم بھی نہیں ہے“ ان کے پاس اپنے اعمال کے لیے کوئی علمی دلیل نہیں ہے۔اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ایسے کثیر دلائل نازل فرمائے ہیں جو شرک کے فساد پر دلالت کرتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ”اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلا شبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے، یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔“ (المومنون:117)

(6)﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ”اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے“ رب العزت نے ظالموں کو جو حق کے دشمن ہیں یہ وعید سنائی ہے کہ ان کا کوئی مددگار ایسا نہیں جو انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ

بِالَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ؕ قُلۡ اَفَاُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكُمۡ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ﴾

”اور جب اُنہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں میں جن لوگوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لیں گے وہ قریب ہیں کہ اُن لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں، آپ کہہ دیں تو کیا میں تمہیں اس سے بُری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے“ (72)

سوال 1: ﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا الۡمُنۡكَرَ ؕ يَكَادُوۡنَ يَسۡطُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا﴾ ”اور جب اُنہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں میں جن لوگوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لیں گے وہ قریب ہیں کہ اُن لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ”اور جب اُنہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں“ یعنی جب مشرکوں کے سامنے قرآن کی جلیل القدر آیات پڑھی جاتی ہیں، جو رب العزت نے نازل فرمائی ہیں جو حق و باطل، حلال و حرام کے فرق کو واضح کرتی ہیں۔

(2) ﴿تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا الۡمُنۡكَرَ﴾ ”آپ ان کے چہروں میں جن لوگوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لیں گے“ ان کے دلوں کا بغض چہروں پر نظر آنے لگتا ہے۔

(3) ﴿يَكَادُوۡنَ يَسۡطُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا﴾ ”قریب ہیں کہ اُن لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں“ ان کی کراہت اور نفرت کی شدت اس مقام پر پہنچا چکی ہے کہ قریب ہے کہ یہ آیات کی تلاوت کرنے والے کو قتل کر دیں یا اسے مارنے کے لیے، تکلیف پہنچانے کے لیے، زبان اور ہاتھ دراز کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحۡدَهُ اشۡمَاَزَّتۡ قُلُوۡبُ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِذَا هُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ﴾ ”اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش و خرم ہو جاتے ہیں۔“ (الزمر: 45)

سوال 2: ﴿قُلۡ اَفَاُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكُمۡ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ﴾ ”آپ کہہ دیں تو کیا میں تمہیں اس سے بُری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''آپ کہہ دیں تو کیا میں تمہیں اس سے بُری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے'' کافروں کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ آپ ﷺ فرمادیں کہ میں تمہیں اس سے زیادہ بدتر چیز کے بارے میں خبر دیتا ہوں اور وہ ہے آگ جس کا عذاب کافروں اور مشرکوں کے لیے ہے، جو بہت خطرناک ہے۔اس کے مصائب بڑھتے ہی رہیں گے۔

(2)﴿وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے، جنہوں نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ نے کافروں سے اس آگ کا وعدہ کر رکھا ہے۔

(3)﴿وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے'' جہنم بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ بدترین منزل اور خطرناک قرارگاہ ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ ''بلاشبہ وہ بہت ہی بُری ٹھہرنے کی جگہ اور اقامت کی جگہ ہے۔'' (الفرقان:66)﴾ اللّٰھم اجرنا من النار﴾ ''یا اللہ! ہم سب کو آگ سے بچالے۔'' (آمین)

رکوع نمبر 17

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو۔ یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہوجائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔'' (73)

سوال1:﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو۔ یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہوجائیں'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو'' رب العزت نے بتوں کی عبادت کرنے والوں کی عقلی کمزوری اور بتوں کی عبادت کی حقارت بیان کرنے کے لئے مثال دی ہے۔اس بیان کو غور سے سنو اور اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔

(2) یہ خطاب مومنوں کے لئے بھی ہے۔ مثالوں سے ان کے ایمان، علم اور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(3) یہ خطاب کافروں کے خلاف حجت ہے۔

(4) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو'' جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ،جن کی عبادت کرتے ہو اس میں وہ تمام معبود آ جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا حاجت روا، مشکل کشا، ملجا و ماویٰ سمجھا جاتا ہے۔

(5) ﴿لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾ ''ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے'' یعنی وہ ایک مکھی پیدا کرنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتے۔

(6) ﴿وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ﴾ ''اگر چہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں'' سب اکٹھے ہو کر پیدا کرنا چاہیں تب بھی جھوٹے معبود مکھی پیدا کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے یعنی بڑی مخلوق تو وہ کیا پیدا کریں گے، کمزور مخلوق کے پیدا کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔

سوال 2: ﴿وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے'' یعنی بے بسی کی انتہا ہے ان ہستیوں کی جن کو یہ پوجتے ہیں، جن کو یہ قادر اور صاحب اختیار سمجھتے ہیں کہ اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو یہ اس سے اپنا حق بھی واپس نہیں لے سکتے۔ یہ معبود ہیں جو مکھی کا مقابلہ نہیں کر سکتے، جو مکھی سے بھی انتقام نہیں لے سکتے۔ مکھی جیسی حقیر چیز کا مقابلہ کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

(2) ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ﴾ ''طلب کرنے والا بھی کمزور ہے'' یعنی کمزور ہے وہ جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، جو مکھی سے کچھ طلب کر رہا ہے، وہ جو اس کا تھا اور مکھی چھین کر لے گئی ہے۔

(3) ﴿وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے''، یعنی مکھی جو بت سے یا جھوٹے معبود سے کچھ چھین کر لے گئی ہے۔ بت اور مکھی دونوں ہی کمزور ہیں اور ان دونوں سے کمزور وہ ہیں جنہوں نے رب العالمین کے مقام پر بتوں اور جھوٹے معبودوں کو فائز کر رکھا ہے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو میری طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے؟ سو بھلا وہ ایک ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جو تو پیدا کر کے دکھائیں'' (بخاری: 7559)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کو بے حقیقت ثابت کرنے کے لیے کیا مثال دی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے کہ اگر سب جمع ہو جائیں تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کو مزید بے حقیقت ثابت کرنے کے لیے کہا ہے کہ اگر مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ طالب یعنی پجاری اور مطلوب یعنی معبود دونوں ہی کمزور ہیں کیونکہ نہ پیدا کر سکتے ہیں، نہ حفاظت کر سکتے ہیں پھران کی عبادت کیسے کی جائے؟

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کا حق ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' (74)

سوال 1: ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کا حق ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ ''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کا حق ہے'' یعنی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کا مقام اور مرتبہ ہی نہ پہچانا۔ (i) لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عاجز اور حقیر مخلوق کو شریک کرتے ہیں جو سب جمع ہو جائیں تو مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ (ii) لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں پہچانتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار دیکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ایسے معبودوں کو شریک کرتے ہیں جو مکھی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ لوگ ان سے مدد طلب کرتے ہیں جن میں مدد کرنے کی قوت ہی نہیں۔ مکھی ان سے کوئی چیز لے کر بھاگ جائے تو اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ (iii) لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسے کہ قدر پہچاننے کا حق تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ اور علم ہوتا تو کبھی کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے۔

(2) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ اس نے اپنی قوت اور قدرت سے ہر چیز کو تخلیق کیا ہے لیکن انہوں نے محتاج اور عاجز مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرا دیا جو قوی ہے، نفع ونقصان کا مالک ہے، زندگی اور موت کا مالک ہے۔ لوگوں نے قوی اور قادر مطلق ہستی کی قدر نہیں پہچانی۔ انہوں نے محتاج اور عاجز کو عطا کرنے والے اور اقتدار کے مالک کے برابر ٹھہرا دیا۔ اسی وجہ سے وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو حقیر مخلوق سے انتقام لینے کی قدرت بھی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت سے اور اپنی قدرت سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ط وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم: 27) (3) ﴿هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ﴾ ''بلاشبہ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔'' (البروج: 13)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔'' (الذاریات: 58)

(5) اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے اس کے سامنے کوئی مزاحمت بھی نہیں کر سکتا، وہی عزیز وجبار، واحد وقھار ہے۔

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾

''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (75)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی اپنی مقرر کی ہوئی تقدیر کو جاری کرنے کے لئے اور مقرر کردہ شریعت کو رسولوں تک پہنچانے کے لئے فرشتوں میں سے جسے چاہتا ہے رسول منتخب فرمالیتا ہے اور اپنے احکام لوگوں تک پہنچانے کے لئے لوگوں میں سے جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے۔ (السراج المنیر: 1270/2)

(2) یعنی اللہ تبارک تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب کرتا ہے جو اپنی نوع میں بہترین فرد اور صفات مجد کے سب سے زیادہ جامع اور منتخب کئے جانے کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق ہوتے ہیں۔ پس رسول علی الاطلاق مخلوق میں سے چنے ہوئی لوگ ہوتے ہیں۔ اور جس ہستی نے ان کو رسالت کے منصب کے لئے منتخب کیا ہے وہ اشیاء کے حقائق سے لاعلم نہیں۔ (تفسیر سعدی: 1749/2)

(3) سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لئے اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنے خلیل کے طور پر منتخب فرمایا۔'' (الرافعی: 260/6)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ لوگوں کے طیب اور خبیث اقوال سنتا ہے۔ وہ بصیر ہے، ان کے نیک اور فاسد اعمال کو دیکھتا ہے۔ اپنی مخلوق کے حالات کو وہ دیکھتا ہے اور ان کی ضرورت کے تقاضے کے مطابق ان میں سے رسول منتخب کرتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 964)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کیسے اختیارات رکھتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے پیغام لانے والے مقرر کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے رسولوں کا انتخاب اپنے علم سے اور قدرت کی وجہ سے کرتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ صاحب قوت بادشاہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنی نمائندگی کے لیے منتخب کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی رسالت کا مستحق کون ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے، وہی کامل قدرت اور اختیارات رکھتا ہے۔

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾

''وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' (76)

سوال 1: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے'' یعنی وہ اپنے کامل علم کی وجہ سے فرشتوں، رسولوں اور مکلفین کے احوال کو جانتا ہے جو گزر چکا، جو آئے گا، کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا (۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (۲۷) لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (۲۸)﴾ ''غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کر لیا، تو یقیناً وہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔ تاکہ وہ جان لے کہ اُنہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور اُس نے ہر شے کو شمار کر رکھا ہے۔'' (الجن: 26_28)

(2) یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ پیغمبروں تک کیا پہنچا، انہوں نے کہاں تک تبلیغ کا حق ادا کیا، اس نے اپنے علم کی بنیاد پر رسالت کے لئے لوگوں کا انتخاب فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔'' (الانعام: 124)

(3) جو لوگوں کے سامنے ہوتا ہے یا پیچھے، خفیہ ہو یا ظاہر ہو ہر ایک چیز پر اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے۔ اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہو سکتی۔ (ii) تمام باتوں اور کاموں کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ آخری فیصلے کا اختیار وہی رکھتا ہے، وہی قادر مطلق ہے۔

(4) ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دنیا کے سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔ جیسے اس نے ابتدا کی تھی اسی طرح اعادہ کرے گا۔ (جامع البیان: 215/17)

(5) اللہ تعالیٰ جب رسولوں کو بھیجتا ہے، وہ دعوت دیتے ہیں تو کچھ لوگ دعوت قبول کرتے ہیں اور کچھ رد کر دیتے ہیں، کچھ عمل کرتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔ رسولوں کی ذمہ داری تو پہنچا دینا ہے اعمال کی جزا سزا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ جب لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو اس کے عذاب سے کیونکر بچو گے؟ اس کی نافرمانی کر کے تم جا ہی کہاں سکتے ہو؟

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' (77)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو'' رب العزت نے ایمان والوں کو نماز کا حکم دیا ہے کہ اپنی نمازوں میں رکوع اور سجدے کا اہتمام کرو۔ (2) یعنی نماز قائم کرو۔

(3) ﴿وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''اور اپنے رب کی عبادت کرو'' یعنی اپنے رب کے سامنے تذلیل اختیار کریں اور دلی جھکاؤ کے ساتھ اطاعت کریں۔ (جامع البیان: 215/17)

(4) یعنی اپنے اقوال وافعال میں اللہ تعالیٰ کی پسند کو لازم کرلو خواہ ظاہری معاملات ہوں یا باطنی۔

(5) عبادت اللہ تعالیٰ کی غلامی ہے جو پوری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ انسانی زندگی میں ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کے حکم کے مطابق، رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کیا جائے عبادت ہے۔ نیت سے، ارادے سے، ہر کام، ہر سوچ عبادت بن سکتی ہے۔

(6) نماز غم زدہ دل کے لئے تسلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ عبادت کو اس کے لئے خالص کریں۔

(7) ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ﴾ ''اور نیک کام کرو'' یعنی جن کاموں کو کرنے کا تمہارے رب نے حکم دیا ہے خیر کے وہ سارے کام پورے کرو مثلاً صلہ رحمی، مکارم اخلاق۔ (i) نیکی کے کام کر کے انسان کی عملی زندگی درست ہوسکتی ہے۔ (ii) اس سے اجتماعی زندگی کا رُخ ایمان کی طرف ہوسکتا ہے۔

(8) ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ رب العزت نے فلاح کو عبادت میں اخلاص اور بندوں کو نفع پہنچانے کی کوششوں کے ساتھ جوڑا ہے۔

سوال 2: اہل ایمان کو عبادت کے حکم کے ساتھ رکوع وسجود کا الگ حکم کیوں دیا گیا؟ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اہل ایمان کو رکوع وسجود کا حکم اس لیے دیا گیا کیونکہ رکوع وسجود نماز کے اہم اجزاء ہیں۔ رکوع وسجود سے وہ عاجزی طلب کی گئی ہے جو بندۂ مومن کا امتیاز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے ہمیشہ ایسے جھک کر رہنا ہے جیسے انسان رکوع اور سجدے کی حالت میں جھکتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور فرماں برداری کا راستہ اختیار کر کے کامیاب ہونے والوں کے لیے اس آیت میں کیا تلقین کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نماز کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ (2) رکوع وسجود کا حکم دیا ہے۔ (3) رب کی عبادت کا حکم دیا ہے۔ (4) نیکی کے کام

کرنے کا حکم دیا ہے۔

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی، تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے، اُسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے، اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی، تا کہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑ لو، وہی تمہارا مالک ہے سو کیا ہی اچھا وہ مالک ہے اور اچھا مددگار ہے۔'' (78)

سوال 1: ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ہے'' آیت کے اس حصہ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ہے'' مقصود و مطلوب کے حصول میں پوری کوشش کرنا جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد، جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو پوری طرح نافذ کیا جائے، مخلوق کو ہر طریقے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دی جائے۔ خیر خواہی سے، تعلیم، قتال اور تادیب سے، زجر و توبیخ یا وعظ و نصیحت کے ذریعے سے اس مقصد کے لئے جس طریقے اور ذریعے کی بھی ضرورت ہو اسے اختیار کیا جائے۔ (تفسیر سعدی: 1750/2۔1751)

(2) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان و مال، تحریر و تقریر ہر طریقے سے جہاد کرو۔ (i) جہاد سے مراد جہاد اکبر بھی ہے جو کفار اور مشرکین سے کیا جاتا ہے۔ (ii) جہاد سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانا، اللہ تعالیٰ کے روکے سے رکنا بھی ہے۔ (iii) ہر وہ کوشش بھی ہے جو حق کے غلبے اور باطل کی سرکوبی کے لیے کی جائے۔

(4) سب سے افضل عمل جہاد اکبر ہے کیونکہ اس کے بغیر مسلمانوں کا تحفظ ممکن نہیں۔ (i) اس کے بغیر اسلام کی سربلندی ممکن نہیں۔
(ii) اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے جاری رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اس کی ہر دور میں ضرورت ہے۔

(5) ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا (۵۱) فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے۔ چنانچہ آپ کافروں کی بات نہ مانیں اور اس قرآن کے ساتھ ان سے جہاد کریں، بہت بڑا جہاد۔''

(الفرقان 51۔52)

سوال 2: ﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی'' آیت کے اس حصہ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ﴾ ''اس نے تمہیں چن لیا ہے'' یعنی اس نے ساری انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے تمہیں چن لیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:965)

(2) ابن زید کا قول ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ (جامع البیان:217/17)

(3) اللہ تعالیٰ کے چن لینے سے ذمہ داری پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ ذمہ داری سے فرار ممکن نہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ کا چناؤ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس کی وجہ سے کام آسان ہو جاتا ہے۔

(4) ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی'' اللہ تعالیٰ نے دین کو آسان بنایا ہے۔ ایسا کوئی حکم نہیں دیا جس کو تم بجا نہ لا سکو۔ اس نے دشواری سے نکلنے کے لئے راستہ بتا دیا ہے۔ مثلاً نماز اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے۔ سفر کی حالت میں چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتیں فرض کی ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے تمہاری طاقت سے زیادہ احکامات تمہیں نہیں دیئے۔ صرف ان ہی کاموں کا حکم دیا ہے جن کا کرنا انسان کے لئے آسان ہے، جو کام انسان کو تھکا دینے والے نہیں ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے توحید والا آسان دین دے کر بھیجا گیا ہے۔

(6) انسان کو وہ احکامات دیئے گئے جس کا بوجھ انسانی نفس اٹھا سکتا ہے۔

(7) اس آیت کریمہ سے ایک شرعی قاعدہ اخذ کیا جاتا ہے اور وہ ہے۔ ﴿اَلْمَشَقَّةُ تَجْلُبُ التَّيْسِيْرِ﴾ مشقت اپنے ساتھ آسانی لے کر آتی ہے۔ ﴿اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ﴾ ضرورت ممنوع چیز کو مباح کر دیتی ہے۔ بہت سے فروعی احکام اس قاعدے کے تحت آتے ہیں۔ جن کا ذکر احکام کی کتابوں میں معروف ہے۔ (تفسیر سعدی:1751/2)

سوال 3: ﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۚ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے، اُسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے، اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی، تاکہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' آیت کے اس حصہ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے'' اپنے باپ ابراہیم کی ملت یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کو لازم پکڑ لو جس کا کوئی شریک نہیں۔

(2) (i) عرب سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد تھے۔ (ii) غیر عرب بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا احترام ایسے کرتے ہیں جیسے بیٹے باپ کا احترام کرتے ہیں اس لیے وہ سب ہی کے باپ تھے۔ (iii) محمد ﷺ کے باپ تھے یعنی آپ اُن کی نسل سے تھے۔ اس لیے اُمت کے بھی

باپ ٹھہرے۔اسی لیے فرمایا کہ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس کی پیروی کرو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ ''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔'' (الشوریٰ:13)

(4) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء:25)

(5) ﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اُسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے پچھلی کتابوں میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

(6) مسلمان وہ ہے جو اپنی نیت اور اپنے اعمال کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دیتا ہے۔اس لیے یہ نام رکھا ہے تا کہ سب لوگ اپنا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیں۔

(7) ﴿مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا﴾ ''اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی'' یعنی پہلی کتابوں میں بھی اور قرآن مجید میں بھی۔

(4) ﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ﴾ ''تا کہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں'' یعنی رسول تمہارے اچھے اور برے اعمال کی گواہی دیں۔

(5) ﴿وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' یعنی تم انبیا کے حق میں اور ان کی امتوں کے خلاف گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو وحی نازل کی تھی انہوں نے اپنی امتوں تک وہ سارے پیغامات پہنچا دیے تھے۔

سوال4: اُمت کے لوگوں پر گواہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اُمت پوری انسانیت کی نگران ہے۔اُمت نے خود اس پیغام کے مطابق اپنا عملی نمونہ پیش کرنا ہے اور دوسروں تک اس پیغام کو پہنچانا ہے۔

سوال5: رسول کب گواہی دیں گے؟

جواب: یہ گواہی قیامت کے دن ہوگی۔

سوال8: ﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ ''سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑ لو، وہی تمہارا مالک ہے سو کیا ہی اچھا وہ مالک ہے اور اچھا مددگار ہے'' آیت کے اس حصہ کی وضاحت کریں؟

جوب: (1) ﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''سو نماز قائم کرو'' یعنی نماز، اس کے ارکان، حدود، شرائط، وقت کی پابندی اور دل کی حاضری کے

ساتھ قائم کرو۔

(2)﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوۃ ادا کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مالداروں پر اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنے کا جو حکم دیا ہے اس فریضے کو ادا کرو۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر بھی ہے اور فقیروں، کمزوروں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کا خیال بھی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ صدقات تو فقیروں اور مسکینوں اور ان پر کام کرنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں اُلفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (التوبہ:60)

(3)﴿وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑلو'' اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر اسی پر بھروسہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ مضبوط رسی ہے جس کے ساتھ شہادت حق کا فریضہ ادا کیا جاسکتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کو اپنی طاقت سمجھو۔ اسی سے امیدیں باندھو، اسی پر اعتماد کرو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ج اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''تو آپ اس کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، یقیناً آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں۔'' (الزخرف:43)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں سے راضی ہوتا ہے اور تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ جن باتوں سے راضی ہوتا ہے وہ یہ ہیں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور متفرق نہ ہو اور تم سے جن باتوں کو ناپسند کرتا ہے وہ فضول اور بیہودہ گفتگو اور سوال کی کثرت اور مال کو ضائع کرنا ہیں۔'' (مسلم:4481)

(5) سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ '' کہو: اللہ میرا رب (معبود برحق) ہے اور پھر اس پر قائم رہو''، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کو ہم پر کس بات کا زیادہ ڈر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: ''اس کا''۔ (ابن ماجہ:3972)

(6) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو تم اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو پکڑے رکھو اور اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی خوب رغبت دلائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ میں تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا

ہوں۔'' (مسلم: 6225)

(7)﴿هُوَ مَوۡلٰىكُمۡ﴾ ''وہی تمہارا مالک ہے'' یعنی وہی تمہارا محافظ ومعاون، تمہارا مالک ہے۔ وہی تمہارے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا ہے۔

(8)﴿فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَنِعۡمَ النَّصِيۡرُ﴾ ''سو کیا ہی اچھا وہ مالک ہے اور اچھا مددگار ہے'' تمہارا مولا وہی ہے جو تمہیں تمہارے دشمن پر غلبہ عطا کرنے والا ہے۔ وہ بہترین سرپرست ہے۔ جو کوئی اس سے مدد مانگتا ہے وہ اس کے مصائب دور کر دیتا ہے، وہ بہترین مددگار ہے۔

(9) وہی ہے کہ جو اس سے امیدیں باندھے اس کی امیدوں کو پورا کرتا ہے، جو شفا مانگے اسے شفا دیتا ہے، جو رزق طلب کرے رزق دیتا ہے، جو ایمان اور تقویٰ مانگے وہ اسے ایمان والی حیات طیبہ بسر کرواتا ہے۔

سوال 9: نماز اور زکوٰۃ کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: (1) نماز انسان کا رابطہ قوی رب سے جوڑ دیتی ہے۔

(2) زکوٰۃ اُمت کے افراد کے درمیان صلہ رحمی ہے اور جماعت مسلمہ کی کفالت کا انتظام ہے تاکہ بگاڑ پیدا نہ ہو۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ نے کامیابی کے لیے اُمت مسلمہ کو کیا پیکج دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کامیابی کے لیے یہ عملی اُصول دیئے ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہنا۔ (2) نیک کام کرتے رہنا۔

(3) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرنا۔ (4) شہادت حق کا فریضہ ادا کرنا۔ (5) نماز قائم کرنا۔ (6) زکوٰۃ ادا کرنا۔

(7) اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا۔